وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

باغبانی

حصۂ سوم

باغیچۂ اشجار مثمرہ

یعنی

فرمینگرس مینول آف گارڈننگ

بحکم علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاجِ ہند، جی سی، ایس آئی، جی سی، آئی ای، سی آئی فرمانروائے بھوپال دامہا اللہ بالعز والاقبال

مرحوم مولوی سید محمد مصطفےٰ صاحب بی اے انڈر سکریٹری

فائنل ڈیپارٹمنٹ بھوپال نے انگریزی سے

اُردو مین ترجمہ کیا

اور منشی خورشید احمد صاحب مرحوم مہتمم باغات مفصلات ریاست نے

مفید حواشی اور ضروری تصریحات کا اضافہ کرکے

مطبع مفید عام آگرہ مین حافظ محمد عبدالغنی صوفی کے اہتمام سے چھپوایا

والارض وضعها للانام فيها فاكهة والنخل ذات الاكمام
والحب ذو العصف والريحان فبای آلاء ربکما تکذبان

باغبانی

حصۂ سوم

باغیچۂ اشجار ثمرہ

یعنی

فرمنگرس مینول آف گارڈننگ

کا

ترجمہ جس کو

بحکم علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند، جی، سی،
ایس، آئی، و جی، سی، آئی، ای، فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا بالعز والاقبال

مرحوم مولوی سید محمد مصطفے صاحب بی، اے اندر سکرٹری

فنانشل ڈپارٹمنٹ بھوپال نے انگریزی سے

اردو مین ترجمہ کیا

اور منشی خورشید احمد صاحب مرحوم مہتمم باغات مفصلات ریاست نے

مفید حواشی اور ضروری تصریحات کا اضافہ کرکے

مطبع مفید عام آگرہ مین محمد دین فاضل علی صوفی کی اہتمام سے چھپوایا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ سوم

باغیچہ اشجار مثمرہ

ہندوستان میں شاید ہی کوئی باغ ہوگا جس میں اشجار مثمرہ کو باقاعدہ اور اصول کے ساتھ نصب کیا گیا ہو۔ عموماً اونچے اور بڑے بڑے درخت اکثر باغات میں دکھائی دیتے ہیں اور ہندوستانی لوگ ایسے ہی بلند اور اونچے درختوں کی قدر کرتے اور اپنے باغات میں لگاتے ہیں اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ اصول اور قاعدہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا پرائیویٹ باغات کے رقبات خواہ کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں

نوٹ نمبرا۔ اشجار مثمرہ کے باغات لگانے کا جو طریقہ مسٹر فرمنگر نے اپنی کتاب کے حصہ سوم کی تمہید میں تحریر کیا ہے نہایت مناسب ہے اب اُسی قسم کے باغات دیگر حصص ممالک متحدہ آگرہ و اودھ پنجاب اور بنگال میں عرصہ سے لگائے جانے شروع ہوگئے ہیں مگر میرے خیال میں بھوپال کے اندر بھی ایک قدیم باغ بالکل اُسی نمونہ کا تھا جو نمونہ مسٹر فرمنگر نے اپنی کتاب میں

پھر بھی ان میں اس قدر گنجایش نہیں ہو سکتی کہ اونچے اونچے تناور درخت بھی ہوں اور درختانِ مثمرہ کے لیئے بھی جگہہ علیحدہ کردی جائے۔ پبلک باغات کی دوسری بات ہے اِن کے رقیبات پرائیویٹ باغات سے

بقیہ نوٹ نمبر ۱ ۔ بیان کیا ہے اور اس کو عیش باغ کہتے تھے اسکی ہر چہار دیواری کے محاذ میں چاروں طرف بڑے بڑے تناور درخت مثل جامن ۔ املی ۔ مولسری وغیرہ کی قطار تھی اور اس کے بعد ایک چوڑی روش چھوڑ دی گئی تھی ۔ اُسکے اُس سے چھوٹے درختوں کی قطار نصب کی گئی تھی اور پھر روش چھوڑ دی گئی تھی اس کے بعد اعلیٰ قسم کے میوہ دار درخت اور اس کے بعد کیلے وغیرہ کی نہریں تھیں وسط باغ میں چمنستان بنایا گیا تھا یہ باغ اب بھی موجود ہے مگر اب اس کی دوسری حیثیت ہے یعنی وہ میونسپلٹی کو دے دیا گیا جس نے اُس کے تمام بڑے درختوں کو تراش کے اُس میں فارم قایم کیا ہے۔ اُس باغ اور اُس کے چمنستان کے بانی میرے والد میر سید احمد صاحب مرحوم تھے اور باغ مذکورہ کی قدیم صورت اُن سے پہلے کسی قدر بدلی ہوئی تھی لیکن ضروری اور باقاعدہ اختراعات انہیں کے کیئے ہوئے تھے اور یہ عیش باغ عجیب چمنستان بن گیا تھا جو محض حضور سرکار خلد مکاں کے شوق اور فیاضی کا نتیجہ تھا۔

چنانچہ ۔ اے ۔ ایم ۔ واٹ میں) (ایس ۔ جے بکسٹن) (ایچ ۔ جی ۔ بکسٹن) صاحبان

کہیں زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جس قدر پبلک باغات کہ ہندوستان
میں میں نے دیکھے ہیں ان میں باستثنا دو ایک کے پھل والے
درختوں کے لئے کوئی حصہ مخصوص نہیں کیا گیا ہے۔ اشجار ثمرہ کی تختہ بندی
نہ اصول کے موافق کی جاتی اور نہ باقاعدہ نصب کئے جاتے ہیں۔ عموماً

بقیہ نوٹ نمبر ا۔ نے بعد ملاحظہ عیش باغ جو ریمارک کیا ہے اس کا ترجمہ
ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ترجمہ۔ ہم لوگ بوٹانیکل گارڈن کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور جتنی چیزیں
ہندوستان میں دیکھی ہیں اُن میں اِس کو سب سے بڑھ کر خیال کرتے ہیں۔
گل گلاب لال باغ بنگلور سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے
براہ عنایت ہم کو سیر کرائی۔

جائے دستخط

اے۔ ایم۔ واٹ مین

ایس۔ جے۔ بکسٹن

ایچ۔ جی۔ بکسٹن

بھوپال۔ ۲۶ رجنوری ۱۸۹۸ء

علاوہ ازیں شہر بنارس میں ندیسر والا باغ۔ لکھنؤ میں بنارسی باغ
وغیرہ ہیں علیٰ ہذا بنگال کے مختلف اضلاع میں اسی قسم کے باغات اور بھی

روشوں کے کناروں پر سیدھی قطاریں لگادئے جاتے ہیں یا جیسا بالائی ہندوستان کے اکثر باغات میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کہ ایک ایک جنس کے درخت کے لئے ایک ایک تختہ علیحدہ کردیا جاتا ہے لیکن ایسا شاذ کیا جاتا ہے۔ اکثر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کہ روشوں کے کناروں پر آرائشی درخت۔ موسمی پھول کے درخت اور گلاب کے درخت لگے ہوئے ہیں اور انہیں کے درمیان پانچ پانچ چھ چھ فیٹ کے فاصلے سے آم

بقیہ نوٹ نمبر ا۔ دیکھنے میں آئے۔ ممالک متحدہ میں شاہجہانپور کے اندر ابوالحسن خاں صاحب کا باغ اور اس کے سوا اور بھی باغات ہندوستان میں ہیں جن کی ترتیب اب مثل ہدایت مسٹر فرمنگر صاحب کے ہوتی جاتی ہے البتہ قدیم زمانہ کے باغات خال خال اسی قسم کے بنائے گئے تھے جن سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے دماغِ انسان میں ہر قسم کے مادے ودیعت فرمائے ہیں مگر ان پر عمل کرنا علمی مذاق اور عملی تجربہ پر منحصر ہے۔ جس کی تازہ مثال یہ ہے کہ حضور آقائے نامدار جناب نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ آئی فرمانروائے ریاست بھوپال دام اقبالہا نے روزِ صدر نشینی سے اب تک جس قدر باغات نصب فرمائے ہیں وہ سب باقاعدہ طور پر مرتب ہوئے ہیں۔

کے درخت لگادئے گئے ہیں۔ اِن وجوہ اور اسباب کی بنا پر میرا خیال ہے کہ اثمار اچھے نہیں ہوتے بلکہ ادنیٰ قسم کے ہوتے ہیں۔

ہندوستان سے بہتر شاید ہی کوئی دوسرا ملک ہوگا کہ اگر ہوشیاری اور اصول کے ساتھ اشجار مثمرہ کے باغات لگائے جاویں تو مالکِ باغ کو چند سال کے اندر معقول منافع نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ دس بیس ایکڑ زمین خفیف لگان پر لیکر چیدہ اور منتخب اقسام کے پھل دار درخت لگائے جاویں تو معقول آمدنی ہو اور خاصکر صوبہ بہار کی زمین اشجار مثمرہ کے لئے قدرتی طور پر زیادہ موافق ہے وہاں یقیناً بہت معقول منافع ہو سکتا ہے۔ لیکن تعجب ہوتا ہے کہ اُمرا جن کو ایسی مقدرت حاصل ہے اُن کو بھی اس طرف اب تک کچھ توجہ نہیں ہوئی ہے۔

یورپین صاحبان اگر پھل دار باغات نہیں لگاتے یا اِس میں سرمایہ نہیں لگاتے تو اِس کی وجہ ظاہر ہے کہ اِن کو نہیں معلوم کہ ہندوستان میں اِن کو کب تک رہنا ہے۔ لیکن جن کے پاس باغات ہیں اور جن کو پھل دار باغات کا شوق ہے اُن کے لئے میں ذیل کی سطور لکھتا ہوں اور بتلاتا ہوں کہ پھلدار درختوں کے لگانے کا کیا طریقہ ہے۔

باغ نصب کرنے کے لئے آراضی انتخاب کرنے میں۔ اگر ممکن ہو تو شمال رویہ آراضی انتخاب کی جائے اور علاوہ میوہ دار درختوں کے دیگر

اقسام کے بڑے درخت اس میں نہ ہوں۔ باغ کے ہر چہار جانب ایک
دیوار بطور حد فاصل کے ہونی چاہیئے خواہ یہ دیوار صرف آہنی تاروں کی
یا کروندے کی باگڑ یا مٹی کی دیوار ہو اس احاطہ کے چاروں طرف معمولی
پھلدار درخت مثلاً جامن۔ گلاب جامن۔ کٹھل وغیرہ کے نصب کئے
جاویں۔ اس کے بعد ایک راستہ آٹھ فٹ چوڑا چاروں طرف احاطہ اور
بڑے درختوں کے متوازی سطح زمین سے ایک فٹ بلند بنا دیا جائے۔
راستہ کے دوسرے جانب کم از کم بارہ فٹ کی دوری سے ایسے درخت
جو زیادہ تناور اور بڑے نہیں ہوتے مثلاً امرود۔ شریفہ۔ رام پھل۔ انجیر
لیچی۔ لکاٹ نصب کئے جاویں۔ دونوں قطاروں کے درمیان جو راستہ
اس طرح بنایا جاتا ہے وہ بہت خوش نما معلوم ہوتا ہے بقیہ باغ کو مربع
قطعات یا تختوں میں تقسیم کیا جاوے اور ان قطعات کے درمیان آٹھ
آٹھ فیٹ کے چوڑے راستہ بنائے جاویں۔ قطعات یا تختوں کی تعداد
بلحاظ وسعت رقبہ کی جائے۔ ہر ایک تختہ بندی میں اس امر کا لحاظ
رکھا جائے کہ ایک ایک قسم کے درخت ایک ہی تختہ میں لگائے جاویں
مثلاً نارنگی اور آموں کے درختوں کو ایک ہی تختہ میں نصب کر کے خلط ملط
نہ کیا جائے ایک یا دو تختوں میں کمیاب اور نادر میوہ کے درخت نصب
کئے جاویں۔ کمیاب و نادر سے میری مراد یہ ہے کہ جو میوہ جات مثلاً گرمی مائل

اور مینگسٹین۔ جو عموماً اس ملک میں نہیں ہوتے۔ ایک قسم کے درخت اگر ایک تختہ یا کیاری میں لگائے جائیں گے تو اِن کی نگہداشت و پرداخت کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کے باقاعدہ نصب کرنے میں احتیاط لازمی ہے کہ بہت گھنے اور نزدیک نزدیک درخت نہ لگائے جائیں بعض اوقات بہت گھنے لگانے کا انجام درختوں کے حق میں بہت مضر ہوتا ہے۔ باغ کے لئے جو زمین انتخاب کی گئی ہے اگر وہ شمال رویہ ہے تو انگوروں کا جھاڑ وسط میں طولاً ہونا چاہیئے۔ اور اس کے جھاڑ لگانے کی ترکیب جو انگوروں کے بیان میں بتلائی گئی ہے اُسی ترکیب سے لگائے جاویں۔

پھل دار درختوں کے نصب کرنے میں یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ درختوں کی آیندہ نشو نما کا انحصار بہت کچھ بنیاد پر ہوتا ہے اگر اِن کی ابتدا اچھی ہوئی تو خوب بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں جس سے بالفاظِ دیگر مراد یہ ہے کہ اِن کو ایسی زمین میں لگایا جاوے کہ جو ہر طرح اِن کو موافق ہو اِس مدعا کے حاصل کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ اوّل میں تین فیٹ عمیق اور اسی قدر چوڑے گڑھے کھودے جاویں اور اِن گڑھوں میں عمدہ قسم کی زوردار مٹی جو خاص طور پر اسی کام کے لئے بنائی جاتی ہے بھر دی جاوے۔ اگرچہ شروع میں کسی قدر تردد ہوتا ہے اور

صرفہ بھی زاید ہوتا ہے لیکن آخر میں دونوں کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔

ہدایات متذکرہ صدر اسٹرابری۔ سردہ اور اناناس کے متعلق نہیں ہیں ان کی کاشت میں اوّل خوب زمین کی گڑائی کر کے کھاد دے دی جاوے اور مثل دیگر پیداوار کے ان کی نگہداشت و پرداخت کرنی چاہیئے۔

اگر کلکتہ میں کوئی پرائیوٹ باغ لگایا جاوے جس کا رقبہ نہ بہت چھوٹا ہو اور نہ بہت بڑا بلکہ متوسط وسعت کا ہو۔ اس میں حسب ذیل فہرست کے موافق درخت نصب کئے جاویں تو مناسب ہے۔

(۱) آم (۲) لیچی (۳) کیلہ (۴) شریفہ (۵) رام پھل (۶) بیر (۷) لکاٹ (۸) سپوٹہ (۹) امرود (۱۰) بڑہل۔ (۱۱) گلاب جامن (۱۲) ولائتی امڑا (۱۳) پامیلو (۱۴) لیموں (۱۵) ناریل (۱۶) اسٹرابری (۱۷) اناناس (۱۸) سردہ (۱۹) کروندہ (۲۰) کھجور۔

مذکورۂ بالا درختان کے نصب کرنے میں یقیناً نفع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے اقسام کے درخت بھی لگائے جاسکتے ہیں۔

پہاڑی اور بالائی ہندوستان کے باغات میں علاوہ متذکرہ صدر درختان کے ذیل کے درختان بھی لگائے جاسکتے ہیں۔

بیر - لیلمبی - نارنگی - بہی - ناسپاتی - انار - انگور - انناس بیر - سیب
سنگترہ - لیمن - انجیر۔

ناریل کے درخت بالائی ہندوستان اور بہار میں کم ہوتے ہیں۔

باغ کے لگانے کا طریقہ جو اوپر بتلایا گیا ہے وہ پہاڑی مقامات کے باغات کے بھی متعلق ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ پہاڑی علاقوں میں جنوب رویہ آراضی انتخاب کی جاوے۔ اور اکثر اقسام کے درختوں کے لئے گلاس ہاؤس کی ضرورت ہوگی۔ اگر نگہداشت و احتیاط معقول کیجائے تو سیب - ناسپاتی - آلوچہ - بیر - چیری - اسٹرابری اور رسپ بیری کی کاشت بہت عمدگی کے ساتھ پہاڑی باغات میں بھی کی جاسکتی ہے۔

اشجار مثمرہ کے انتخاب میں خیال رکھنا چاہیئے کہ عمدہ سے عمدہ قسم کے درخت کا انتخاب کیا جائے۔ اور خاصکر آم - امرود - انجیر - نارنگی - سردہ انگور - اور اسٹرابری کے انتخاب میں لحاظ ضروری ہے۔

میرے خیال میں بلا سوچے سمجھے بھلے برے جیسے کچھ درخت ملیں ان کو لگا دینا محنت اور سرمایہ کا برباد کردینا ہے۔

عام ریمارکس

کتاب ہذا میں جن میوہ درختوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں علاوہ ان درختوں کے جو عموماً اس ملک میں ہوتے ہیں ایسے درخت بھی شامل ہیں جو دیگر ممالک سے لاکر یہاں کاشت کئے گئے ہیں اور یہاں کی سرزمین اور آب و ہوا اُن کو موافق ہوگئی ہے۔ زیادہ اقسام کے دیگر ممالک سے لائے ہوئے درخت بخیال پیداوار محض بے سود ثابت ہوئے ہیں اور برن ہمبولٹ صاحب کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

نوٹ نمبر ۲۔ مسٹر فرمنگر نے اپنے تجربہ کے موافق جس طرح آب و ہوا کی موافقت پر تنقیدی نظر ڈالکر جنرل ریمارکس کیا ہے مجھے بھی اس کا تجربہ ہوا ہے اور دوسروں کی کوشش بے سود کے دیکھنے کا بھی کافی موقع ملا ہے فی الحقیقت درختوں کو اُس مقامات پر جہاں کی آب و ہوا اُن کے موافق نہو نصب کرنا دو حال سے خالی نہیں اول تو درختوں میں وہ نشو نما ہی پیدا نہیں ہوتی جس کی ضرورت ہے دوسرے اگر درخت تیار بھی ہوئے تو پھول پھل سے محروم۔ ایسی حالت میں محنت و زر دونوں کے ضائع ہونے کا افسوس ہوتا ہے چنانچہ ایسی مثالیں اکثر میری نظر سے گذری ہیں مثلاً چلغوزہ اس کے درخت ہندوستان کے میدانی مقامات پر اکثر

بعض مقامات پر درخت خوب بڑھتے ہیں اور پھیلتے ہیں لیکن تعجب ہوتا ہے کہ اِن میں پھول نہیں آتا۔ مثلاً ولایتی زیتون کے درخت کو لیجئے اس کی کاشت کی گئی لیکن پھول نہیں آیا۔ اخروٹ کے درخت جزائر فرانس میں لگائے گئے اور ان کا انجام بھی یہی ہوا۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ شوقینوں نے لاکر اپنے باغات میں لگائے۔ اول تو درخت کی نشو نما ناقص رہی دوسرے اگر ایک دو سال کی محنت میں وہ دو چار فیٹ بلند بھی ہوئے تاہم بالآخر ضائع ہو گئے تیسرے بعض مقامات چلغوزہ کے درختوں نے خوب نشو نما پائی اور بڑے بڑے تناور درخت ہوئے بلکہ اب تک نصف صدی سے زیادہ عمر کے درخت موجود ہیں مگر کارآمد پھل نہیں دیتے پھول آکر پھل آتا ہے مگر نہیں ٹھیرتا۔

ممالک متحدہ کے ضلع بریلی میں مسٹر برکلی صاحب کی کوٹھی مملوکہ ریاست رام پور کے احاطہ میں جو صاحب کمشنر بہادر کی قیام گاہ ہے بکثرت درختانِ چلغوزہ مدت دراز کے لگائے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے زبردست و تناور ہو گئے ہیں اور ان میں پھول و پھل دونوں آتے ہیں۔ لیکن بالکل بیکار کاش اُن درختوں میں ثمر[1] آتے اور حسب مراد تیار ہوتے تو بکثرت چلغوزہ بریلی میں میسر آتا۔ اسی طرح راجہ نراین سنگھ صاحب بہادر رئیس پرور نے اپنے خاص باغ واقع پرور میں

[1] چلغوزہ چیڑہ کے پھل کا تخم ہے۔ اور گوند اس کا گندہ بیروزہ و لکڑی جس کو چیڑہ کہتے ہیں۔

زیتون کے درخت باغات بنگلور میں تیس سال سے زیادہ کے ہیں لیکن اب تک ان میں پھول نہیں آیا۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ درختان چلغوزہ منگا کر نصب کرائے تھے وہ بھی دو ایک سال کی محنت کے بعد دو دو فیٹ بلند ہوئے اور جاتے رہے۔ اس میں شک نہیں کہ چلغوزہ کو ریتلی نشیبی زمین جو ایک دو فیٹ کے بعد تر ہو۔ موافق ہے ضلع پیلی کی زمین ریتلی ہے علیٰ ہذا پرور کے قصبہ کی زمین بھی ریتلی ہے مگر ایک جگہ تو کچھ نشو و نما پا کے درخت جاتے رہے اور دوسری جگہ کے درخت تیار موجود ہیں ان درختوں میں پھول آ کر نکمے پھل بھی آ جاتے ہیں لیکن ثمر پورے نہیں ہوتے البتہ [illegible] کے کام میں آ سکتے ہیں جو نہایت اعلیٰ درجہ کی دیر پا ہے۔ اسی طرح [illegible] کہ دوسرے مقامات پر یہ درخت دونوں کام دیتا ہے۔

علیٰ ہذا کٹھل و ناریل۔ سپاری۔ اناناس جیسا کہ بنگال میں اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے دوسرے مقامات پر ویسا نہیں ہوتا اور جہاں کہیں ہوتا ہے تو بنگال سے کبھی اچھا ہوتا ہے۔ مثلاً پیلی بھیت کے ضلع میں اناناس نہایت اعلیٰ درجہ کا پیدا ہوتا ہے مگر پیلی بھیت سے تیس کوس کے فاصلہ پر شاہجہانپور ہے وہاں پیلی بھیت سے پود منگوا کر منشی رفعت علی صاحب مرحوم رئیس شاہجہانپور نے اپنے باغ واقع موضع بادشاہ نگر میں بکثرت لگائے اس میں شاذ و نادر پھل آیا۔ اس کے سوا دوسری جگہ بالکل نہیں آیا۔ کٹھل بھی عموماً ہر جگہ نہیں ہوتا۔ بعض بعض ضلع

علاوہ اس کے جن لوگوں نے شمالی بنگال میں باغات لگائے
ہیں اُن کو معلوم ہوگا کہ زیادہ قسم کے پودوں درختوں کا لگانا وہاں محض
فضول ہوتا ہے برخلاف اس کے ہندوستان کے دیگر مقامات پر وہی

یقینی طور پر [illegible] انند
ایک جگہ ہوتا ہے دوسری [illegible] زمین
میں کٹہل کے درخت کو ایک [illegible] قطعی
نہیں لیکن کٹہل بنیا کہ بنگال میں ہوتا ہے [illegible] نہیں دیکھا
گیا۔ علیٰ ہذا آم غرض اس قسم کے متعدد تغیرات [illegible] لیکن [illegible] کر
غور پرداخت بسیار کے بعد ہر شے باستثناء بعض مخصوص چیزوں کے کسی نہ کسی
قدر پیدا ضرور ہوتی ہے لیکن ویسی ہی جیسی کہ اُس مقام پر پیدا ہوتی ہے جہاں کی
آب و ہوا اُس کے موافق ہو۔ اور بعض اقسام پیداوار کا تجربہ ایسا ہی ہوا ہے کہ
اپنی اصلی مقامات پیداوار سے بہترین دوسرے مقامات پر ہوئی ہیں جہاں اُس
کے آنے سے قبل اُس جوار میں اُس کا نام بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ پونڈا گنّا
(نیشکر) جس کو سہارنپور کے ساتھ خصوصیت ہے اور برما کا گنّا جس کو ملک
برما کے ساتھ خصوصیت ہے وہ شاہجہانپور میں اعلیٰ درجہ کا ہوا۔ ۱۳۲۶ھ میں
حسب الحکم جناب نواب ولیعہد صاحب بہادر ریاست بھوپال عیش باغ میں بویا
گیا تھا یہاں بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا پیدا ہوا۔ شاہجہانپور چونکہ سرکاری محکمہ

درخت خوب پھلتے اور اُن کے پھل نفیس اور عمدہ ہوتے ہیں بطور مثال کے سیب۔ ناسپاتی۔ بیر۔ انجیر۔ انگور۔ شفتالو اور نارنگی کے درختوں کو قدرتی طور پر نشیبی بنگال کی سرزمین موافق نہیں ہوتی۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ زراعت کانپور کے تجربہ کے بعد گنے کا ضلع قرار پایا ہے اس لیئے وہاں پونڈہ کا اعلیٰ درجہ کا پیدا ہونا زیادہ تعجب خیز بات نہیں ہے مگر بھوپال میں پونڈہ گنے کا نرم شیریں اور زبردست اعلیٰ درجہ کا ہونا تعجبات سے ہے اور اس کے بونے والے کے ماہر ہونے کی خبر دیتا ہے۔

"ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے متعلق باغ کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر فرمنگر نے لکھا ہے "سوسائٹی کے متعلق ایک باغ آموں کا تھا جس کے درخت خوب بڑے شاداب تھے اور عمدہ قسم کے آم اس باغ کے شمار کیئے جاتے تھے لیکن باغ پھلتا بہت کم تھا اور جب کبھی کسی قدر پھل آتے تھے تو وہ اچھے لذیذ نہیں ہوتے تھے لیکن اِن درختوں سے پیوند کرکے جو درخت تیار کیئے جاتے اور دوسری جگہ لگائے جاتے تھے تو اُن کے پھل نہایت لذیذ و نفیس ہوتے اور درخت سالانہ پھلتے اس سے ظاہر ہے کہ پیوند کا طریقہ جو یورپ میں اس قدر کارگر اور مفید ثابت ہوا ہے اسکو اگر یہاں رواج دیا جاوے تو اسی قدر مفید و نفع بخش ہوگا۔ یہ ادعا مسٹر فرمنگر بالکل ہندوستان کے باغات سے منطبق نہیں ہوتا اور نہ پیوند ہونے سے درخت پھل زیادہ دینے لگتا ہے اور نہ زیادہ بڑا ہو جاتا ہے

اگر ہوشیاری سے کاشت کی جاوے اور اصول کے موافق نگہداشت
کی جاوے تو پھل دار باغات کی حالت میں بہت کچھ اصلاح و ترقی

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ بلکہ یہ خاصہ زمین اور آب و ہوا کا ہے۔ چنانچہ ہزارہا مرتبہ کا
تجربہ ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ پیوند لگانے کا طریقہ[ا] یورپ کی ایجاد ہے یا کہاں کا
اس لئے کہ میں نے آنکھ کھولی تو ہندوستان میں درخت پیوندی آموں کے
پرانے پرانے دیکھے جو میری پیدایش سے پچاس برس پہلے کے تھے مگر بہت کم
دیکھے زیادہ کثرت تخمی درختان آنبہ کی دیکھنے میں آئی اور اس کی وجہ غالباً یہ
معلوم ہوتی ہے کہ قدیم زمانہ کے لوگ جیسے خود مضبوط و نفع رساں ہوتے تھے
اسی قدر ان کی صنعت و حرفت اور فلاحت میں بھی مضبوطی و نفع رسانی
ہوتی تھی اور ویسے ہی مضبوط درخت بھی باغات میں نصب کرتے تھے اسی
طرح ان لوگوں کی عمریں بھی زیادہ ہوتی تھیں چنانچہ درختان آنبہ تخمی اسوقت
بھی دو دو سو سال سے زیادہ کے موجود ہیں قلمی درخت کسی طرح تخمی درخت
زیادہ پھل نہیں دے سکتا اس لئے کہ وہ اتنا بڑا ہی نہیں ہوتا میرے تجربہ
میں تخمی کا ایک درخت جس قدر پھل دیتا ہے اتنے آم شاید قلمی باغ کے
کُل درختوں میں پھلتے ہوں گے اور اسی طرح قلمی درخت کی عمر بھی تھوڑی ہوتی

[ا] ڈاکٹر لی بان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں کہ پیوند کا طریقہ سب سے پہلے عربوں نے ایجاد کیا اور
اسپین کے باغات میں اس عمل کی تکمیل کی تھی۔ تمدن عرب۔

ہو سکتی ہے یہ مسئلہ تحقیقات و تجربات کا محتاج ہے کہ آیا اصل ...
کے ایک ہی جنس کے درختوں میں پیوند کے ذریعہ ...
بھی درخت بڑھائے جا سکتے ہیں یا نہیں پیوند میں فائدہ یہ ہے ...

بقیہ نوٹ نمبر ۲ - ہے دوسرے قلمی درخت شدت زیادہ ... اگر اس کو
دو چار سال یونہی غور ہی سے چھوڑ دو تو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر ... اس میں کم
آئے اور پھر دو چار سال بعد درخت قطعی جاتا رہے گا اس لئے کہ درخت کی اصل پر
قلم سے نزاکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بغیر آبپاشی کافی کے قایم نہیں رہ سکتا ہے
اور تخمی درخت صدہا سال کے اس وقت باغات میں موجود ہیں جن کو سوا
بارش کے دیگر مواقع آبپاشی بالکل نہیں ملتی اور وہ صدہا سال تک اسی حالت
قایم رہتا ہے اور اپنی ذاتی قابلیت سے دنیا کو اپنے پھلوں اور اپنے سایہ سے نفع
پہنچاتا ہے مسٹر فرمنگر صاحب یا ان کے قایم مقام کسی ایک قلمی درخت آم کا پتا
میں پتا نہیں بتا سکتے کہ ایک درخت قلمی آم کے سایہ میں فلاں مقام پر کسی
بارات کے اژدہام نے قیام کیا یا فلاں قلمی باغ میں ایک عالیشان مجمع درختوں
کے سایہ میں بارات کے قیام کا یا اور کسی مجمع کا ہوا جس میں صدہا اہل بارات اور
اس کے لوازمات متعلقہ مثل گاڑی بیل گھوڑا۔ اونٹ ہاتھی ٹھیرے تھے تخمی
درخت صدہا فرداً فرداً اور باغات ہزارہا تخمی آموں کے ایسے موجود ہیں جن کے
سایہ میں اب بھی صدہا باراتیں اثناء سفر میں قیام کرتی ہیں۔ تمام انگریز

درخت جلد پھل دینے لگتے ہیں اور تھوڑی جگہ اِن کو درکار ہوتی ہے اور
اسی لئے چھوٹے رقبات میں لگائے جاسکتے ہیں اِن میں کھاد بآسانی
دی جاسکتی ہے اور اِن کی جڑوں کی قطع برید میں سہولت ہوتی ہے

بقیہ نوٹ نمبر ۲ - انگریز اپنے دورہ کے زمانہ میں زیر سایہ درخت آم اپنا ڈیرہ نصب
کراتے ہیں اور گرم موسم کے آغاز میں دورہ کی صعوبتوں سے بچتے اور آرام پاتے

ہیں پھر میں کس طرح مان لوں کہ آم کے قلمی درخت نے تخمی سے زیادہ پھل
دیئے جب درخت ہی اتنا بڑا نہ ہوگا تو اتنی کثرت سے پھل کہاں سے لائے گا
البتہ یہ فرمائے کہ قلم سے یہ آسانی ہے کہ آم جلد کھانے کو ملجاتا ہے اور باغ جلد
تیار ہوجاتا ہے تو میں مان بھی لیتا اِس کی وجہ یہ ہے کہ اصل درخت جس کا قلم
لگایا جاتا ہے وہ قدیم ہوتا ہے اور اس میں پھل دینے کا مادہ موجود ہوتا ہے
جس کا نتیجہ قلم لگانے سے جلد مرتب ہوجاتا ہے - اب رہی یہ بات کہ پھل عمدہ
اور زیادہ قلم سے ہوجاتا ہے یہ بالکل غلط ہے - یہ زمین کی عمدگی پر منحصر ہے -
چنانچہ میرا تجربہ اور مشاہدہ دونوں ہیں بنارس کا لنگڑا جو تمام عالم میں مشہور ہے اُس کے
اصلی درخت کا پھل اتنا بڑا دیکھنے میں نہیں آیا جتنا بڑا اِن قلمی درختوں کا پھل تھا اصلی
جو اصلی درخت سے اُتار کر دوسری جگہ لگائے گئے لیکن بارآوری
اتنی زیادتی سے نہیں ہوئی جتنی کہ اصلی درخت میں ہوتی تھی وجہ یہ ہے کہ بنارس
کی آبادی منطقہ حارہ کے قریب ڈہائی یا تین درجہ پر واقع ہوئی ہے اس لئے وہاں

اور جب ان کے پھل پختہ ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو ان پر جال پھیلا کر پرندوں کے حملوں سے پھلوں کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ گرمی بھی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے اس لئے بمقابلہ دوسرے مقامات کے اُسی نسبت سے آفتاب کی گرمی رطوبت کو زیادہ کھینچتی ہے تو پھل چھوٹا مگر بکثرت پیدا ہوتا ہے پتے بھی آم کے درختوں کے وہاں بمقابلہ مرطوب اور ٹھنڈے مقامات کے چھوٹے ہوتے ہیں یہ عمل قدرتی عموماً ہر قسم درخت کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ان خاص و نازک پودوں کے ساتھ جو مثل آم وغیرہ کے ہیں ہوتا ہے مگر بعض سنگین اقسام جو مثل کٹہل ناریل تاڑ وغیرہ کے درخت ہیں اُن کی یہ کیفیت نہیں ہوتی چنانچہ مشرقی مقامات کے اکثر درختوں کی حالت یہ ہے کہ اِن کے پتے بمقابلہ شمالی ہند کے درختوں کے چھوٹے ہیں لیکن یہ کلیہ نہیں ہے زمانہ سابق میں جبکہ لنگڑہ کی قلم بنارس سے پہلے پہلے آکر رام پور۔ پیلی بھیت۔ سہارنپور وغیرہ کے ٹھنڈے مقامات پر لگائے گئے اور اُن کو وہاں کی آب و ہوا موافق آئی تو درخت بھی جلد بڑھے تنا در بھی ہوئے اور پھل بھی قد میں دونے تک بڑھ گئے عموماً پھل کا خاصّہ ہے کہ جب اُس کی نشو نما اچھی آب و ہوا میں ہوگی تو وہ نہایت شاداب لذیذ اور تنا ور بھی ہوگا اس لئے کہ اُن کی بالیدگی زیادہ تر کثرتِ رطوبات لطیفہ پر منحصر ہے۔ البتہ میں اس ترکیب قلم کو زیادہ پسند کرتا ہوں اور اس کے موجد کی تعریف کرتا ہوں خواہ وہ ہندی ہو یا یورپین۔ مغلی ہو یا چینی۔ یونانی ہو یا مصری۔ حقیقتاً قلم کا رواج پچاس

اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے متعلق ایک باغ آموں کا تھا جس کے
درخت خوب ہرے اور شاداب تھے اور عمدہ قسم کے آم اس باغ کے
شمار کئے جاتے تھے لیکن یہ باغ پھلتا بہت کم تھا اور جب کبھی کچھ
تھوڑے بہت پھل آتے تو وہ اچھے اور لذیذ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن
ان درختوں سے پیوند کر کے جو درخت تیار کئے جاتے اور دوسرے مقامات
پر لگائے گئے تھے اُن کے پھل نہایت لذیذ اور نفیس ہوتے اور سالا نہ
آم آیا کرتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ پیوند کا طریقہ جو یورپ میں اس قدر
کارگر اور مفید ثابت ہوا ہے اس کو اگر یہاں رواج دیا جائے تو اسی قدر

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ سال کے اندر زیادہ ہوگیا ہے اور تخمی آموں کے باغوں کو قلمی
کی صورت میں بدل دینے سے ملک نے دو قسم کا نفع اُٹھایا ایک تو لکڑی کی قیمت
قرار واقعی بوجہ ضروریات کے بڑھ گئی دوسرے ہر قسم کے قلمی باغات جلد تیار ہوئے
اور ان کے پھل بھی گراں فروخت ہوئے جس سے زیادہ مالی نفع اوٹھایا یہ بھی
دلیل قلمی آموں کے کمی پیداوار کی ہے۔ کیونکہ تخمی آم جس قدر زیادہ ہوتے تھے اتنے ہی
ارزاں بکتے تھے اور قلمی جس قدر کم ہوتے ہیں گراں بکتے ہیں اور اب بھی جتنے تخمی آم
زیادہ ہیں اُتنے ہی ارزاں ہیں اور قلمی پھر بھی تخمی سے کم ہیں اور گراں بکتے ہیں مگر جتنے
تخمی آم دیرپا ہوتے ہیں اُتنے قلمی نہیں ہوتے قلمی آم بوجہ نزاکت و نفاست کے
جلد پختہ ہوجاتا ہے اس لئے ابتدا میں ان کی کثرت ہوجاتی ہے اور آخر میں تخمی

مفید اور نفع بخش ہوگا۔ اس کے دو طریقے ہیں یا تو ابتداً سال میں دو بار ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ پودے کو نصب کردیا جاوے یا یہ کہ جڑ کو سالانہ اس طرح کاٹ دیا جائے کہ زمین میں ہر طرف نہ پھیلنے پاویں بلکہ ان کا ایک محدود گچھا بن جاوے۔ اس طرح کرنے سے درخت پست قامت رہیں گے اور ان کی جڑیں زمین کے اندر دور تک نہیں

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ رہ جاتے ہیں بعض قلمی آم بھی مثل فصلی وغیرہ کے ایسے ہیں جو بدیر تیار ہوتے ہیں مگر بہت کم ہوتے ہیں اس بنا پر وہ نہایت گراں فروخت ہوتے ہیں بعد اختتام فصل آنبہ بدیر میسر آنا ان کا دلیل دیرپائی کی نہیں ہے بلکہ وہ نشو نما ہی بدیر پاتے ہیں اس لئے بدیر تیار ہوتے ہیں اس اعتبار سے اگر ان کو دیرپا کہہ لیا جاوے تو مضائقہ نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تمام فصل آنبہ گزرنے کے بعد بھی وہ میسر آجاتے ہیں۔ لیکن اسی طرح دوسرے تخمی آم مثل سانونیا۔ بھدنیاں وغیرہ بھی اس کے بعد ملتے ہیں زیادہ دیر تک وہ آم باقی رہتا ہے جن کے پوست مضبوط ہوتے ہیں بعض آم باریک پوست کے بھی دیرپا ہوتے ہیں بعض دبیز پوست کے دیرپا ہوتے ہیں مثلاً حیدرآبادی۔ مرغوبہ۔ طوطا پری وغیرہ وغیرہ اس طرح بھوپال کا کریلہ۔ لکھنؤ کا سفیدہ۔ دسیری وغیرہ باریک پوست کے ہیں مگر دیرپا باریک پوست کے آموں میں لنگڑہ بھی زیادہ دیرپا ہے علاوہ ان کے اور بھی بہت سے آم دیرپا تخمی و قلمی ہیں۔

جاسکیں گی۔

پھل دار باغات پر آفتاب کی روشنی اور دھوپ بلا روک پڑنی چاہیئے جس زمین میں درخت نصب کئے جاویں اُس کو شروع ہی سے عمدہ اور زوردار ہونی چاہیئے آبپاشی کے لیئے سطح باغ سے بلندی پر پانی کا ذخیرہ ہونا چاہیئے یا کنویں ہوں جس سے آب رسانی عندالضرورت بخوبی ہوسکے۔ باغ کے لئے زمین ہلکی اور ملایم ہو تو زیادہ مناسب ہے زمین کو ہموار اور مسطح ہونا چاہیئے نشیب و فراز نہ ہو۔ زیادہ ڈھلواں زمین باغ کے لئے موزوں نہیں ہوتی اور سرد ممالک میں جنوب رویہ زمین انتخاب کی جائے۔ اگر پانی کے نکاس کا انتظام معقول ہے اور کھاد باوقات و بمقدار مناسب دیجاوے تو زمین کی حالت بہت کچھ جلد درست ہو جاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قدر جو باغ زیادہ پھلتا ہے اُسی قدر زیادہ زمین کی قوت کھینچتا ہے اور زمین کو کمزور کر دیتا ہے۔

جب تک درخت پھل لاتے رہیں زمین کی طاقت کو قایم اور برقرار رکھنا لازم ہے۔ پہلا عمل یہ ہے کہ دو تین فیٹ تک گہری نالیاں کھود کر دیکھ لیا جائے کہ نیچے کی زمین کی کیا کیفیت ہے اور کہاں تک مصنوعی طریقہ سے پانی کے نکاس کا انتظام کرنے کی حاجت ہوگی اگر نیچے کی تہ میں مورم۔ کنکریٹ یا بالو ہو تو پانی کا نکاس بخوبی ہوتا رہے گا۔ چکنی

مٹی کی صورت میں پانی کے نکاس کا انتظام ضروری ہے میوہ دار درختوں کی جڑوں میں پانی کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اس باعث سے اور نیز دیگر وجوہ سے جڑوں کا سطح زمین کے قریب رہنا مناسب و ضروری ہے۔

جے کم رن صاحب فرماتے ہیں کہ میوہ دار درختوں میں پھول بکثرت آویں تو ان کے پھولوں کو کم کر دینا چاہیئے۔ ترکیب یہ ہے کہ جب پھولوں میں پھل پڑنا شروع ہو جاویں تو فوراً ان کو توڑ کر کم کر دیا جاوے اور اس سے بہتر ترکیب یہ ہے کہ قبل کھلنے کے کلیوں کو توڑ دیا جاوے اس میں نفع یہ ہے کہ آیندہ سال میں پھر پھلنے کی قوت درخت میں باقی رہتی ہے اور پھل اچھے اور خوش ذائقہ اُترتے ہیں یورپ کے باغبان اس ہی ترکیب پر عمل کرتے ہیں اور بہت کچھ نفع اُٹھاتے ہیں لیکن ہندوستان میں اس کا رواج کم ہے۔

مارِس بڑا

اِس پھل کا وطن "مک زی کو" ہے ماہرین کا بیان ہے کہ اِس کا

درخت بیل دار ہوتا ہے۔ اس کے پھول مثل پھاوڑے کے ہوتے ہیں اور مثل اناناس کے رس دار پھل ہوتا ہے۔ لیکن یہ مجھے نہیں معلوم کہ نفیس اور ذائقہ دار بھی ہوتا ہے اور کاشت کس طرح کیجاتی ہے۔

"تاڑ"

تاڑ کا درخت بنگال میں عموماً ہر جگہ دکھائی دیتا ہے جاڑہ کے موسم میں سیاہ رنگ کے پھل دیتا ہے۔ اوپر کا چھلکا جدا کر دینے سے اندر لیس دار مغز بچہ کی کھوپری کے برابر کا نکلتا ہے ہندوستانی لوگ اُسے کھاتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ یورپین صاحبان کو مرغوب نہ ہوتا ہوگا۔ مگر لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا مربّہ بنایا جاتا ہے اور مرغی کے انڈے کی برابر کے پھلوں کو کاٹ کر چٹنی بھی بنائی جاتی ہے۔

نیم پختہ اندر کا مغز لذیذ ہوتا ہے اور بازاروں میں بکثرت گرمی کے موسم میں فروخت کے لئے لایا جاتا ہے۔ اپریل و مئی کے مہینوں میں جب خشکی بڑھ جاتی ہے تو اس زمانہ میں اندر کا مغز مفرح اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔

ناریل

نشیبی بنگال میں معمولی قسم کا ناریل جو عموماً دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی قسم کا ہوتا ہے جن کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ دی کنگ کوکانٹ ٹری۔ طویل القامت درخت نارجیل مسٹر رابن سن فرماتے ہیں کہ اس قسم کے ناریل کا پھل بہت خوبصورت

نوٹ نمبر ۳۔ حضور سرکار خلد مکاں نے ۱۲۹۲ھ ہجری میں میرے والد ماجد میر سید احمد صاحب کو اپنے خاص باغ نشاط افزا کی تیاری کے واسطے بلایا تھا گو میری عمر اُس وقت کم تھی تاہم مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے باغ نشاط افزا میں دو درخت نارجیل متصل چاہ جو کوٹھی کے قریب واقع ہے دیکھے تھے اسی طرح پر بلدہ بھوپال کے دوسرے باغات میں ایک دو درخت نارجیل کے اور بھی تھے یہاں کی خلقت ان کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور عجیب درخت خیال کرتی تھی جس زمانہ میں کہ میں نے باغ نشاط افزا میں وہ درخت دیکھے تھے اُس وقت ان درختوں کی بلندی ۸ فیٹ سے زیادہ نہ تھی مگر اُن کی نگرانی اچھے طور پر کی جاتی تھی اور کبھی کبھی اُن میں گوبر کی سڑی ہوئی کھاد بھی دی جاتی تھی جو اُن کے لئے مفید تھی اس زمانہ سے اب تک کے تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ اگر ناریل کے درخت یہاں لگائے جاویں اور غور و پرداخت

سنہرا نارنجی رنگ کا ہوتا ہے پندرہ بیس فیٹ سے زاید بلند نہیں ہوتا
صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ یہ قسم اعلیٰ درجہ کے ناریل کی ہے
عامتہً ہر جگہ نہیں ہوتا۔ سیلون میں اس کی کاشت ہوتی ہے بڑے بڑے

بقیہ نوٹ نمبر ۳۔ کی جاوے تو اُن کی بالیدگی اور بارآوری میں شک نہ ہوگا۔
میدانی مقامات کی آب وہوا ان کے لئے مفید ہے پہاڑی مقامات مثل باغیچہ
لال کوٹھی واحمد آباد کی زمین اس درخت کی کاشت کے لئے زیادہ مفید ومناسب
نہیں ہے جو درخت میدانی مقام میں لگائے گئے وہ زیادہ قوی اور سرسبز ہوئے
بمقابلہ پہاڑی مقامات کے ناریل کو آبپاشی کی کمی اس کے اطراف کی زمین کو
نرم نہیں رکھ سکتی اس لئے کہ اس میں کشش کا مادہ زیادہ ہے دراں حالیکہ
اطراف درخت کی زمین نرم نہ ہوگی تو اس کی جڑوں کو پھیلنے کا موقع نہ ملے گا
جس سے درخت کی بالیدگی کم ہوگی اور وہ بدرونق ہوکر ضائع ہوجائے گا اس
لئے اس کو زیادہ آبپاشی درکار ہے۔ بارش کے زمانہ میں اس کو قدرتاً زیادہ پانی ملتا
ہے جو اس کے لئے مفید ہے لیکن بارش کا پانی اس کی جڑوں کے پاس بھرا
رہنے سے میں نے اکثر دیکھا ہے کہ درخت خراب ہوجاتا ہے خودرو ناریل کے درخت
بیشتر دریا اور سمندر کے کناروں پر دور دور بکثرت ہوتے ہیں اور قدرتاً یہ درخت نمکین
اور کھارے پانی کو زیادہ پسند کرتا ہے اس لئے ناریل کے درختوں کی جڑوں میں
یا تھالیوں میں نمک وشورہ پھینک ڈالتے ہیں اور کبھی کبھی مذکورہ بالا اجزا کو پانی کی

امرا اور صاحبانِ یورپین کے باغات میں اِس کے درخت خاص خاص ہوتے ہیں۔

۲۔ ڈوارف کوکانٹ۔ پستہ قامت درخت ناریل۔ صاحب موصوف

بقیہ نوٹ نمبر ۳۔ آمیزش سے رقیق کرکے دیتے ہیں۔ گھوڑے کی لید کی گلی ہوئی کھاد بھی ٹھنڈے اور بارش کے موسم میں دینا مفید ہے لیکن بعض ناتجربہ کاران اجزا کے استعمال میں بعض وقت فاش غلطی کر جاتے ہیں کہ وہ چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا درخت نصب کرتے ہی کھاد مذکور کا استعمال شروع کر دیتے ہیں جو بجائے نفع کے ضرر پہنچاتا ہے اس ضرر کی یہ وجہ ہے کہ درخت نصب ہوتے ہی زمین نہیں پکڑتا ہے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد وہ زمین سے مانوس ہوتا ہے۔ جب تک درخت اچھی طرح زمین سے مانوس نہ ہو جائے اُس کی جڑیں اپنے اطراف کی زمین نہیں پکڑتیں اور نہ زمین سے اپنی غذا حاصل کرنے کی قوت رکھتی ہیں ایسی حالت میں کھاد مذکور کا استعمال کرنا مضر ہے۔ نمک۔ شورہ و لید کی کھاد درختان ناریل کے نصب کرنے کے بعد اس وقت دینا چاہیئے کہ جب زمین کو پکڑ لیں البتہ قبل اِس کے آبپاشی زیادہ کرنی چاہیئے تاکہ درخت ٹھنڈے اور پانی کو جذب کرتے رہیں اسی ترکیب سے کچھ عرصہ بعد جڑیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں جو اِس کے استحکام اور پرورش کا باعث ہوتی ہیں جس سرزمین پر سرما میں برف گرتا ہو وہاں نئے درختوں کو سردی سے بچانا چاہیئے موسم گرما میں درختوں کو چٹائیوں وغیرہ سے

کا قول ہے کہ زاید سے زاید اِس کا درخت پندرہ فیٹ بلند ہوتا ہے اور سیلون یعنے لنکا کے باغات میں دستیاب ہوتا ہے۔

۳۔ دی برہمن کوکانٹ۔ اِس قسم کے ناریل کا پھل بھی خوبصورت

بقیہ نوٹ نمبر ۳۔ چھپانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ زیادہ پانی دینا چاہیئے تاکہ جزو بدن ہو کر درخت میں شادابی پیدا ہو چٹائی یا گھانس سے چھپا دینے کی حالت میں ہوا رکنے سے ایک قسم کی گرمی پیدا ہو کر درختوں کے پتّے زرد ہو جاتے ہیں جو یقیناً درختوں کے ضائع ہونے کا باعث ہے یہاں کے باغات میں بھی خال خال ناریل کے درخت ہیں جو پھل دیتے ہیں اُن کا پھل بیضاوی ہوتا ہے اور پھلوں کے اندر سے دودھیا پانی نکلتا ہے ناریل کا دَل کسی قدر کم ہوتا ہے۔ میں نے بہت سے اقسام ناریل کے انگریزی باغات میں دیکھے ہیں اول یہ درخت بڑی کونڈیوں ناندوں اور ٹبوں میں لگائے جاتے ہیں اور آرایش کے مقامات۔ مکانات۔ کوٹھیاں اور باغات میں رکھے جاتے ہیں۔ جب درخت بڑے ہو جاتے ہیں تو کونڈی یا ٹب سے نکالکر زمین میں مناسب موقع پر منتقل کر دئے جاتے ہیں۔ ۷ یا ۸ فیٹ تک کے درخت نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اور جب رفتہ رفتہ زیادہ بلندی حاصل کرتے ہیں تو خوبصورتی میں کمی آجاتی ہے اس کے پھولوں کو کیڑے زیادہ ستاتے ہیں لہذا اُس کی حفاظت کے لئے شوقین لوگ باریک ململ کا ڈھیلا غلاف گل ناریل کے خوشوں پر چڑھا دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے لگائے ہوئے درختوں کا پھل بعجلت

اور بڑا ہوتا ہے۔ رنگ سنہرا ہوتا ہے۔ اس کی قدر صرف اس کے دودھ کے لئے کیجاتی ہے۔ جو اس کے پھل کے اندر رہتا ہے۔ لیکن مغز کے لحاظ سے کچھ اچھا نہیں ہوتا اس کا گودا ادنیٰ قسم کا ہوتا ہے۔

مسٹر لی گوکس ڈی فلکس فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں تین قسم کے ناریل کی کاشت کی جاتی ہے۔ اور علاوہ ان کے چار اقسام کی کاشت جزائر ملحقہ ہندوستان میں کی جاتی ہے۔ جن کی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

اول جو ساحل کارمنڈل میں دیکھا جاتا ہے اس قسم کے ناریل کا

بقیہ نوٹ نمبر ۳۔ کھانا چاہتے ہیں جو ان تدابیر سے ان کو جلد میسر آسکتا ہے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ یہاں کے میدانی مقامات میں جہاں کی مٹی سیاہ ہوتی ہے ریت کا جزو دیکر لگانے میں کامیابی ہوتی ہے پہاڑی مقامات پر چار چار فیٹ گہرے اور چوڑے گڈھے کھود کر کالی مٹی میں ریت کا جزو ملا کر ان میں درخت لگایا جائے اور ہر دو مقامات پر آبپاشی کا زیادہ خیال رکھا جائے جاڑے کے موسم میں کم اور گرمی میں زیادہ لید کی کھاد سڑی ہوئی اس کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے۔
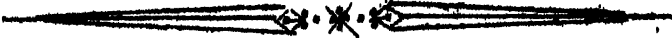
چھلکا نہایت مسطح اور چمکیلا ہوتا ہے سرخی آمیز زرد رنگ کا ہوتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسے ہندو لوگ برہمنی ناریل کہتے ہیں۔ ناریل کے جس جانب آنکھیں ہوتی ہیں اس کا دوسرا جانب بہ نسبت دیگر اقسام کے زیادہ پھولا ہوا ہوتا ہے اور چھلکا چھڑانے کے بعد بھی بہ نسبت بالائی سرے کے حصۂ زیرین زیادہ چپٹا اور چوڑا ہوتا ہے۔

۲۔ کناڈا کا ناریل۔ اس قسم کے ناریل کا پھل بیضاوی ہوتا ہے اور اس کا چھلکا بہت سخت اور پائدار ہوتا ہے اس کی جٹائیں گہری سبز رنگ کی ہوتی ہیں اور اس کی نسیں چونکہ کسی قدر اُبھری ہوئی ہوتی ہیں اس لئے دکھائی دیتی ہیں۔ مگر چھونے میں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اُبھری ہوئی ہیں یا مسطح۔

۳۔ ملا بار کا ناریل۔ اس قسم کے پھل کا وہ حصہ جو شاخ سے لگا رہتا ہے چوڑا ہوا کرتا ہے۔

۴۔ جزیرہ مالڈیوس کا ناریل ریگستانی جزائر مالڈیوس کا ناریل بہت چھوٹا اور گول ہوتا ہے۔ اس کے جوڑ نمایاں ہوتے ہیں اور سامنے کی طرف بمقابلہ حصہ زیرین زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔

۵۔ جزیرہ ایکیم کا ناریل۔ یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ درمیان جزیرہ سنڈا اور جزیرہ ملکاس کے واقع ہے۔ اس کا پھل نہایت چھوٹا مگر نہایت پُر مغز

ہوتا ہے اس کے اندر پانی کی جگہ مغز ہی ہوتا ہے۔ پانی صرف نام کو ہوتا ہے

۶۔ ناریل جس کا وطن جزائر نیکوبار ہے یہ جزیرہ خلیج بنگالہ کے بالائی جانب ہے اور اس کا پھل تمام اقسام کے پھلوں سے بڑا اور مثلث شکل کا ہوتا ہے اس کی جٹائیں زیادہ دبیز ہوتی ہیں اور چھلکا دونوں جانب سے کسی قدر دبا ہوا اور گول ہوتا ہے اور چونکہ اس کا بالائی حصہ بہت پتلا ہوتا ہے اس لئے اس کا نام نوکدار ناریل ہے۔

۷۔ سیلون کا ناریل نہایت لانبا اور بیضاوی شکل کا ہوتا ہے۔

صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ناریل بونے کے اٹھارہویں یا انیسویں دن زمین کے اندر سے اس کا انکھوا مثل ہاتھی دانت کے سفید رنگ کا نکلتا ہے اور خوب چکنا ہوتا ہے تقریباً دو تین ہفتے تک وہ ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔ بہت ملایم اور شیریں اور خوش ذائقہ ہوتا ہے اور بالو میں بھونکر یا خام کھانے میں ملایم اور خوش ذائقہ معلوم ہوتا ہے۔ اکثر خوش خوراک یورپین صاحبان کی میزوں پر لایا جاتا ہے۔

سیلون میں ناریل کی کاشت کا طریقہ سر۔ ای ٹننٹ صاحب حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

ساحل سمندر سے جس قدر دور لیجا کر ناریل کا درخت نصب کیا جائے گا اسی قدر اس کی بالیدگی کم ہوگی اور پھل بھی کم لائے گا۔ ابتداً خوب سیرابی کی

ضرورت ہوتی ہے۔

پختہ ناریل کو اپریل کے مہینے میں زمین میں گاڑ دیتے ہیں اور ایک انچہ بالو اور سمندری سوار۔ یا ملایم کیچڑ سے ڈہانک دیتے ہیں اور تا وقتیکہ جم نہ آوے روزانہ پانی دیتے رہتے ہیں۔ ستمبر میں تین تین چار چار فیٹ عمیق گڑھوں میں اور بیس سے تیس فیٹ کی دوری سے نصب کر دئیے جاتے ہیں گڑھوں میں نصب کرنے کے قبل عام دستور ہے کہ جڑوں کے نیچے ایک تہ ملایم کیچڑ اور سوار کی رکھ دیتے ہیں اور ابتدأ دو تین سال تک خوب آبپاشی کرتے رہتے ہیں اور آفتاب کی تمازت سے بچانے کے لئے درخت کے اوپر ایک چٹائی پھیلا دیتے ہیں۔ دو سال کے بعد پھر آبپاشی کی ضرورت باقی نہیں رہتی ایک ایک سال کے ناغہ سے جڑوں میں تازی سوار اور نمک کی کہاد دیتے ہیں۔ پانچ برس میں درخت پھول لانے کے قابل ہو جاتا ہے اگر کسی وجہ سے دیر لگتی ہے تو سات برس میں ضرور پھول لاتا ہے اور پھل بھی دیتا ہے ایک سال میں ناریل پختہ ہوتا ہے۔ ہندوستان میں دیگر اقسام کے بھی ناریل مثلاً سیامیز۔ حبشی۔ سنہرا۔ سبزہ کی بھی کاشت ہوتی ہے آخر الذکر ہر دو اقسام کی کاشت لنکا میں کی جاتی ہے۔ سمندر سے بہت دور جب اس کا درخت لگایا جاتا ہے تو اس پر بڑے قسم کا بھونرا زیادہ حملہ آور ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے ایک قسم کا کیڑا بے پر کا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ بھونرے

کے پکڑنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اِس کے سوراخ میں آہنی تاروں کا
ہُک ڈالکر اِس کو پکڑ کر کھینچ لیا جاوے۔ لیکن کیڑے کا پکڑنا اور دور کرنا ذرا
مشکل ہے اسکے سوراخ میں اگر برابر نمک ڈالتے رہیں تو کچھ بناو ہو جاتی ہے۔
ہندوستانی لوگ اس کو بہت ضروری خیال کرتے ہیں کہ ستمبر کے مہینہ
میں جڑ کے نزدیک کے زاید پتے توڑ دئے جائیں۔ اِن کا خیال ہے کہ اگر
زاید پتے نہ چھانٹے گئے تو درخت کمزور ہو جاتا ہے اور اپنی عمر کو پہنچکر کم پھلتا
ہے۔

غالباً یہ بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ پہاڑی علاقوں میں ناریل کی کاشت نہیں
ہو سکتی لیکن قلیل القامت ناریل کا درخت بغرض آرایش لگایا جا سکتا ہے۔

کھجور

کھجور کے درخت قریباً تمام ہندوستان میں پائے جاتے ہیں لیکن عرب

نوٹ نمبر ۱۴۔ اِس جگہ پر اس امر کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ کھجور۔ تاڑ۔ ناریل
اور دیگر اقسام تاڑ یہ سب ایک ہی جنس ہیں اِن کے افعال اور خواص البتہ جدا جدا ہیں۔
جس طریق پر کہ ناریل کی کاشت کا بیان کیا ہے اُسی طرح کھجور کی بھی کاشت کی جا سکتی ہے
اطراف شہر بھوپال اور مفصلات میں کھجور جس کے پھل میں کسی قدر مغز ہوتا ہے غربا اس کو

کی کھجور کا درخت بنگال میں نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر بوناویہ صاحب نے بڑی محنت اور
کوشش کے ساتھ خلیج فارس سے اس کے تخم اور پودے منگاکر ہندوستان
کے ان مقامات میں پہنچائے جہاں کی زمین اور آب وہوا اس کے لئے موافق

بقیہ نوٹ نمبر ۴۱ - پال میں لگاکر بکثرت کھاتے ہیں میں نے بھی کھایا ہے جن پھلوں
کا پال اچھی طرح سے لگایا جاتا ہے تو وہ شیریں ہوتے ہیں جن پھلوں کی پال خراب طریق
پر یا قبل از وقت لگائے جاتے ہیں اُن کا ذائقہ خراب ہوتا ہے اور اُن میں خشکی بھی زیادہ
ہوتی ہے بلکہ سیٹھے ہوتے ہیں کھجور کے پتوں سے چٹائیاں اور پنکھے بنائے جاتے ہیں جو
نہایت کارآمد ہوتے ہیں اور اکثر شائقین تاڑی بھی نکالتے ہیں مگر بہت کم۔ ایک قسم
کھجور کی یہاں ہے جس کو بھون کھجور کہتے ہیں اسکا درخت چھوٹا ہوتا ہے مگر خوشے بڑے
اور پھل چھوٹے ہوتے ہیں پختگی پر اُس کے پھل فی الجملہ سیاہی مائل ہوتے ہیں۔
مذکورۂ بالا کھجور کے مقابلہ میں یہ کھجور کسی قدر پُر مغز اور شیریں ہوتی ہے کھجور کے درخت جو
یہاں میدانی مقامات پر ہیں وہ زیادہ سرسبز قوی اور بلند ہوتے ہیں۔ اور جو پہاڑی مقامات
پر ہیں وہ کسیقدر سرسبزی وشادابی میں کم پائے جاتے ہیں۔
میں نے مسٹر ریڈلی صاحب سپرنٹنڈنٹ باغات اودھ کی معرفت کئی قسم کی کھجور
کے درخت ہارٹیکلچرل گارڈن لکھنؤ سے منگاکر بھوپال کے عیش باغ میں اس طرح بوئے
تھے کہ اول بڑے بڑے لکڑی کے ٹبوں میں اُنکو لگایا تھا سالہا سال تک ان سے
آرایش کا کام لیا گیا جب اُن کی جڑیں بہت موٹی ہوگئیں اور ٹبوں میں رہنے کے

خیال کی گئی۔ خاصکر اضلاع مغربی شمالی پنجاب میسور۔ سندھ۔ بمبئی اور راجپوتانہ۔ اِن تمام مقامات میں درخت خوب بڑے ہوئے لیکن بار آوری کے آثار نہیں پائے گئے کہ آیندہ چلکر امید کی جا سکے کہ خشک سالی اور قحط

بقیہ نوٹ نمبر ۴۔ لایق نہ رہے تو اُن کو زمین میں نصب کیا اُس وقت اُنھوں نے قوت پاکر زیادہ ترقی حاصل کی اور اِن میں سے بعض میں چھوٹی چھوٹی کھجوریں آئیں جن کا رنگ اول سبز تھا اس کے بعد سرخی آئی اور پھر سیاہ ہو گئیں لیکن اُن کا ذائقہ سیٹھا تھا جیسا کہ سادی چھالیہ کا ذائقہ ہوتا ہے دریافت اور تحقیقات سے معلوم ہوا تھا کہ پھل کمزور آئے تھے اس لئے اپنی اصلی قد و قامت سے چھوٹے اور کمزور تھے بدنیوجہ بدذائقہ تھے میرے اندازہ کے مطابق یہ بار آوری درختان کھجور میں چودہ سال کے بعد ہوئی تھی پھر اس کے بعد میں وہاں نہ رہا اس لئے آیندہ مجھے ان کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ بہرحال اِس ملک میں کھجور کی کاشت کے واسطے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو ناریل کے لئے مذکور ہوا ہے اِس قدر لکھنا ضروری ہے کہ کھجور کا درخت بمقابلہ ناریل زیادہ سخت جاں ہوتا ہے۔ اس کیلئے موسم سرما میں سردی سے بچانے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن موسم گرما میں آبپاشی ضرور ہونا چاہیئے ورنہ درخت زرد اور کمزور ہونگے اسکے لئے بھی لید کی کھاد اور شورہ و نمک کھارا پانی مفید ہے۔

کے سالوں میں اسکے پھلوں سے غربا کی شکم پروری ہو سکے۔ بنگال میں معمولی اور عرب کے ملک کی کھجوروں کے درخت ہیں لیکن ان کے پھل نہایت ادنی قسم کے ہوتے ہیں گذشتہ دس سالوں میں جنوبی ہندوستان میں تجربہ سے پورے طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ ملک عرب کی کھجور ہندوستان میں کسی جگہ بھی بارآور نہیں ہوتی۔ معدودے چند درخت جو پھلتے ہیں وہ پختہ نہیں ہوتے اور کسی طرح کھانے کے قابل نہیں ہوتے لیکن ممالک مغربی و شمالی راجپوتانہ اور سندھ میں جو تجربات ہوئے ہیں اُن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ بمقابلہ دیگر حصص کے ممکن ہے کہ کسی قدر کامیابی ہو۔ مسٹر ڈبلو گالن صاحب مہتمم باغات سہارن پور نے حال ہی میں تحریر فرمایا ہے کہ کھجور کے درخت باستثنار چند خوب بڑھے اور تناور درخت ہوئے ہیں لیکن اِن کے پھل اب تک بہت ادنی قسم کے تھے منجملہ دیگر درختوں کے سترہ درختوں میں عمدہ قسم کے پھل آئے لیکن اُن کے خوشے بہت چھوٹے اور بازار میں فروخت کے قابل نہ تھے۔

تنبیہ بنگال میں اس درخت کی کاشت پھل کے لئے نہیں کی جاتی ہے بلکہ سیندھی کے لئے جسے ہندوستانی لوگ پیتے ہیں ڈاکٹر بونا ویا صاحب نے ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا ہے جس میں عرب کے ملک کی کھجور کے درختوں کے طریقہ نگہداشت و پرورش کے لئے ضروری معلومات کی تجویز کی

ہے۔ کھجور کے درختوں کو قطاروں میں جن کا باہمی فاصلہ سولہ سولہ فیٹ ہو نصب
کرنا چاہیئے بیج سے بآسانی درخت تیار ہو سکتا ہے۔ شوریلی زمین کھجور کے لئے
بہت مناسب ہوتی ہے۔ شورہ کی کھاد بہت کارآمد ثابت ہوئی ہے جس زمین
میں کھجور کے درخت نصب کئے جاویں اُس میں نمک اور شورہ دونوں ڈالے
جائیں کھجور کے درخت اور تخم اگر اصلی قسم کے حاصل کرنا مقصود ہو تو اگری ہار
ٹیکلچرل گارڈنس لکھنؤ اور گورنمنٹ بوٹانی کل گارڈنس سہارن پور سے حاصل
ہو سکتے ہیں۔

انناس

ہندوستان میں انناس کا درخت ابتداً جنوبی امریکہ سے لایا گیا تھا اور

نوٹ نمبر ۵۔ انناس کی کاشت باقاعدہ یہاں کبھی نہیں کی گئی البتہ میرے والد
مرحوم سید احمد صاحب نے عیش باغ میں ایک مرتبہ انناس کی کاشت کا تجربہ کیا تھا
اور اُس کی پود کلکتہ سے منگائی تھی۔ عیش باغ۔ اسکی کاشت کے لئے تجویز کیا گیا تھا
جو قطعہ اراضی باغ مذکور میں انناس لگانے کے لئے انتخاب کی گئی تھی اُس کے نصف
حصہ پر درختوں کا سایہ تھا اور نصف بالکل کھلا ہوا تھا اُس اراضی کی مٹی چکنی سیاہ رنگ
کی تھی اُس میں معمولی ریت اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اینٹ کے اور گوبر کی سڑی ہوئی
کھاد اور باغات کے سڑے ہوئے کچرے کی مٹی کا جز ملا کر لانبی لانبی کیاریاں ڈھالی

اب تقریباً نشیبی اور مرطوب مقامات پر ہندوستان میں عامتہً ہوتا ہے۔ کلکتہ میں بکثرت ہوتا ہے۔ لیکن ذائقہ اور لذت میں مثل ولائتی اناس کے نہیں ہوتا۔

بقیہ نوٹ نمبر ۵۔ ڈہائی فیٹ چوڑی بنائی گئی تھیں ایک درخت دوسرے درخت سے ۴ فیٹ کے فاصلہ پر لگایا گیا تھا ہفتہ وار آبپاشی چرس سے کی جاتی تھی ہفتہ کے آخر میں جب زمین خشکی پر آجاتی تھی تو گوڑا دیا جاتا تھا اور تمام دن اُسکو بلا پانی رہنے دیتے تھے دوسرے روز اُس کی آبپاشی کیجاتی تھی جو ہفتہ وار ہوتی تھی۔
آبپاشی سے اکثر درختوں کے اطراف کی مٹی بہ جاتی ہے اور نشیب واقع ہوجاتا ہے اُسکو سڑے ہوئے گوبر کی کھاد سے پُر کردینا چاہیئے۔
جس قدر حصّہ زمین کا درختوں کے سایہ میں تھا وہاں کے درخت سُست اور چھوٹے رہے اور جسقدر درخت کھُلی ہوئی زمین میں تھے وہ بڑے اور شاداب تھے اور آخر میں بہت سے درختوں میں پھل آئے۔ خوش ذائقہ اور بڑے بڑے ہوئے سرکار اور امراء بھوپال کی خدمت میں بغرض دریافت ماہیتِ ذائقہ پیش کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اچھے ہوئے اُس سے تجربہ ہوا کہ اگر بھوپال کے میدانی مقام پر اناس کی کاشت کی جاوے تو ضرور ہوگی۔ موسم سرما میں ہفتہ وار اور موسم گرما میں جلد جلد پانی دینا چاہیئے تاکہ درخت مضمحل نہ ہوں۔ البتہ بارش میں کیاریوں میں پانی بھرا نہ رہے کیاریاں ڈھلواں کردی جاویں تاکہ بارش کا پانی نکل جاوے۔

انناس بنگالہ۔ اگر کھلی ہوئی کیاریوں میں کاشت کیا جائے تو اِسکے پھل اچھے ہوں گے وجہ اِس کی یہ ہے کہ وہاں اکثر سایہ دار اور خراب زمینوں میں بوتے ہیں۔ حرارتِ آفتاب سے محروم رکھتے ہیں دانے اچھے اور خوش ذائقہ نہیں ہوتے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۵۔ انناس کے درختوں کے پتّے کو پانی سے اِس لئے دھوتے ہیں کہ پتے کے مسامات جو گردو غبار سے بند ہو جاتے ہیں وہ پانی سے دھلکر کھل جائیں تاکہ پتّے ہوائی مادے کو جذب کر سکیں اور زاید جذب کردہ پانی خارج ہو سکے۔

۲۔ انناس کے درخت مصنوعی پہاڑیاں بنا کر بلند سایہ دار درختوں کے نیچے لگائے گئے تھے اِن پہاڑیوں کی تیاری میں ریت وسیاہ مٹی و گوبر کا کھاد اور سڑے ہوئے کچرے کی مٹی اور جلی ہوئی اینٹ جس کو یہاں کھنجر کہتے ہیں اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ملا کر پہاڑیاں تیار کی گئی تھیں اُن پر انناس کے کلّے لگائے گئے تھے اور بعدہٗ تمام پہاڑی کو کھنجر سے چھپا دیا تھا کھنجر میں باریک باریک سوراخ ہوتے ہیں جسمیں پانی بھر جاتا ہے اور وہ جذب کر لیتے ہیں اِس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ درخت عرصہ تک تر اور ٹھنڈے رہتے ہیں پہاڑیوں پر ہزارے کے ذریعے سے دیر تک آبپاشی کیجاتی تھی تاکہ پہاڑیاں پانی کو بقدرِ ضرورت جذب کریں لیکن بارآوری کم ہوئی اِس سے یہ ثابت ہوا کہ پہاڑیوں نے ڈھلواں ہونے کی وجہ سے پانی کو کم جذب کیا اور گوڑا نہ دینے کی وجہ سے مٹی سخت رہی اس لئے یہ طریقہ مفید ثابت نہیں ہوا۔

ذیل کے اقسام کی کاشت ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں کیجاتی ہے۔

۲۔ انناس لنکا۔ اس قسم کے انناس ہندوستان میں ابتداً مسٹر رابن سن صاحب لائے ہیں۔ خوش ذائقگی کے اعتبار سے بہترین قسم متصور

بقیہ نوٹ نمبر ۵ ۲۔ ناندوں اور کونڈیوں میں بھی بطریق مذکور کھاد مٹی دیگر انناس کے کلے لگاکر فرن گھر میں رکھے تھے لیکن بارآوری کم ہوئی اور جن ناندوں و کونڈیوں میں پھل آئے تھے جب وہ پختہ ہوئے اور خوش بو دینے لگے تو اُن کو بحضور سرکار خلد مکاں تاج محل میں بغرض ملاحظہ ارسال کئے گئے تھے ناند اور کونڈی میں کاشت کرنے سے کامیابی کم ہوئی تھی بہر حال جن طریقوں سے یہاں انناس کی کاشت کی گئی تھی اُسکا مشرح ذکر کیا گیا جس سے یہ ثابت ہوچکا کہ اگر ثمر مذکور کی کاشت یہاں کیجائے تو قدرے غور و پرداخت اور دردسری کے ساتھ ضرور ہوتی ہے یہاں کے پہاڑی مقامات پر اگر کاشت کی جائے تو بمقابلہ میدانی مقامات کے کامیابی کم ہوگی انناس کے لئے نرم اور تر زمین اور کھاد زیادہ ہونا چاہیئے جس سے زمین نرم رہے اور غذا کافی پہنچتی رہے اور اس کی کاشت کا جزو اعظم آبپاشی ہے اس کے اطراف کی زمین اگر سخت ہوجائے گی تو درخت میں بالیدگی کم ہوگی جو بارآوری کے لئے مضر ہے۔

انناس کے درختوں کی افزائش ذریعہ گٹّوں کے کی جاتی ہے۔ آغاز بارش میں ان کے کلّوں کو اور جڑدار درختوں کو حسب مذکورہ بالا طریقہ پر لگانا چاہیئے

ہوتی ہے۔ اس قسم کا پھل بڑا اور حالت خامی میں رنگ سبز اور پختگی پر نارنجی ہوجاتا ہے۔

۳۔ اناناس سلہٹ۔ اس قسم کا پھل چھوٹا اور گٹھا ہوا ہوتا ہے یہ قسم بھی عمدگی میں مشہور ہے۔ حالت خامی میں اس کے پھل کا رنگ سیاہ اور پختہ ہونے پر چمکیلا زرد ہوتا ہے اس کی آنکھیں بڑی ہوتی ہیں۔ اور ایک عمدگی اس قسم کی یہ ہے کہ ہر پھل میں سات یا آٹھ آنکھیں ہوتی ہیں۔

۴۔ اناناس ڈہاکہ۔ یہ قسم اچھی ہے اس کا پوست مسطح اور اس کی آنکھوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

۵۔ اناناس جزیرہ پیناتگ۔ اس جزیرہ سے اناناس کی دو تین قسمیں ہندوستان میں لائی گئی ہیں۔ مگر یہ سب قسمیں بنگال کے اناناس سے بہت مشابہت رکھتی ہیں۔

۶۔ مخروطی شکل کا اناناس۔ اس قسم کے اناناس کا پتا گنے کے پتے کی طرح لانبا ہوتا ہے اور کوئی خاص عمدگی اس میں نہیں ہوتی ہے۔

۷۔ اناناس جاوہ۔ اس قسم کا اناناس غالباً ہندوستان میں جاوہ سے لایا گیا ہے۔ اس کی جنس و قسم سے میں زیادہ واقف نہیں ہوں ہندوستان

بقیہ نوٹ نمبر ۵۔ علاوہ ازیں موسم سرما کے آغاز میں بھی اسکے درخت وکلے لگا جا سکتے ہیں۔

میں بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ اس کا پتا سفید اور کچھ سرخ زرد نشان دار ہوتا ہے۔ کیا عجب کہ صرف پتوں کی خوبصورتی کی وجہ سے لوگ اس کو پسند کرتے ہوں۔

۸۔ اناناس جزیرہ "کے این" اس قسم کے اناناس کی کاشت یورپ میں بکثرت ہوتی ہے۔ اہل یورپ کو یہ قسم بہت مرغوب ہے اور خاص وجہ یہ ہے کہ موسم سرما میں کھانے کے لایق طیار ہو جاتا ہے۔ اس اناناس کی دو قسم ہوتی ہیں۔ ایک چکنی اور دوسری خاردار ۱۸۶۰ء میں اس اناناس کی ایک قسم ہندوستان میں لائی گئی تھی۔ اس کی پتیاں گہری سبز ہوتی ہیں اور انمیں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن دانہ نہیں پڑتا ہے۔

۹۔ ۱۰۔ اناناس بانس کو۔ اور اناناس کوئیں کے لانے والے یورپ سے ہندوستان میں مسٹر ایل بارکلے صاحب ہیں اور اول الذکر اناناس بمقام لاہور شیشہ کے گھر میں پھل لاتا تھا۔

بنگلور میں "ریڈ رپ لے" "گرین رپ لے" اور جزیرہ "کے این" کے اناناس کی کاشت کی جاتی ہے۔ باغات میسور میں اناناس قسم "کیو پائین" کی کاشت ہوتی ہے۔

اناناس ماہ فروری و ماہ مارچ میں پھول لاتا ہے اور اس کا پھل جولائی اور اگست میں پختہ ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ ستمبر اور اکتوبر میں اس کا درخت جیسا بڑھتا ہے بعض دفعہ بجائے بالیدہ ہونے کے بار ثانی پھول دیکر پھل لاتا ہے اور یہ پھل

جاڑہ کے زمانہ میں پختہ ہوتا ہے بے وقت اور خلاف موسم ہونے کے باعث
اس میں ترشی اور بد ذائقگی پائی جاتی ہے اس واسطے اسکا بارشانی پھول لانا
چنداں مفید نہیں کہا جاتا ہے۔

بارش کے بعد تاوقتیکہ دانے نہ پڑ جائیں یعنے فروری و مارچ تک آبپاشی
کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور جب تک کہ پھل کے نمو اور بالیدہ ہونے کا
زمانہ باقی رہتا ہے سیرابی میں کمی نکرنا چاہیئے۔ لیکن جب پھل کے پختہ ہونے
کا زمانہ قریب آجائے تو سیرابی بالکل موقوف کردی جاوے جڑوں کو سیراب
کرنے کے علاوہ ہزارہ یا کسی دوسری چیز سے وقتاً فوقتاً درخت کے باہری حصہ
یعنے پتوں کو دھو دینا چاہیئے تاکہ غبار اور جالے وغیرہ سے درخت صاف ہو جائیں
پتوں اور شاخوں کے کثیف رہنے سے عرق شجری کو پورے طور پر دور اکرنے کا
موقع نہیں ملتا ہے اور جس پانی کو جڑیں جذب کرتی ہیں اس کو اسفل سے اعلیٰ
کی طرف پہنچانے میں کثافت سدباب ہوتی ہے۔

انناس لگانے کا ٹھیک موسم اگست ہوتا ہے اس کے لئے ایسی جگہ
انتخاب کرنی چاہیئے کہ جہاں آفتاب کی روشنی اور حرارت کے پہنچنے اور موجود
رہنے میں کوئی شے مانع نہ ہو۔ انناس کے درختوں کو کیاریوں میں نصب کرنا
چاہیئے۔ کیاریوں کا باہمی فاصلہ کم از کم تین تین فیٹ ہو اور درختوں کا فاصلہ ایک
دوسرے سے دو دو فیٹ ہو۔

گارڈنرس کرانیکل میں ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ انناس کیلئے
ایسی زمین بہت موزوں ہوتی ہے جس میں نصف سیاہ مٹی اور نصف بالو
کی آمیزش ہو۔ اور اُس میں ہڈی کا برادہ یا اس کے ٹکڑے ملے ہوئے ہوں
گارڈنرس میگزین میں ایک دوسرے صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہر حالت
میں زمین کا طاقتور ہونا انناس کے لئے لازمی ہے اور خواہ کتنی ہی زیادہ کھاد کیوں
نہ ملائی جائے پھر بھی انناس کیلئے زائد از ضرورت نہ ہوگی انناس کھاد بہت مانگتا ہے سبز کھاد
اسکے لئے کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ مسٹر اس پیڈ صاحب کی رائے ہے کہ کسی قسم کی کھاد ہو وہ انناس
کیلئے مفید ہوگی۔ انکی رائے ہے کہ فروری کے مہینہ میں جڑوں کو کھول دینا چاہیئے اور
ہر درخت میں ایک ٹوکری بوسیدہ گوبر کی ڈال دینا چاہیئے اور اوپر سے ایک
ٹوکری تازہ لید میں کچرا اصطبل اور اُس کے اوپر ایک ہلکی تہ مٹی کی بچھا دینی
چاہیئے آبپاشی کے لئے نالیاں ہونی چاہئیں۔ اور ہفتہ میں ایک بار ہزارہ یا
ٹونٹی دار ظرف سے پتّوں کو دھو دینا چاہیئے۔ مسٹر اس پیڈ کا قول ہے کہ اگر
اس ترکیب سے کاشت کی جائے تو ہندوستان میں بھی ویسے ہی لذیذ اور
خوش ذائقہ انناس پیدا ہوں گے جیسے کہ دیگر ممالک میں ہوتے ہیں۔ لیکن
میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کہاں تک اس ترکیب پر عمل کرنے سے نفع ہوا ہے
لیکن ضرورت سے زاید کھاد دینے کی حالت میں اکثر انناس سڑ کر ضائع ہو گیا
ہے۔ میرے خیال میں اگر مٹی میں پتوں کی کھاد ملا کر خوب ہلکی کر دی جاوے

اور اس میں گوبر اور بالو کی آمیزش کرکے اناس کی کاشت کردی جائے تو اناس خوش ذائقہ اور نفیس ہوں گے۔

لیکن ایک بات بہت ضروری ہے اور اس پر عمل کرنیکی تاکید مالیوں کو کرنی چاہیئے کہ اناس کے درختوں کو تبدیل مقامات نہایت مفید ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ لوگ اس کے فائدہ سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔ لیکن اس کی تائید شہر ڈھاکہ کے کاشتکار کے قول سے ہوتی ہے جس کا جنرل جنکنس صاحب نے اپنی قلمی کتاب میں جو حوالہ دیا کہ اول زمین کو خوب جوتنا اور تیار کرنا چاہیئے۔ تب اناس کے درخت کو نصب کرنا چاہیئے ایک سال کے بعد پرانے درخت اکھاڑ دیئے جاویں اور نوخیز درخت ایک مقام سے دوسری جگہ منتقل کردئے جاویں پس جسقدر تبدیل مقامات میں کوشش رہے گی اُسی قدر درخت بالیدہ اور عمدہ ہوں گے۔

قول بالا کی تائید میں ایک فرانسیسی عالم علم نباتات کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ مسٹر بسیو صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ عمل دیگر درختوں سے کیا جائے تو وہ برداشت نہ کرسکیں گے۔ یہ عمل اناس پر پورے طور پر کارگر ہوتا ہے اور اس سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر قوت دار یہ درخت ہوتا ہے اناس کے درخت کو اکھاڑ کر جس قدر جڑیں اس سے لگی ہوں انھیں کاٹ ڈالنا چاہیئے جب چھری کا زخم ہوا لگ کر خشک ہوجائے تب اُس تراشیدہ درخت کو

ازسرنو کسی تیار زمین میں نصب کر دینا چاہیئے۔ نیچے کی چند پتیوں کو اول ہی توڑ کر جدا کر دینا چاہیئے۔ کتاب مصنفہ لیبان صاحب میں مرقوم ہے کہ اکتوبر میں اگر اناناس کے ساتھ یہ عمل کیا جاوے تو دو تین ہفتہ کے اندر نئی جڑیں اِن میں نکل آتی ہیں۔

ماہرین نباتات کا قول ہے کہ بالائی حصہ کی پتیاں جب چار چار انچہ لانبی ہو جاویں تو ان کو توڑتے رہنا چاہیئے اِس عمل سے اناناس علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے قد میں بھی بڑا ہوگا اور پتے توڑنے کے بعد سرے پر ایک ٹکڑے کو یلو کا ڈھانک دینا چاہیئے جنرل جنکنس صاحب فرماتے ہیں کہ جب اناناس کے پھل پختہ ہو جائیں اور درخت سے علیحدہ کئے جائیں تو لازم ہے کہ پھلوں کے سر پر جو پتے رہتے ہیں فوراً علیحدہ کر دئے جائیں ایسا کرنے سے پھل کا مزا لذیذ ہو جاتا ہے ورنہ جو پتے پھل کے بالائی سرے پر ہوتے ہیں اُن کا تغذیہ اسی پھل سے ہوتا ہے۔

ڈاکٹر لیڈلے صاحب فرماتے ہیں کہ اناناس کا درخت گرم خشک ہوا میں بلا تعلق زمین کے زندہ رہ سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جنوبی امریکا کے مکانوں اور بالاخانوں میں گملوں میں لگا کر لٹکاتے ہیں۔ اور خوب کثرت سے پھولتے ہیں اور تمام ہوا کو معطر کئے رہتے ہیں لیکن مجھے اِس ملک میں اناناس کے پھولوں میں کسی قسم کی بو بھلی یا بُری کبھی محسوس نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر جیمیسن صاحب فرماتے ہیں کہ سہارنپور میں اناناس کے درخت میں اکثر پھل آیا کرتا ہے۔ ممالک مغربی وشمالی میں عموماً اِس کا درخت دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اگر شیشے کے چوکٹوں میں رکھ کر اِس کی کاشت کی جاوے تو اُس قدر خوش ذائقہ اور نفیس نہ ہوں۔ جیسا کہ دیگر مقامات میں ہوتا ہے۔

بارش کے موسم میں جڑوں اور بالائی پتوں کے ذریعہ سے اسکے درخت بہ آسانی بڑھائے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر لیڈلے صاحب فرماتے ہیں کہ اناناس کے پتوں کو کاٹ کر پھینک دینے کے بجائے اگر اُن کو خوب نم مٹی میں گاڑ دیا جائے تو بعد چندے سابقہ آنکھوں سے شاخیں پھوٹ آئیں گی اور بہت سے درخت تیار ہوجائیں گے۔ پہاڑی علاقوں میں اناناس کی کاشت مشکل ہے اگر شیشے کے چوکٹوں کے سائے اور گرم تہ خانوں میں کاشت کئے جاویں تو کاشت ممکن ہوسکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اناناس خانہ بنانے کے زائد مصارف کو کون برداشت کرے گا جبکہ یہ قیمت ارزاں بازاروں میں بآسانی دستیاب ہوجاتا ہے۔ کلکتہ سے پہاڑی مقامات پر بہت جاتا ہے۔
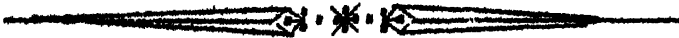
کیلہ

بعض ماہرین اثمار کا خیال ہے کہ "کیلہ" اور "بنانا" دو مختلف جنس کے ہیں۔ لیکن اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ "بنانا" بھی کیلہ کی ایک قسم ہے عام طور پر "بنانا" بولا نہیں جاتا۔ بلکہ ہر دو اقسام کو کیلہ ہی کہا جاتا ہے ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کیلہ کو قسم وار کرنے میں جو سر مغز زن کیا گیا وہ بے سود ثابت ہوا

نوٹ نمبر ۶۔ کیلا فی الحقیقت ایک نفیس اور ہر دل عزیز پھل ہے اس کے اچھے اقسام کے پھل نہایت عمدہ اور شیریں ہوتے ہیں ادنیٰ اقسام کے پھل بدذائقہ و ترشی آمیز ہوتے ہیں بعض قسم کے کیلے کی پھلی کے بیچ میں اس کے تخم کی ایک لڑ ہوتی ہے جو کھانے میں بدمزا معلوم ہوتی ہے اس لئے یہ کیلے ترکاری کے کام میں لائے جاتے ہیں یہاں بھوپال میں سنہ ۱۸۹۰ء تک معمولی کیلے جن کے پھلوں کے ذائقہ کی بابت میں نے ترشی آمیز لکھا ہے ہوتے تھے بعد اس کے یہاں بنگال اور بمبئی سے وقتاً فوقتاً مختلف اقسام کے عمدہ عمدہ مشہور و معروف کیلے منگا کر لگائے گئے۔ کیلے کو مرطوب بہاؤ کی زمین مفید ہوتی ہے اور آبپاشی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے میں نے دیکھا ہے کہ یہاں پر کیلے لگا دینے کے بعد بالکل آبپاشی کا خیال نہیں رکھا جاتا اور نہ اس امر کا لحاظ کیا جاتا ہے کہ کیلے سخت زمین میں لگائے گئے ہیں یا نرم زمین میں۔ میں نے اپنے انتظام سے

تاہم صرف چند قسم کے کیلے ہیں کہ جن کی کاشت باغات میں کیجا سکتی ہے۔
سر جے ہیکسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ جن درختوں نے انگلستان میں اچھے
پھل پیدا کئے ہیں اگر وہ درخت ہندوستان میں بوئے جائیں تو ان سے

بقیہ نوٹ نمبر ۶۔ اچھے اقسام کے کیلے عیش باغ میں لگائے تھے اور ہمیشہ اچھے
نفیس پھل دستیاب ہوتے رہے جب کبھی بے پرواہی کی گئی پھل خراب ہوئے بارآوری
کم ہو گئی درخت بھی ضائع ہوئے۔ میں نے جس طریق سے کیلے لگائے تھے وہ یہ تھا کہ
چھ فیٹ کی گہری نہر زمین میں کھود کر اس میں گوبر۔ سٹری ہوئی گھاس کا کھاد۔ راکھ اور
ریت کو ملا کر نہر کو پُر کیا تھا اور چھ چھ فیٹ کے فاصلہ پر کیلے کے درخت لگائے اور آبپاشی
عمدہ طریق سے کی گئی۔ کیلوں نے اس درجہ زور کیا کہ درمیانی فاصلہ درختوں میں نہ رہا اور
بہت اچھے کیلے حاصل ہوئے جن درختوں سے کیلے کا پھل لے لیا جاتا تھا وہ درخت
کے برابر سے کاٹ کر پھینک دیا جاتا تھا۔ ہر تیسرے سال نہر کے درخت باہر نکال لئے جاتے
تھے اور بطریق مذکور کھاد مٹی نہر میں بھر کر درخت لگا دئے جاتے تھے جس سے کیلے کے
درختوں کو نئی زور آور اور پرورش کن غذا ملتی تھی اس طریق سے کیلے کی کاشت میں
مجھے ہمیشہ کامیابی حاصل ہوئی۔ موسم سرما اور گرما میں کیلوں کی نہریں کیاریاں اور
چمنوں کو ہر ماہ میں ایک دو مرتبہ پھاوڑے سے صاف کر دیا جاتا تھا۔ اور درختوں کے
اطراف کی زمین کو اچھی طرح سے چھ انچہ کے قریب گہرا گوڑ دیا جاتا تھا۔ اس سے یہ
فائدہ ہوتا تھا کہ زمین سخت نہیں ہونے پاتی تھی زمین کی سختی سے آبپاشی مفید

پھل بدذائقہ اور تلخ ہوجاتے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ یہ کیفیت ادنیٰ درجے کے
کیلوں کی ہوتی ہے جن کی کاشت بکثرت اس ملک میں کیجاتی ہے
اور ظن غالب ہے کہ اکثر انگریزوں کو انہیں ادنیٰ درجے کے پھلوں کے کھانے کا

بقیہ نوٹ نمبر ۶ - نہیں ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سختی زمین کی وجہ سے پانی
کم سرایت کرتا ہے اور گوڑ دینے کی وجہ سے زمین نرم ہوتی ہے تو پانی خوب جذب ہوتا ہے
کیلہ کو موسم سرما اور گرما میں برابر پانی دیتا رہے تو درخت شاداب رہیں گے اور اگر
پانی نہ دیا گیا تو کیلے کے درخت پتلے ہوجائیں گے جو ہوا کے جھوکے سے جلد گر پڑتے ہیں
میں نے یہاں کے باغات میں دیکھا ہے کہ موسم گرما میں سدہا درخت کیلے کے کمی
آبپاشی کے باعث کمزور ہوجاتے ہیں اور ہوا کے تھوڑے سے جھٹکے سے گرجاتے ہیں
جس سے صریح نقصان ہوتا ہے اور کاشت بے سود اور لاگت برباد ہوتی ہے یہاں
اکثر باغبان بیان کرتے ہیں کہ کیلے کو کھاد نہیں دینا چاہیئے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کیلے کو
کس درجہ قوی اور زیادہ خوراک کی ضرورت ہے کھاد دینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اجزاء
پرورش کن جو کھاد میں ہوتے ہیں مٹی میں ملکر کیلے کو نفع پہنچاتے ہیں اور مٹی جو سخت
ہوتی ہے وہ کھاد کی آمیزش سے ایک حد تک نرمی پیدا کرتی ہے جو درخت کی ترقی
کے لئے امداد کی موجب ہوتی ہے۔ اس شہر میں میں نے مکانات کے اندر بکثرت
کیلے کے درخت دیکھے اور ان کے پھلوں کو بہت اچھا پایا درختوں کو نہایت قوی اور
تندرست حالت میں دیکھا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مکینوں نے اپنے درختوں

اتفاق ہوا ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ مندرجہ ذیل چیدہ اقسام سے بہتر کوئی دوسرے کیلے دنیا میں نہیں ہوتے۔

کیلے کے لئے بہت زوردار زمین کی ضرورت ہوتی ہے اس کی کاشت کے لئے کھود کر تین فیٹ چوڑے اور ایک فیٹ گہرے گڑھے بنائے جائیں۔ اور چھ چھ فیٹ کے فصل سے درخت لگائے جائیں اور وقتاً فوقتاً تازہ گوبر کی کھاد ڈالتے رہیں۔ سیرابی معقول ہوتی رہے۔ تین درخت سے زاید ایک گڑھے میں نہ ہونے پائیں اور جو ٹونٹے نکلیں اُن کو تراشتے رہیں۔ ایک مرتبہ بارآور ہونے کے بعد درخت کو سطح زمین کے برابر کاٹ دینا چاہیئے۔ کیونکہ دوسری بار اس میں پھل

بقیہ نوٹ نمبر ۶ ۔ کی آبپاشی مسلسل عمدہ طور پر کی ہے۔ وقتاً فوقتاً گوڑا دیتے رہے ہیں جس سے درخت اچھے اور ہمیشہ پھل دیتے رہتے ہیں۔

یہاں پر میں نے دیکھا ہے کہ اکثر باغات میں پندرہ بیس سال کے درخت ایک جگہ پر لگے ہوئے ہیں جو کبھی تبدیل نہیں کئے گئے اور نہ اُن کو کبھی گوڑا اور کھاد دیا۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کیلے بھوپال کی سرزمین میں اچھی طرح ہوتے ہیں جن کے پھلوں کو یہاں کے امرا بہت پسند کرتے ہیں اور حکام یورپین نے کیلے کے ذائقہ کو انگلستان کے کیلے کے ذائقہ سے کم اچھا نہیں بتایا۔

نہیں آتا اور جو ٹونٹے نکلیں اُن کی پرورش و پرداخت مثل اصلی درخت کے
کی جائے تاکہ بعد چندے بڑھ کر پھر درخت ہو جائیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جس
جگہ کیلہ کا درخت لگایا جاتا ہے اُس جگہ کی مٹی تھوڑے دنوں کے بعد کمزور
ہو جاتی ہے اِس لئے ہر دوسرے یا تیسرے برس درخت کو دوسری جگہ
منتقل کرتے رہنا چاہیئے۔

اس کی پھلیوں کو اِس وقت تک توڑا نہ جائے جب تک کہ اوپر کی دو
تین پھلیاں پختہ ہونا شروع ہو جائیں۔ بعد ازاں گودہ کو مکان میں لٹکا دیا
جائے۔ اسی طرح سب پھلیاں پختہ ہو جاتی ہیں۔

اس میں ذائقہ اور نفاست جبھی آتی ہے جب رس کی پھلیاں پختگی کے
آخر درجہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

پنجاب میں کیلہ اچھا نہیں ہوتا۔ ملک سرد ہونے کی وجہ سے پالے کا اثر
اُس پر بہت ہوتا ہے۔ جب پھلنے کا زمانہ آتا ہے اُس وقت سردی کی زیادتی
مانع بارآوری ہوتی ہے۔

"بنانا کا درخت" اس کارآمد اور خوش ذائقہ جنس کیلہ کی کاشت ہندوستان
میں عرصہ دراز سے جاری ہے اور مثل کیلے کے کاشت کیا جاتا ہے۔ اگر درخت
لگا کر چھوڑ دیا جائے اور معقول نگہداشت نہ کیجائے تو بعد چندے مثل کیلہ کے
یہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ آبادی کے اندر اِس کی بھی کاشت ہو سکتی ہے اور

قریباً ہر ایسے مقام میں کہ جہاں آبپاشی بسہولت ہو سکتی ہے کاشت کیا جا سکتا ہے۔ نشیبی ہندوستان میں اس کے کھیت قریباً ہر موضع میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی سبزی دیکھنے میں بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں خام بھی کھائی جاتی ہیں اور خاص ترکیبوں سے ان کا سالن اور ترکاری پکائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اس کے کھانے کا بہت رواج ہے۔ اگرچہ شہروں میں بمقابلہ مفصلات کے زیادہ گراں فروخت ہوتا ہے لیکن نہ اسقدر کہ غربا بھی نہ کھا سکیں۔ علاوہ ارزاں ہونے کے ایک اور فائدہ یہ ہے کہ "بنانا" تمام سال ملا کرتا ہے ایک یا دو قسم کی کاشت محض پتوں کی غرض سے کی جاتی ہے ان کے پتے چکنے اور چمکدار ہوتے ہیں اور بڑے طبقہ کے ہندوستانی لوگ اس کو بجائے رکابیوں اور پلیٹوں کے کھانا کھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں اس کی بعض اقسام سخت اور بڑی ہوتی ہیں جو بحالت خام نہیں کھائی جاتیں۔ ان کو پختہ ہونے پر استعمال کیا جاتا ہے اس کا تنہ سبز اور گودا سُرخ ہوتا ہے۔

ایک قسم کے "بنانا" کے تنہ پر سرخ سرخ داغ ہوتے ہیں اور اندر کیچا تب ان کا مغز سبز ہوتا ہے ترکاری یا سالن بنا کر اسکا استعمال زیادہ کیا جاتا ہے اس قسم کا "بنانا" اس حصہ ملک میں زیادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہاں سے زیادہ میدانی حصص میں ہوتا ہے۔ چونکہ وہاں ترکاری وغیرہ بنا کر کھانے کا رواج

زیادہ ہے اس لئے اس کی کاشت بھی وہیں زیادہ ہوتی ہے۔

مقامی باغات میں اقسام ذیل کی کاشت زیادہ کی جاتی ہے۔

بڑا بنانا۔ چھوٹا بنانا۔ چکنے پتے کا بنانا۔ مکھن بنانا کلاں۔ مکھن بنانا خرد۔ ترکاری کا بنانا۔ سالن کا بنانا۔ خام کھانے کے لایق بنانا۔ لانبا بنانا۔ متوسط بنانا۔ چھوٹا خوش نما بنانا۔ سرخ بنانا۔ شہد بنانا۔ شاہی بنانا۔ سبز بنانا۔

کاشت۔ تخم سے۔ شاذونادر اس کا درخت تیار کیا جاتا ہے بڑے درختوں کے چاروں طرف ٹونٹے نکلتے ہیں ان کو آسانی سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا جاتا ہے اور درخت تیار کئے جاتے ہیں۔ عمدہ قسم کا پھل حاصل کرنے کے لئے لازمی ہے کہ اس کے درخت میں جلد جلد خوب آبپاشی ہوتی رہے اور کھاد کے دینے میں کوتاہی نہ کی جائے اس کے لئے زمین گیلی اور مرطوب ہونی چاہیئے۔ کالی مٹی میں اس کا درخت خوب بڑھتا ہے لیکن مٹی خواہ کسی قسم کی ہو اس میں کھاد کا جزو خوب زائد ہونا چاہیئے اور کھلی کی کھاد۔ ہڈی کی کھاد اور رقیق کھاد وقتاً فوقتاً دیتے رہنا چاہیئے اگر دو دو ماہ کے وقفہ سے کیلے کے ٹونٹے لگائے جائیں تو لگاتار پھل آتے رہتے ہیں۔

کیلہ سپاہی این ٹم

کلکتہ کے قرب وجوار میں ذیل کے اقسام کی کاشت عموماً کیجاتی ہے۔

۱۔چمپا۔اس سے زیادہ کوئی کیلہ لذیذ نہیں ہوتا واقعی اس کی عمدگی بہت کچھ قابل تعریف ہے۔اس قسم کے کیلہ کا درخت سرخی مائل ہوتا ہے۔تنہ اور پتے میں سرخی ہوتی ہے چنانچہ اس سرخی کے باعث دیگر اقسام کے کیلوں سے فوراً ممیز ہوجاتا ہے۔اس کی پھلی چھ انچ لانبی ہوتی ہے پکنے پر زرد اور کھوائی رنگ کی ہوجاتی ہے اور جب تک کہ گودے سے اس کی پھلیاں غایت پختگی سے خود نہ جدا ہوجائیں اسوقت تک سمجھنا چاہیئے کہ پورے طور پر مراد پر نہیں آیا ہے۔

۲۔چینی چمپا۔مثل چمپا کے ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ اس کی پھلیاں چمپا کی پھلیوں سے چھوٹی ہوتی ہیں۔انگوٹھے کے برابر ہوتی ہیں۔گو وہ بڑی ہوتی ہے اور اس میں پھلیاں بکثرت ہوتی ہیں۔

۳۔مرتبان۔نہایت لذیذ خوشگوار ذائقہ میں ہوتا ہے۔بعضوں کا خیال ہے کہ لذت میں چمپا کے برابر ہوتا ہے صورت اور شکل میں بالکل چمپا کے مشابہ ہوتا ہے اس کی شاخوں میں سرخی نہیں ہوتی چنانچہ امتیاز کرلیا جاتا ہے کہ یہ درخت

چمپا کا ہے یا مرتبان کا۔

۴۔ڈکئی۔ ہندوستانی لوگوں کی رائے ہے کہ مثل مرتبان و چمپا کے یہ بھی لذیذ ہوتا ہے اس کے درخت کو مرتبان کے درخت سے زیادہ مشابہت ہے فرق اسی قدر ہے کہ ڈکئی کے اعلیٰ حصہ کے تنے میں جو سرخ دھاریاں ہوتی ہیں وہ مرتبان کی دھاریوں سے سہ گنا زیادہ عریض ہوتی ہیں۔ سوا اس کے ڈکئی کے برگ کے نیچے والی سطح میں میدہ یا چونے کے سفوف کی طرح کوئی شے سفید بکثرت ہوتی ہے جو چھو دینے سے ہاتھوں میں لپٹ آتی ہے۔ اس کی پھلیاں طول میں چار انچھ تک ہوتی ہیں پختہ ہونے پر ان کا رنگ ہلکا زرد ہوجاتا ہے مگر نوک ہری رہ جاتی ہے۔ اس کی پھلیاں گود ہ سے بخلاف چمپا کی پھلیوں کے مضبوطی کے ساتھ لگی رہتی ہیں۔

۵۔کنٹھیلا۔ اس کی پھلیاں زیادہ ادنیٰ قسم کی ہوتی ہیں۔ مزا خراب اور تلخ ہوتا ہے اگرچہ اس سے زائد کسی دوسری قسم کیلے کی کاشت نہیں کیجاتی اور بازاروں میں بکثرت فروخت کے لئے آتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہندو لوگ شیو کی نذر اسی کو زیادہ چڑھاتے ہیں۔ ان کو صرف نذر چڑھا دینے سے غرض ہے مزا خواہ بھلا ہو یا برا اور پختہ ہونے پر بھی خوشگوار نہیں ہوتا۔ اس لئے خام حالت میں ہندو لوگ اس کی ترکاری اور سالن پکاکر زیادہ کھاتے ہیں۔ مصالحہ وغیرہ ڈالنے سے اس کی تلخی اور بدمزگی چھپ جاتی ہے بعض اوقات اس کے

پھول ہی کو کاٹ کر کام میں لاتے ہیں۔ اس کے درخت کا قد زیادہ کشیدہ ہوتا ہے اور پتے نہایت شوخ سبز رنگ کے ہوتے ہیں اسکا پھل بادنجان ہی میں شامل مرتبان کے پھل سے کم ہوتا ہے۔

۶۔ کچ کیلہ۔ اس کی پھلیاں بھی بہت بڑی ہوتی ہیں اور ہندوستانی لوگ ترکاری کے کام میں لاتے ہیں۔ جوش دینے کے بعد اس کا ذائقہ "پارسنیپ" کی طرح کا ہو جاتا ہے۔ بھونے ہوئے گوشت کے ساتھ خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کے پتے پھیلے ہوئے زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ سرخی کا نام تک ان میں نہیں ہوتا۔

۷۔ محل بھوگ۔ یا موہن بھوگ۔ عوام پسند ہے کوئی خاص لطف نہیں رکھتا مگر اس کی گودہ بڑی ہوتی ہے اور بعض مقامات پر اس قسم کا کیلا شیریں بھی ہوتا ہے۔ کنیٹلے سے کسی قدر یہ قسم عمدہ ہوتی ہے۔

"رام کیلہ"

یہ قسم بھی مثل ڈکئی کے نہایت عمدہ ہوتی ہے اور اسکا پھل اچھی حالت میں ہوتا ہے تو نہایت نفیس اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اس سے باغ کی بڑی زینت متصور ہے۔ لیکن یہ قسم قلیل الوجود ہے۔ تنہ اور ڈنٹھل پتے کا سرخ

ہوتا ہے۔ اِس کے پھول بھی اسی رنگ کے ہوتے ہیں اسکا پھل قریباً سات انچ لانبا اور کسی قدر پتلا ہوتا ہے۔ شروع میں گہرا سُرخ اور پکنے پر زردی مائل ہو جاتا ہے۔

کیلہ کونڈش

اِس کا درخت بھی لذیذ پھلیاں پیدا کرتا ہے۔ اور بہت کچھ قابل توجہ ہے اِس کا قد چھوٹا اور پتا عریض اور ایک دوسرے سے نہایت قریب ہوتا ہے۔ دیکھنے میں اِس کا درخت بہت پستہ قد اِس کی گود بہت بڑی ہوتی ہے۔ پھلیاں موٹی اور طول میں کم سے کم دس انچ ہوتی ہیں۔ پختہ ہونے پر بھی کسی قدر سبز رہ جاتی ہیں اِس کیلہ کی پھلیاں مراد پر آتے ہی فوراً سڑنے لگتی ہیں۔ اسواسطے عین حالت پختگی میں ذائقہ کیا جاتا دشوار ہو جاتا ہے اِس کا انگریزی نام سر جے پیکسٹن نے ڈیوک۔ آف ڈیون شائر کے نام نامی سے منسوب کیا ہے۔

کیلہ اراکن

چند سال گزرے کہ ایگری ہارٹی کلچرل سوسائٹی میں اِس کے درخت

بھیجے گئے تو کپتان ریپلے صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کھاد خوب دی جائے تو ارکانی کیلہ کی پھلیاں بھی نہایت خوش ذائقہ اور لذیذ ہوں پرانے درختوں کے پھل نہایت نفیس ہوتے ہیں۔

ارکن کی سرزمین کیلوں کے لئے خاص طور پر بہت موافق ہے ۱۸۵۷ء میں کپتان ریپ لے صاحب نے اٹھارہ قسم کے کیلے ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں بغرض کاشت بھیجے تھے اور منجملہ اِن کے گیارہ قسم کو نہایت قابلِ تعریف لکھا تھا۔ لیکن ۱۸۶۱ء میں بد احتیاطی یا آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے سب کے سب درخت ضائع ہوگئے۔ کپتان ریپ لے صاحب نے جو درخت بھیجے تھے اُن کی فہرست مع اُن کے اوصاف کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱۔ ہاپی گیان۔ اس کا چھلکا موٹا اور زرد رنگ کا ہوتا ہے پھل نہایت خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

۲۔ تھی ناسیا۔ پھل چھوٹا لیکن خوش ذائقہ۔

۳۔ بیلا۔ عمدہ قسم کا کیلہ ہے۔

۴۔ نتھابو۔ نہایت شیریں ہوتا ہے۔

۵۔ بیات ٹوس۔ پھل بڑا اور خوش ذائقہ۔

۶۔ گیاسوی۔ پھل پتلا اور عمدہ۔

۷۔ مونگ بیا۔ عام پسند نفیس ہوتا ہے چھلکا موٹا اور سفید۔

۸۔ پیم وی۔ پھل شیریں اور خوش ذائقہ۔

۹۔ ویٹ ٹس وے۔ پھل خوبصورت اور خوش ذائقہ۔

۱۰۔ سے دولتھہ۔ پھل شیریں اور گودہ میں پھیلا ہوا خوش نما معلوم ہوتا ہے پھلیاں پتلی ہوتی ہیں۔

۱۱۔ منگور۔ چھلکا موٹا لیکن پھل خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

کیلہ افریقہ۔ حال ہی میں افریقہ سے لایا گیا ہے۔ مجھے اس کے مزے سے واقفیت نہیں ہے۔

پہاڑی مقامات پر کیلہ کی کاشت نہیں کیجاتی۔

پاکو

اس کا درخت تناور اور بڑا ہوتا ہے خاص قسم کی پتیوں کے لئے اس کا درخت مشہور ہے اس کی پتیاں انسانی انگلیوں کے برابر ہوتی ہیں اور مثل میڈن ہیر فرن کے ہوتی ہیں۔ ہمبولڈ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے اصلی وطن کی تحقیق نہیں ہوئی ہے عرصہ دراز گزرا کہ اس کے درخت کلکتہ کے باغوں میں چین سے منگائے گئے تھے اور حال میں مسٹر فارچون صاحب نے بھی چین سے منگایا ہے۔ لیکن اس ملک میں جتنے درخت اس وقت موجود ہیں سب

ویسے کے ویسے ہی ہیں جیسا ترقی نہیں کی ہیں نے اسکے درخت سرکاری
باغات اوٹاکمانڈ میں دیکھے مگر معلوم ہوا کہ وہاں بھی ابتدائی حالت میں ہیں۔
اور میرا خیال یہ ہے کہ ان کی کاشت میں کامیابی ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے۔
اسکے پھل کو کٹھل کے تخم کی طرح بھون کر کھاتے ہیں۔

فل برٹ

فل برٹ اور ہیزل نٹ کی کوئی قسم ہندوستان میں دیکھی نہیں جاتی اس درخت
کو ہندوستان میں کاشت کرنے کی کوشش بہت عمل میں لائی گئی مگر
کبھی کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اگر درخت ہوا بھی تو پھل لانا مشکل
ہے۔ جزیرہ ماریشس میں بھی انجام یہی ہوا۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں اس
کا درخت بہت دیکھا جاتا ہے۔

چینی بادام

ڈاکٹر ووٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اسکا
درخت ابتداً چین سے لایا گیا تھا لیکن ۱۸۱۴ء تک پھل نہیں آیا ۱۸۵۴ء میں

مسٹر فارچون صاحب نے کلکتہ کے ایگری ہارٹیکل چرل سوسائٹی میں سو درخت تخم بو کر تیار کئے تھے۔ چنانچہ اِن درختوں میں بادام کے برابر پھل آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ کی آب و ہوا اِن کے موافق نہیں ہے کیونکہ درخت نہ تناور ہوئے اور نہ جیساً کوئی ترقی کی۔ اگر اس کی کاشت کوہ نیلگری میں کی جائے تو اُمید کامیابی کی ہو سکتی ہے۔

اسپینی بادام

ہندوستان کے میدانی علاقوں میں اسکا درخت بارآور نہیں ہوتا

نوٹ نمبر ۷۔ کاس ٹنیاں۔ وِسکا کے تخم۔ بحکم حضور سرکار خلد مکاں کوہ شملہ سے منگوائے گئے تھے اور یہاں اسکے تخم کو فروری کے مہینے میں بکسوں میں بویا گیا تھا۔ اِن بیجوں کا پوست بہت سخت ہوتا ہے۔ تخم بوئے ہوئے بکسوں میں زیادہ گرمی پیدا ہونے کی ضرورت سے اُن کو تختوں سے چھپا دیا تھا تاکہ گرمی کی زیادتی سے تخم جم نکلیں جس قدر تخم بوئے گئے تھے اُن کے مقابلہ میں بہت کم اُگے جب وہ پیچھ انچ کے ہوئے تو بکسوں سے نکالکر ایک درخت کو ایک کونڈی میں لگایا گیا اور جب وہ دو دو فیٹ بلند ہوئے تو چار چار فیٹ گہرے گڑھے کھود کر ان میں ریتا سرخ مٹی اور اینٹوں کے ٹکڑے بھر کر اُن درختوں کو زمین میں نصب کیا عرصہ تک یہ درخت سادہ رہے مگر اُن میں کچھ زیادہ ترقی نہیں ہوئی۔ اِس کے چند

لیکن شمالی ہندوستان کے باغات مثلاً شملہ منصوری. مری وغیرہ میں مارچ اپریل میں پھولتا ہے اور مئی اور جون میں خوب پھل لاتا ہے۔

ولائتی اخروٹ

شمالی ہندوستان کے باغات میں عموماً اسکا درخت پایا جاتا ہے اور خوب

بقیہ نوٹ نمبر ۷۔ درخت جو موضع کوٹڑہ علاقہ ریاست ہذا کے باغ میں بھی لگائے گئے تھے اور وہ زمین پہاڑی ہے اسلئے وہاں پر اس کے درختوں نے۔ ترقی کی تھی اگر اس کے درخت پہاڑی مقامات پر لگائے جائیں اور اُن کی نگاہ داشت و معقول آبپاشی کی جاوے تو ضرور بارآور ہوں سیاہ مٹی والی زمین جس میں پتھر نہ ہوں اس کے لئے مضر ہے۔ سرخ موزم دار مٹی اسکو زیادہ مفید ہے۔

نوٹ نمبر ۸۔ (وال نٹ) اخروٹ کے تخم یہاں چند مرتبہ بوئے گئے اور درخت تیار ہونے پر میدانی باغات میں لگائے گئے مگر کبھی کامیابی نہ ہوئی البتہ پہاڑی زمین کے باغ مین اس کے درخت لگائے گئے تو درخت بڑے بڑے ہوئے پھول اور پھل بھی آیا چنانچہ اب بھی موجود ہوں گے اس کی کاشت کے لئے پتھریلی موزم دار زمین موزوں ہوتی ہے۔ موسم گرما میں جلد جلد آبپاشی کرنا چاہیئے۔

پھلتا ہے نیلگری کے علاقوں میں نہیں ہوتا اور میرے علم میں میدانی علاقوں کے باغات میں بھی اس کا درخت پھلتا ہوا نہیں دیکھا گیا ہے۔ تخم بو کر اس کا درخت بآسانی تیار کیا جا سکتا ہے لیکن کلکتہ کے قرب و جوار میں اور نیز ہندوستان کے دیگر مقامات میں اسکا درخت دو تین فیٹ سے زاید بلند نہیں ہوتا اور اسی قدر بڑھ کر پھر ٹھیر جاتا ہے اور آخر کار ضائع ہو جاتا ہے۔

پیکن نٹ

گورنمنٹ بوٹانیکل گارڈنس میں امریکہ کے دو تین قسم کے اخروٹ کی کاشت آزمائشاً کی جا رہی ہے۔ غالباً علاوہ سہارنپور کے اور کسی دوسرے باغ میں اس کی کاشت کا تجربہ اب تک نہیں کیا گیا ہے۔

ملبیری[۹]

انگلستان کے باغات میں جو شہتوت ہوتا ہے اس کا وطن بعض لوگ

نوٹ نمبر ۹۔ شہتوت سیاہ و سفید و سرخ جو بعد میں سیاہ ہو جاتا ہے اس کی کاشت بھی بھوپال کے باغات میں وقتاً فوقتاً کی گئی ہے جو نہایت آسانی سے ہوتی ہے

فارس قرار دیتے ہیں اور اُن کا قول ہے کہ ہندوستان میں بہت عرصہ ہوا کہ فارس سے لایا گیا ہے۔ لیکن جہاں تک میں تحقیق کرسکا ہوں فارس کا شہتوت یہاں آکر بارآور نہیں ہوا ہے۔ ڈاکٹر ووٹ صاحب فرماتے ہیں کہ اُنیس سال تک کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اسکے درخت میں پھول تک نہیں آیا دوسرے مقامات میں بھی تخم سے درخت پیدا کیے گئے اور درخت خوب بڑے بھی ہوئے لیکن اِن میں پھول لانے کے کوئی آثار نہیں پائے گئے ہیں ٹھیک طور پر نہیں بتلا سکتا کہ ہندوستان کے بالائی صوبجات میں اس کی کاشت کی گئی یا نہیں کیونکہ گمانِ غالب ہے کہ وہاں کی آب وہوا اس کے موافق ہو اور کیا عجب کہ درخت بڑا ہوکر پھل بھی لائے۔

اِس خصوص میں میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ولایتی شہتوت کشمیر میں

بقیہ نوٹ نمبر ۹۔ اِس کی افزایش اِس طریقہ پر عمل میں لائی گئی تھی کہ چھ چھ انچہ کی قلمیں تراش کر کیاریوں میں لگائی گئیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پیوستہ بھی تیار کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک طریقہ اول الذکر افزایش کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ میں نے عیش باغ میں حسب مذکورہ بالا طریقہ پر پیچھڑی کے جنگلی شہتوت کو قلموں سے تیار کیا تھا اور قطار میں لگایا تھا اسکے پھل بڑے بڑے سرخ رنگ کے ہوتے ہیں بعدہٗ سیاہی مائل ہو جاتے ہیں ذائقہ ترش ہوتا ہے اسکے درخت نہایت سرسبز ہوتے ہیں شہتوت یہاں شفاخانہ یونانی میں بغرض تیاری شربت بھیجے گئے تھے اسکا شربت نزلہ حارمیں خراش گلو کیلئے زیادہ مفید ہے۔

ہوتا ہے اور جالندھر میں بھی اس کی کاشت میں کامیابی ہوتی ہے۔ لاہور
کے باغات میں چند درخت بیج سے اُگے ہوئے موجود ہیں۔ سر فریڈرک
پرائس صاحب کے باغ اٹاکمنڈ میں بھی چند درخت ہیں جو پھل بھی
لاتے ہیں۔

توت و شہتوت

یہ دو قسمیں ہندوستان کے تمام حصص میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔
ان کی کیفیت بالکل ملبری سے شکل و ماہیت میں بمقابلہ یورپین قسم کے
ملتی جلتی نہیں ہے۔ پھل لانبے گول مثل پیپلا مول کے ہوتے ہیں بہت شیریں
لیکن زیادہ خوش ذائقہ نہیں ہوتے۔ دو قسمیں ہوتی ہیں ایک سیاہ دوسری
سفید۔ دونوں کا ذائقہ یکساں ہوتا ہے لیکن میری رائے میں زیادہ اچھے
نہیں ہوتے اگر پرندوں کے لئے چھوڑ دیئے جاویں تو بہتر ہے۔ بنگال میں
انکی فصل فروری میں ہوتی ہے۔ بالائی صوبجات میں ایک ماہ بعد ہوتے
ہیں۔ اسکے درخت بذریعہ قلم بہت جلد تیار ہوتے ہیں۔ بمقابلہ کسی دوسرے
درخت کے۔

انجیر

ہندوستان میں اکثر مقامات پر انجیر کے درخت خوب شاداب اور بار آور دیکھنے میں آتے ہیں اس کی دو یا تین خاص قسمیں ہوتی ہیں میرے باغ میں

نوٹ نمبر ۱۔ سب سے پہلے میں نے انجیر کا ایک تختہ باغ نشاط افزا بھوپال میں دیکھا تھا تختہ مذکور کی مٹی سیاہ تھی اُس تختہ کے درختوں میں پھل بہت کم آتے تھے ان کی تدبیر صرف یہ کی جاتی تھی کہ ہر سال موسم سرما میں درختوں کے اطراف کی مٹی کھود کر کھاد دیتے تھے اسکے سوا اور کوئی صورت اُن کی اصلاح کی نہیں سمجھی گئی۔ عیش باغ میں جب انجیر کے درخت لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو بطریق ذیل لگائے گئے یعنی ۳ فیٹ گہرے گڑھے کھود کر اُن میں ریت سُرخ مورم ملی ہوئی مٹی اور کچھ حصہ گوبر کی کھاد کا ملا کر بھر دیا اور اُن میں درخت لگا دیئے اسی طرح پر بہت سے درخت لگائے گئے اور موسم بارش میں انجیر کے درختوں کے اطراف میں بارش کا پانی ٹھیرنے نہیں دیا کیونکہ درختوں کی جڑوں کے گلنے کا اندیشہ تھا علاوہ ازیں نشیبی زمین میں بھی انجیر کے درخت نہیں لگائے جاتے ہیں تاکہ اُس کی جڑ پانی میں غرق نہ رہے موسم سرما کے آغاز سے ایک یا دو ہفتہ بیشتر انجیر کے درختوں کے تھالوں کو ایک یا دو فیٹ گہرا گولائی میں کھودتے ہیں اور اس کے اطراف کی مٹی کو نکال کر پتلی پتلی جڑوں کو تراش دیتے ہیں اس سے

دو قسم کے انجیر تھے۔

۱۔ ایک کا پھل ترکی انجیر کے برابر ہوتا تھا اور پختہ ہونے پر بھورا پن آجاتا تھا۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۰۔ یہ فائدہ ہوتا ہے کہ درختوں کی قوتِ بارآوری پتے کی جانب سے ہٹ کر پھل کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے تو ہی درخت جس کا زور پتوں پر زیادہ ہو کم پھل دیتا ہے اسلئے یہ عمل مفید ہوتا ہے ایسے موقع پر تھالوں میں ہڈیوں کے ٹکڑے۔ خون۔ مچھلے یا سڑی ہوئی کھلی دیتے ہیں جس سے پھل خوشرنگ اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں درختوں میں جو خشکی حرارت زمین کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے وہ بھی رفع ہو جاتی ہے پتے اور پھل جو درخت سے جھڑ جاتے ہیں اُسکا سبب بھی یہی ہوتا ہے کہ درختوں میں حرارت کی وجہ سے جو خشکی پیدا ہوتی ہے اس کے دور کرنے کے لئے طریقہ مذکور مناسب ہے انجیر کا درخت جب متواتر تین سال پھل دے تو اس کے بعد اس کو ہر سال قدِ آدم بلندی سے آغاز گرما میں قلم کرنا چاہیئے اس سے درخت بھی خوش قطع ہو جاتا ہے اور قطع شدہ شاخوں کا زور بقیہ شاخوں میں پہنچکر پھل بڑے اور شاداب شیریں لطیف ہوتے ہیں انجیر لگانے کے لئے یہاں کے میدانی مقامات موزوں نہیں۔ پہاڑی مقام پر انجیر کا درخت فی الحقیقت اچھی نشو نما۔ پاتا ہے۔ یہاں کے پہاڑی مقامات پر گہرے گڑھے کھود کر مٹی سے پُر کر کے انجیر کے درخت لگائے گئے اور اُن کی جانب توجہ بھی کی گئی مگر بے سود ہوئی پہاڑی مقامات پر اکثر انجیر کے درختوں کی جڑوں میں خشکی پیدا ہو کر پھل جھڑ جاتے ہیں اور بار آور بھی کم ہوتے ہیں اسکے لئے یہ تدبیر مناسب ہے کہ

لیکن نہایت شیریں اور رس دار ہوتے تھے۔ اس کا درخت بہت مضبوط ہوتا تھا۔ اس کے تنہ کی موٹائی انسان کے جسم کے برابر تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ بوٹانیکل گارڈنس میں جو انجیر ہوتے ہیں اسی جنس او رقسم کے یہ انجیر بھی تھے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۔ موسم گرما میں ہر ایک درخت کی جڑ کو گوڑنا اور پانی دینا چاہیئے تاکہ زمین سخت نہ رہے۔ آبپاشی اچھی طرح ہونے سے ثمر زیادہ بار آوری ہوتی ہے۔ اکثر ثمر انجیر کو کوا بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے ان کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے پھلوں پر پتوں کے دو نے یا جال ڈالکر محافظ مقرر کرنا چاہیئے تاکہ پھلوں کی حفاظت کا معقول انتظام ہوجائے۔ یہاں دو قسم کے انجیر ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹا ہوتا ہے جو پختگی پر سیاہی مائل اور شیریں ہوتا ہے۔ اور اس کا پوست نہایت باریک ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا انجیر اول سبزی مائل بعدہٗ رفتہ رفتہ سرخی مائل ہوتا ہے اس کا پوست موٹا لیکن پر مغز اور بڑا ہوتا ہے۔ میں نے پھول باغ ریاست گوالیار میں درخت انجیر کی بار آوری کو بڑے پیمانہ پر دیکھا ہے اور کئی قسم کے انجیر وہاں دیکھنے میں آئے اس باغ کی مٹی بھوری اور ریتلی ہے جو نشو نما اور بار آوری کے لئے مفید ہے۔ اس کے درخت بذریعہ قلم و ڈبہ تیار کئے جاتے ہیں۔

یہاں بھوپال میں انجیر کی آبپاشی [illegible] موسم گرما میں [illegible] کرنا چاہیئے موسم سرما

[illegible] موسم بارش میں [illegible] پانی [illegible]

۲- دوسری قسم کے انجیر کا درخت ایک درخت فروش نے کانپور سے لاکر مجھے دیا تھا۔ اسکا پھل مرغی کے انڈے کے برابر ہوتا تھا اور پکنے پر سرخ رنگ کا ہو جاتا تھا۔ اگر پورے طور پر پختہ نہ ہو تو اس کے مزے میں تلخی اور بدمزگی ہوتی تھی۔

ان دونوں اقسام کے درختوں کی یہ کیفیت تھی کہ جاڑہ کے موسم میں تین چار ماہ تک بے برگ رہا کرتے تھے۔ پتے گرا دیا کرتے تھے۔ مارچ میں پتیاں نکلتیں اور اسی زمانہ میں پھلنا بھی شروع کرتے جو جولائی میں خوب پختہ ہو جاتے تھے۔

میں نے سنا ہے کہ پنجاب میں مختلف اقسام کے انجیر ہوتے ہیں ان میں سے بعض جو سفید اور سیاہ قسم کے ہیں وہ سب سے عمدہ ہوتے ہیں سیاہ

بقیہ نوٹ نمبر ۱- چاہیئے شہر بھوپال کے اندر سیکڑوں مکانات میں انجیر کے درخت موجود ہیں اور بار پھل دیتے ہیں لیکن شوق کی وجہ سے اون پر توجہ زیادہ کرتے ہیں اور جن لوگوں نے توجہ سے کام نہیں لیا ان کے یہاں پھل خشکی کی وجہ سے گرتے رہے اس کی شکایت مجھ تک بھی پہنچائی گئی ہیں نے متذکرہ بالا تدبیر بتائی اگر عمل کیا گیا تو فائدہ پہنچا ورنہ پھل نہ ٹھیرنے کی ہمیشہ شکایت ہوتی رہی۔

انجیر کے دو درخت ملک ایشیا سے لائے گئے ہیں جو سوسائٹی کے باغات میں لگے ہوئے ہیں۔

۲۔ ولائتی انجیر۔ دکھن میں مارچ کے مہینے میں مجھے ولائتی انجیر جو وہیں کے پیدا شدہ تھے بکثرت دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ بازاروں میں فروخت کی غرض سے لائے گئے تھے۔ چند سال گذرے کہ مسٹر ایچ ہڈنگٹن صاحب نے ایک بہت بڑا انجیر خوب پختہ کو کلکتہ کے باغات سے۔ ایگری ہارٹیکل چرل سوسائٹی میں حسب ذیل یادداشت کے ساتھ بھیجا تھا۔

ایک دانہ انجیر بھیجتا ہوں اسکا وزن دو اونس اور گولائی ساڑھے چھ انچہ ہے۔ بلحاظ وزن اور قد کے کسی طرح اس انجیر سے کم نہیں ہے۔ جو ولایت میں شیشے کے مکانوں میں پیدا کیا جاتا ہے۔ اگر خشک کر کے چپٹا کر لیا جائے تو غالباً ترکی انجیر کے برابر ہوگا۔ باوجودیکہ اس سال سردی سخت تھی لیکن قریباً تین درجن انجیر نہایت نفیس اور خوش ذائقہ تیار ہوئے اور نگہداشت صرف اس قدر کی گئی تھی کہ انجیر کے دانوں پر کاغذ یا کپڑے کا غلاف سردی سے بچانے کے لئے چڑھا دیا گیا تھا۔ میں نے اس درخت کو چندر نگر سے منگایا تھا۔ اور جن حضرات کو اس نفیس اور خوش ذائقہ میوہ کے پیدا کرنے کا شوق ہے ان کے لئے میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ جن درختوں کی پتیاں پتلی اور گہری سبز ہوتی ہیں وہ خوب بارآور ہوتے ہیں اور جن کی پتیاں چوڑی اور

ہلکی سبز ہوتی ہیں وہ بارآور بہت کم ہوتے ہیں بوٹانیکل گارڈنس میں اِس قسم کا ایک درخت ہے جو پھلتا تو ہے لیکن پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو گرا دیتا ہے۔

کلکتہ میں انجیر بہت کمیاب ہے آب و ہوا کی ناموافقت یا کسی دوسرے نامعلوم سبب سے وہاں انجیر نہیں ہوتے وہاں کے بوٹانیکل گارڈنس میں دو تین درخت انجیر کے ہیں لیکن بارآوری ویسی ہی ہے جیسی کہ مسٹر پیڈنگٹن کے زمانہ میں تھی۔

ایک یا دو مرتبہ بمبئی سے عمدہ قسم کے انجیر کے درخت اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں بھیجے گئے تھے اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے گملوں میں لگا دئے گئے لیکن ان میں بالیدگی کچھ بھی نہ آئی جیسے آئے تھے ویسے ہی رہ گئے اِن میں ایک درخت گملے سے نکال کر کیاری میں لگا دیا گیا تھا جو کئی برس کے بعد بھی ہاتھ کی چھڑی سے زیادہ موٹا نہیں ہوا ۱۸۶۱ء میں ایک بار اسمیں پھل آیا تھا۔ چنانچہ مجھے بھی چکھنے کا اتفاق ہوا پھل چھوٹا تھا لیکن شیریں اور خوشگوار ضرور تھا ایک یا دو ماہ کے بعد خشک ہو کر ضائع ہو گیا۔

یورپ میں انجیر کے درخت کی خوب اچھی طرح قطع برید کرتے ہیں اور خاصکر موسم گرما میں جو نئی کونپلیں نکلتی ہیں اِن کو انگلی سے نوچتے رہتے ہیں لیکن بخلاف اِس کے ہندوستان میں مالیوں کا دستور ہے کہ موسمِ سرما

میں قطع برید کرتے ہیں اور انگوٹھے کے برابر تک موٹی شاخوں کو کاٹ ڈالتے ہیں حالت نوم میں جبکہ ان کے نمو کا زمانہ نہیں تھا تو میں نے خون کی کھاد ڈلوائی تھی لیکن فائدہ ظاہر نہیں ہوا پھل لگ جانے کے بعد اگر آبپاشی معقول ہوتی رہے تو زیادہ عمدہ ہے۔ مسٹر مے کن توش صاحب فرماتے ہیں کہ انجیر ہر زمین میں ہو جاتے ہیں بشرطیکہ اس کی تہ میں خشکی نہ ہو اگر کسی قسم زمین کو ترجیح دیجا سکتی ہے تو کلرٹ مٹی ہے۔ اس موقع پر یہ بیان کر دینا مناسب ہوگا کہ ریت ملی ہوئی مٹی میں انجیر خواہ ولایتی ہو یا یورپ کا بر اعظم کا خوب ہوتا ہے جے پور کے رام نواس باغ میں مختلف اقسام کے انجیر نفیس اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں وہاں کی زمین میں ریت اور سرخ مورم ملی ہوئی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ آبپاشی معقول ہوتی چاہیئے۔

جن ممالک میں انجیر ہوتے ہیں وہاں اس کے درخت بآسانی بڑھائے جا سکتے ہیں شاخ کاٹ کر زمین میں گاڑ دی جائے اور کوئی سایہ دار زمین ہو اور معقول آبپاشی ہوتی رہے تو بہت جلد جڑ پکڑ لیتی ہے اس کے قلم لگانے میں کسی خاص دستکاری کی ضرورت نہیں ہوتی میں نے پہاڑی مقامات پر انجیر کی کاشت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی احاطوں میں انجیر خوب ہوتا ہے۔ وہاں ہوا کے جھونکوں سے اسکے درخت محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے مکانوں میں پردہ کا انتظام ہونے کی وجہ سے احاطہ ہوتے ہیں ان میں اسکا

درخت خوب بڑھتا اور پھلتا ہے اگر اس کی جڑیں زیادہ پھیلنے نہ دی جاویں بلکہ محدود رقبہ میں مقید رکھی جاویں تو پھل زیادہ آتے ہیں بڑے بڑے گملوں میں نصب کرکے سایہ دار اور تند ہوا کے جھونکوں سے دور اس کے درخت رکھے جاویں تو بار آور بکثرت ہوتے ہیں۔

کٹھل

کٹھل سے بڑا شاید ہی کوئی میوہ دنیا میں ہو اور بدشکل دیکھنے میں غیر مرغوب کسی قدر بیضاوی صورت کا ہوتا ہے۔ اس کے اندر ریشہ دار مغز ہوتا ہے

نوٹ نمبر ۱۱۔ کٹھل کے درخت بھوپال کے بعض باغات میں موجود ہیں ان میں ہر سال پھل آتے ہیں دو قسم کے کٹھل یہاں پر ہیں ایک کا پھل بڑا اور لانبا دوسرے کا چھوٹا اور گول ہوتا ہے اس کے درخت تخم کے ذریعہ سے بڑھائے جاتے ہیں کٹھل کے تخم کو آغاز بارش میں کیاریوں اور ناندوں میں دو انچ گہرا اور سیدھا بوتے ہیں وہ جلد تخم نکلتا ہے جب اس کے پودے ایک فٹ بلند ہو جائیں تو ان کو جدا جدا کونڈیوں میں لگائے جب وہ کونڈی کے اندر دو یا تین فیٹ کے بلند ہو جاویں تو ان کو زمین پر جہاں نصب کرنا مقصود ہو لگا کر ایک ایک لکڑی یا بانس کی پنچ ہر درخت کے پاس نصب کرو تاکہ درخت ہوا سے ٹیڑھا نہ ہو یا گر نہ جائے میدانی زمین اس کے لئے موزوں ہے یہاں پہاڑی زمین پر

اور قابل خوردنی شے یعنے کوے اس کے اندر تمام چاروں طرف چپکے رہتے ہیں جو لوگ اسے کھاتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ لذیذ ہوتا ہے۔ خربزہ [illegible] میں بو بتائی جاتی ہے لیکن ایک خاص بو کٹھل میں ہوتی ہے [illegible] خراج

بقیہ نوٹ نمبر ۱۱ - میں نے کٹھل کے درخت کو نہیں دیکھا اور نہ پہاڑی زمین اسکے لئے موزوں ہے اس کے پھل کے اندر کوے ہوتے ہیں بعض مرغی کے انڈے کے برابر اور بعض اُس سے بڑے اکثر لوگ اُسے بہت شوق سے کھاتے ہیں بعض حضرات کو اسکی بو ناگوار ہوتی ہے کچے کٹھل کی ترکاری اکثر ہنود زیادہ کھاتے ہیں اس کا درخت بہت عرصہ میں بار آور ہوتا ہے۔

اس ملک میں کٹھل کم ہے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے اکثر اضلاع میں بہت کثرت سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور بہت بڑے بڑے پھل کٹھل کے دیکھنے میں آئے ہیں ضلع بنارس میں چار پسیری سے چھ پسیری تک کے اور ضلع گورکھپور میں آٹھ پسیری سے دس پسیری تک کے کٹھل دیکھے گئے۔ اس کی ترکاری بھی نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ جس کے پکانے کی ترکیب وہاں کے لوگ خوب جانتے ہیں اور پھل پختہ کو بھی وہاں زیادہ کھاتے ہیں۔ گورکھپور کے ضلع میں جتنا زبردست پھل ہوتا ہے اُتنے ہی زبردست اس کے کوے بھی ہوتے ہیں اور نہایت شیریں و بے ریشہ کشتری گورکھپور و نیز اُسکے مشرقی بنگال میں زیادہ عمدہ و شیریں ہوتا ہے [illegible] کوے نکالکر [illegible] اُن پر رکھے جاتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کا خشک [illegible]

لوگ برداشت نہیں کرسکتے یا اگراس کے سونگھنے کا پہلے اتفاق نہیں ہوا ہے تو یکایک سونگھا۔ سینے پر طبیعت مالش کرتے لگتی ہے اگراس کے کوئے کو دودھ میں جوش دے لیا جائے اور جوش دیتے وقت ہلاتے رہیں تو ٹھنڈا ہونے پر مثل شیر برنج کے جم جاتا ہے اس طرح اگراس کی جیلی بنا کر کھائی جائے تو مضائقہ نہیں خوشگوار ہو جاتا ہے۔

کٹہل دو قسم کا ہوتا ہے ایک خواجہ کٹہل۔ اسکے کوے بڑے ہوتے ہیں

بقیہ نوٹ نمبر ۱۱۔ اس میں اس قدر شیرینی ہوتی ہے کہ دوسری شیرینی شکر میں ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی کٹہل کی ثقالت بھی شکر کے ساتھ کھانے سے رفع ہو جاتی ہے اس ملک میں نہ اس کی کثرت ہے اور نہ اس کے کھانے کی مختلف صورتیں دیکھنے یا سننے میں آئی ہیں کٹہل کا درخت نہایت تناور دیرپا اور بلند ہوتا ہے۔ اور اس کی لکڑی مضبوط خوشرنگ چکنی اور بہت کارآمد ہوتی ہے ضلع شاہجہاں پور میں اس کے باغ جداگانہ ہیں مشرقی بنگال کے اضلاع میں جتنا بڑا کٹہل ہوتا ہے ایسا دوسرے مقامات پر نہیں ہوتا ۱۲ سیر ہی تک وزن کا کٹہل وہاں ہوتا ہے اور نہایت اعلیٰ درجہ کا اور اس کی کثرت سے باغات جیسے اس ملک میں ہیں دوسری جگہ نہیں ہیں قدرتی طور پر وہاں کی زمین اسکے موافق ہے وہاں عموماً ہر شخص پختہ پھل باجازت مالک مال کے توڑ کر کھا سکتا ہے مگر خام پھل توڑنا ممنوع ہے۔

اور مغز زیادہ اور روبیز ہوتا ہے چھونے میں اس کا بالائی چھلکا چکنا اور رنگ
سبز ہوتا ہے اور تخم بہت چھوٹے ہوتے ہیں اس کے پتے بھی بہ نسبت
دوسرے اقسام کے زیادہ گول ہوتے ہیں۔

گیلہ- یہ ادنیٰ قسم کا کٹھل شمار کیا جاتا ہے اس میں کوئے کم ہوتے ہیں مغز
پتلا ہوتا ہے بہ نسبت پہلی قسم کے اس کا پھل چھوٹا ہوتا ہے چھلکا خاردار اور
کوئے میں تخم بڑا ہوتا ہے۔ مثل دیگر پھلوں کے کٹھل شاخوں کے کناروں
اور سروں پر نہیں پھلتا بلکہ موٹی شاخوں میں لٹکا ہوا پھلتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو
پتلی شاخیں اسکے وزن کو کیونکر برداشت کر سکتی ہیں۔ پھل لگنے کے مقام کے
متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بدلتا رہتا ہے درخت کی عمر کے ساتھ موقع
پھل لگنے کا بدل جاتا ہے ابتداً شاخوں میں پھلتا ہے بعد ازاں درخت کے
تنہ میں پھل آتا ہے اور آخر میں جڑوں میں زمین کے اندر پھلتا ہے زمین
کے اندر کے کٹھل کی بڑی قدر کیجاتی ہے۔ اور اسکے وجود کی علامت یہ ہے کہ
زمین شق ہوجاتی ہے۔

درخت میں پھول اور پھل نومبر میں آنا شروع ہوتا ہے اور مارچ تک
سلسلہ جاری رہتا ہے پھول جب کھلتا ہے تو اس میں سے نہایت خوشگوار
خوشبو آتی ہے۔

کٹھل کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے اور قریباً تمام ہندوستان میں پایا جاتا

ہے نشیبی بنگال کی زمین اسکو بہت موافق ہے وہاں کا کٹہل بہت عمدہ ہوتا ہے میں نے سنا ہے کہ پنجاب میں بہت کمیاب ہے۔ چند درخت لاہور کے باغ میں ہیں جو اچھے اور خوب پھلتے بھی ہیں۔ میجر ڈروری صاحب فرماتے ہیں کہ کٹہل کا درخت اگر پتھریلی زمین میں لگایا جاوے تو اسکا درخت بڑہتا نہیں ہے چھوٹا رہ جاتا ہے اور ریتلی زمین میں اسکا درخت خوب بڑہتا ہے اور تناور ہوتا ہے اور اگر جڑ کے قریب پانی ہو تو کٹہل پھلتا نہیں ہے راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکے بیج بھنے ہوئے کسی حالت میں چیسٹ نٹ سے کم لذیذ نہیں ہوتے۔ جن بیجوں کے کھانے کا مجھے اتفاق ہوا ہے ان میں ایک قسم کی چکناہٹ اور غذائیت تھی اور بھوننے پر ذائقہ میں چیسٹ نٹ کے ایسے تھے لیکن جو خوش ذائقگی اسپین کے اخروٹ میں ہوتی ہے وہ نام کو نہیں تھی اس کے بیج مثل سیم کے بیج کے صورت میں ہوتے ہیں۔

ہندوستانی لوگ بیجوں کا سالن بنا کر اور بھون کر کھاتے ہیں۔

کٹہل کے بڑے اور عمدہ درختوں کے پیدا کرنے کی ایک ترکیب یہ ہے کہ کٹہل کا تخم مع مغز خوردنی زمین میں نصب کرتے ہیں۔ جب انکھوا نکلکر ایک فٹ کے قریب ہو جاتا ہے اسوقت تین یا چار فیٹ کے بانس کے ٹکڑے کو نصف سے شق کرکے اس طرح زمین میں گاڑ دیتے ہیں کہ وہ دنیا

درخت اس بانس شق شدہ کے درمیان میں آجاتا ہے تھوڑے عرصہ میں
اس بانس کے اندر سے بڑھ کردہ نیا درخت باہر آجاتا ہے اسوقت بانس
کے دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ کرنے کے بعد اس نئے درخت کو زمین کیطرف
جھکاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نہایت نرمی رہتی ہے جھکانے میں کسی طرح
دقّت نہیں ہوتی جب زمین کے برابر آجائے تب اس کے تنہ کو جو بسبب
بانس کے رہنے کے لانبا اور سیدھا ہو جاتا ہے رسّی کی طرح بٹ دیتے
ہیں۔ اس عمل سے اس کی شکل مثل پیچکش کے ہو جاتی ہے بعد بٹنے کے
اس تنے کے اوپر مٹی ڈالتے ہیں اور مٹی سے تمام درخت کو باستثنی سر کے
چھپا دیتے ہیں جس قدر سر کھلا رہتا ہے وہاں سے درخت بڑھنا شروع کرتا
ہے اور رفتہ رفتہ معمولی درخت کے موافق ہو جاتا ہے جو حصہ کہ زمین میں دفن رہتا
ہے وہ بھی زیر زمین بڑھتا جاتا ہے پانچ یا چھ برس میں جب درخت پھل
دیتا ہے تو نہایت عمدہ اور بڑے پھل کثرت سے زمین کے اندر اس گڑے
ہوئے تنے میں پیدا ہوتے ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں کٹھل نہیں ہوتا سرد آب و ہوا اس کے حق میں
مضر ہوتی ہے۔

برڈفروٹ

اس کا درخت بہت خوبصورت ہوتا ہے اس کا پتّا عریض جلادار (دبیز) اور گہرا سبز ہوتا ہے اسکا اصلی وطن جزیرہ بحرالکاہل ملکا زوجا وا ہے اسکا پھل بیضاوی صورت کا مقدار میں انسان کے سر کے برابر ہوتا ہے اور دیکھنے میں کٹھل کے مشابہ معلوم ہوتا ہے اس میں کسی قسم کی بو نہیں ہوتی لیکن کٹھل کے پھل کی طرح اس کی جلد خاردار نہیں ہوتی خار کے عیوض تمام سطح جلد پر جالدار نشان نمایاں رہتے ہیں اور خفیف سی بلندی محسوس ہوتی ہے اسمیں بیج مطلق نہیں ہوتا اور بریاں کرنے سے تازہ پاؤروٹی کے چھلکے کے طور کا ہوجاتا ہے۔ سیلون کے بازار میں میں نے اس پھل کو خرید کیا ہے اور گھی یا مکھن میں تل ڈالنے سے میدہ کی پوڈنگ سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بمبئی میں اسکے بڑے بڑے پھل ہوتے ہیں۔ دکن اور دیگر مقامات میں بھی ہوتا ہے۔ لیکن احاطہ بنگال میں لوگ اس کے پھل سے واقف نہیں ہیں۔ اسکا ایک بڑا اور تناور درخت منگولین کلکتہ میں ہے۔ اور چند چھوٹے چھوٹے درخت بوٹانیکل گارڈنس اور دیگر بودہ فروش کے باغات میں ہیں اس کو بحری درخت تصور کرنا چاہیئے سمندر کے کناروں پر اکثر ہوتا

ہے۔ سمندر سے جس قدر دور ہوتا جاوے گا اسی قدر یہ درخت کمیاب ہوتا جاتا ہے۔

اس کا بیج اگر بھون کر کھایا جاوے تو اس کا ذائقہ مثل عمدہ چیسٹ نٹ کے ہوتا ہے۔ بڑے مٹر کے برابر بیج ہوتا ہے۔ بلا بیج کے بریڈ فروٹ کی کاشت جنوبی ہندوستان کے میدانی علاقوں میں کی جاتی ہے اور خاصکر مغربی ساحل پر مدراس اور بنگلور۔

پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت نہیں کی جاسکتی۔ گرم مقاموں میں البتہ کاشت ممکن ہے۔

بریڈ نٹ

یہ بھی بریڈ فروٹ کی ایک قسم ہے۔ لیکن دونوں کے پھلوں میں فرق یہ ہے کہ بریڈ فروٹ کے پھل کے خلاف اس کے پھل میں تخم ہوتا ہے۔ بریڈ نٹ کے درخت جو سرکاری بوٹانیکل باغ کلکتہ میں موجود ہیں بہت قدآور ہیں۔ اور ہر سال بلاناغہ پھلتے ہیں اس کا درخت تخم سے تیار کیا جاتا ہے اول اول سنہ ۱۷۹۴ء میں بریڈ نٹ کا درخت باغ مذکور میں ڈاکٹر ڈوہیٹ صاحب لائے تھے یہ سب درخت سنہ ۱۸۱۴ء میں بارآور نہ ہوئے۔ چونکہ ان کو نصب کئے ہوئے عرصہ گزر گیا تھا اور اس وقت تک کوئی درخت پھلا نہ تھا اس سے لئے ڈاکٹر

راکس برگ صاحب کی رائے ہوئی تھی کہ ملک بنگالہ کی سردی درخت پڑنٹ کو مضر ہو کر مانع بارآوری ہوتی ہے۔ لیکن اب درختانِ مذکورہ بالا سالانہ پھولتے اور پھلتے ہیں اور اِن کے بیجوں سے بکثرت درخت تیار کئے جاتے ہیں۔
پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں کی جاتی۔

۱۳

ڈرمل

اوسط قد کا درخت ہوتا ہے اِس کا وطن ملک بنگالہ ہے اس کے پتے خوش نما مستطیل گہرے سبز۔ طول میں آٹھ انچہ اور عرض میں چار انچہ ہوتے ہیں ایام برشگال میں یہ درخت بارآور ہوتا ہے اِس کے پھل مقدار میں کولے

نوٹ نمبر ۱۲۔ ڈرمل کے درخت یہاں بھی بعض باغات میں ہیں جن کو یہاں کے لوگ سٹرٹیر کہتے ہیں اسکا درخت یہاں ۲۰ فٹ سے زیادہ بلند ہوتا ہے مگر پھل بہت کم لاتا ہے اِس کے لئے مرطوب زمین کی ضرورت ہے اِس کے درخت بھی تخم بوکر تیار کئے جاتے ہیں اِس کے پھل کا ذائقہ ترش اور اندر سے پھل بالکل زرد ہوتا ہے جس کو مع پوست کھاتے ہیں اسکا پوست کھرکھرا نہیں ہوتا پہاڑی مقامات پر اِس کا لگانا غیر مفید ثابت ہوا ہے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے بعض اضلاع میں اسکے بڑے بڑے تناور درخت دیکھنے میں آئے اِن میں پھل بھی بڑے بڑے آتے ہیں اُن

کے برابر ہوتے ہیں۔ جلد چکنی اور مثل بھورے رنگ کے چمڑے کے ہوتی ہے
اس کا مزا چاشنی دار ہوتا ہے لیکن کوئی خوشگوار ذائقہ نہیں ہے ہم کو ایسے لوگوں
سے بھی ملنے کا اتفاق ہوتا ہے کہ جن کو یہ پھل مرغوب ہے لیکن اگر اس کے
پسند کرنے والے خود مجھ سے اپنی رغبت کا اظہار نہ کرتے تو مجھے اس کے مرغوب
متصور کرنے میں تامل ہوتا۔ بارش کے موسم میں تخم کے ذریعہ سے اس کے
درخت بڑہائے جا سکتے ہیں۔

مغربی ساحل پر ایک تناور درخت اسکا چار ہزار فٹ بلندی پر موجود ہے۔

جنوبی ہندوستان میں لوگ اس پھل سے واقف نہیں ہیں۔

جمیکا بردنٹ

ڈاکٹر ووہٹ صاحب، سوارٹز صاحب کے قول کی نقل کرتے ہوئے فرماتے
ہیں کہ اس کے بریاں پھل بجائے روٹی کے استعمال کئے گئے ہیں اور اسمیں

بقیہ نوٹ نمبر ۱۲۔ کی شیرینی نہایت خوشگوار فی الجملہ ترشی لئے ہوتی ہے۔ بکثرت
بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ اگر اسکے درخت یہاں نہر کے کنارے لگائے جائیں تو اچھی
طرح پر بالیدہ ہونگے۔ ایک درخت کو دوسرے درخت سے ۳۰ فٹ کے فاصلہ پر لگانا
چاہئیے۔ جدید درختوں کی آب پاشی موسم گرما میں خاطر خواہ کرنا چاہئیے۔

ہازل نٹ کا سا ذائقہ ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسکا درخت ۱۸۰۴ء میں کلکتہ
کے بوٹانیکل باغات میں لایا گیا تھا لیکن ۱۸۱۴ء تک اس میں پھول نہیں آیا
تحقیقات جو ۱۸۸۸ء میں کیگئی ہے اسکے جواب میں ڈاکٹر جارج کنگ صاحب
فرماتے ہیں کہ مجھے اسکا ایک درخت بھی اس باغ میں نہیں ملا۔ یعنی کلکتہ کے
بوٹانیکل باغ میں۔

آنولہ[۱۳]

اسکا درخت بہت بڑا نہیں ہوتا پتے خوشنما ہوتے ہیں اس کا اصلی

نوٹ نمبر ۱۳۔ آنولہ کا درخت اور اسکے پتے خوبصورت ہوتے ہیں جسوقت کہ پھل درخت میں
آتے ہیں وہ نہایت خوشنما گول اور ہرے رنگ کے ہوتے ہیں آنولہ کا درخت پہاڑی مقامات
پر کامیابی کے ساتھ نہیں ہوتا البتہ میدانی مقامات پر اسکے درخت اچھی طرح سے پرورش پاتے
اور پھل لاتے ہیں بنارس میں آنولے کے درخت میں نے بکثرت دیکھے اور انمیں نا سپاتی
سے بڑے بڑے پھل دیکھنے میں آئے جنکا مربہ اعلیٰ درجہ کا تیار کیا جاتا ہے اسکے درخت تخم کے
ذریعہ سے بڑہائے جاسکتے ہیں اس ملک میں جنگلی آنولہ بکثرت ہے مگر اس کی کوئی قدر نہیں
کیجاتی ہے۔ پختہ ہونے پر خشک ہوکر گرجاتے ہیں۔ اگر انکی حفاظت کیجائے تو ان سے
آمدنی ہوسکتی ہے بنارسی آنولہ مشہور ہے اس سے اچھا بڑا اور بے ریشہ آنولہ کم دیکھنے میں آیا ہے۔
یہاں جو آنولہ ہوتا ہے۔ اسکا قد معمولی لیموں کے برابر ہوتا ہے۔

وطن ہندوستان ہے۔ موسم سرما میں گول گول اس میں پھل آتے ہیں۔ اسکا ذائقہ ترش اور کسیلا ہوتا ہے اور خام حالت میں کسی طرح کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس کے مربے اور اچار بنائے جاتے ہیں۔ موسم برشگال میں تخم کے ذریعہ سے اسکے درخت بڑھائے جاسکتے ہیں۔

شمالی ہندوستان کے پہاڑی مقامات پر اسکی کاشت نہیں ہوتی۔

جنوبی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں بکثرت اسکے درخت پائے جاتے ہیں وہاں اسکا نام نیلی ہے۔

۱۴۴

ہرفاریوڑی

اسکا درخت چھوٹا ہوتا ہے۔ اصلی وطن ہندوستان ہے۔ پتے بہت

نوٹ نمبر ۱۴۴۔ یہاں بھوپال کے باغات میں بہتات سے ایک فصل اسکی یہاں موسم بارش میں اور دوسری موسم گرما میں ہوتی ہے میدانی مقامات میں آسانی اسکا درخت ہوتا ہے یہاں کے پہاڑی مقامات پر اسکو لگایا گیا تو اچھی طرح سے ہوا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں پہاڑی مقامات پر بھی ہرفاریوڑی ہوسکتی ہے لیکن جیسی میدانی مقامات پر سرسبز وشاداب ہوتی ہے ویسی پہاڑی مقامات پر نہیں ہوتی ہے۔ میدانی مقامات کے درخت ۲۵ فیٹ سے زیادہ بلند ہوتے ہیں پہاڑی مقامات پر بلند کم اور پھیلے زیادہ ہوتے

خوشنما ہوتے ہیں۔

اسکا پھل سفید سبزی مائل ہوتا ہے اور بڑے ہونے پر پھل دار گول بٹن کے مشابہ ہوتا ہے اور اِس کے اندر سخت گٹھلی ہوتی ہے۔ اِس کا مزا ترش اور کسیلا ہوتا ہے خام کھانے کے قابل نہیں ہوتا ہے۔ لیکن شکر کے قوام میں جوش دے کر مربا تیار کر لیا جائے تو مثل گوزبری کے مزے دار ہوتا ہے سال میں دو بار پھلتا ہے۔ ایک مرتبہ اپریل اور دوسری بار اگست میں بارآور ہوتا ہے۔ موسم برشگال میں گٹھلی لگا دینے سے درخت تیار ہو جاتا ہے۔

پہاڑی علاقہ جات میں باستثنا جنوبی ہندوستان کے دوسرے مقامات پر نہیں ہوتا۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۴۔ ہیں اِس کے درخت کو پہاڑی مقامات پر آبپاشی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اِس کے پھلوں کا مربہ بنانے کے علاوہ اسکو جوش دے کر اچار بھی بناتے ہیں اسکو ہندو لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں موسم گرما میں اسکے پتے بہت گرتے ہیں اور وہ مقام باغ کا جہاں اِس کا درخت ہوتا ہے اسکے اطراف کی زمین گرے ہوئے پتوں سے خالی نہیں رہتی اِس کو باغ میں ایسی جگہ لگائیے جہاں سے چمن اور روشیں دور ہوں۔

۱۵

دیسی اخروٹ

اسکا درخت اوسط درجہ کا ہوتا ہے پتے گوشہ دار لانبے ہوتے ہیں۔ اصلی وطن ہندوستان ہے۔ ولائتی اخروٹ کے برابر اسکا پھل خوش مزا نہیں ہوتا ہے۔ دیسی اخروٹ قریب قریب مدور ہوتا ہے اس کے اوپر سبز چھلکا ہوتا ہے۔ مارچ میں سفید رنگ کا پھول لاتا ہے۔ اور آخر جولائی میں اسکا پھل مراد کو پہنچتا ہے اس وقت بارِ ثانی یہ درخت پھول دیتا ہے۔ مگر اس وقت کے پھول سے پھل نہیں پیدا ہوتا۔

موسم برشکال میں دیسی اخروٹ کا درخت اس پھل کے بونے سے پیدا ہوتا

نوٹ نمبر ۱۵۔ دیسی اخروٹ جس کو جنگلی اخروٹ کہتے ہیں یہاں کے میدانی مقامات میں بکامیابی نہیں ہوتا پہاڑی مقامات پر ہوتا ہے اور پھل بھی لاتا ہے البتہ موسم گرما میں اگر اس کو پانی نہ دیا جائے گا تو وہ ایک سال میں درخت ضائع ہو جائینگے اس لئے اگر اس کو پہاڑی مقامات پر لگائے تو چار فیٹ گہرا گڈھا کھود کر اس میں سیاہ و سرخ موزم دار مٹی ملا کر پُر کرنا چاہیئے۔ بعدہ اس میں درخت لگائیے۔ موسم گرما میں آبپاشی کا تیاں رکھے ہم نے دیسی اخروٹ کا تخم کوہ ہمالیہ سے منگا کر بویا تھا میدانی مقام اس کے لئے مفید نہیں اس میں درخت بار آور نہیں ہوا۔

ہے بونے سے پانچویں ہفتہ میں درخت پھوٹ آتا ہے۔

جنگلی زیتون

اس کا پھل گول ہوتا ہے بیچ میں ایک گٹھلی ہوتی ہے۔ اور پختہ ہوتے پر زردی مائل سرخ رنگ کا ہو جاتا ہے۔ نہایت ترش ہوتا ہے اگرچہ خام حالت میں کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ لیکن پختہ ہونے پر شکر ملا کر چٹنی بنائی جائے تو خوش ذائقہ ہو جاتا ہے۔ جاڑہ کے موسم میں درخت پھولتا ہے۔ اور آخر فروری یا شروع مارچ میں پھل پختہ ہونے لگتا ہے اور بکثرت پھلتا ہے اس درخت کی پتیاں خوبصورت ہوتی ہیں اور بطور آرائش یہ درخت لگایا جا سکتا ہے۔ اکتوبر میں تخم کے ذریعہ سے اس کا درخت پیدا کیا جا سکتا ہے۔

اے لی گے ٹر پی آر (بڑی ناشپاتی)

اس درخت کا وطن ویسٹ انڈیز ہے۔ ہندوستان میں یہ درخت متوسط القامت ہوتا ہے مگر سرن ہمبولٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کراکس کے قرب میں اس کا درخت نہایت تناور اور کشیدہ قامت موجود ہے یہ درخت

ملک بنگالہ میں کثیرالوجود ہے مگر ہندوستان میں اس کو مروج ہوئے بہت عرصہ نہیں گزرا ہے۔ اطراف کلکتہ میں یہ درخت ابتدائے فروری میں پھولتا ہے۔ پھول کا رنگ ہلکا زرد ہوتا ہے۔ اور آخر اگست سے اِن کا پھل پختہ ہونے لگتا ہے اور نصف ستمبر تک اس کے پھلوں کی فصل رہتی ہے اسکے پھل کی شکل بڑے مقدار کی سبز ناشپاتی سے مناسبت رکھتی ہے اور اس کے وسط میں ایک تخم اخروٹ کے برابر ہوتا ہے پھل کے مغز میں مکھن کی کیفیت موجود رہتی ہے اور اس کا مزا تازہ اخروٹ کے مزے سے مناسبت رکھتا ہے اس کا مغز نمک کے ساتھ اور بھی لذیذ ہوتا ہے اس پھل کی جلد کا رنگ اور مغز کا رنگ چمکدار زرد ہوتا ہے۔

سر جے پکسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ اس پھل کو خام کھانے سے تپ اور پیچش پیدا ہوتی ہے۔ اس کا درخت بنگالہ میں تخم کے ذریعہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ ستمبر میں اس کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ نیم پختہ شاخوں سے قلمیں کاٹ کر شیشہ کے چوکھٹوں کے سایہ میں لگا دئیے جاویں تو قلمیں جڑ پکڑ لیتی ہیں اور درخت تیار ہو جاتے ہیں۔

شمالی پہاڑی مقامات پر یہ درخت نہیں ہوتا جنوبی ہندوستان میں ساڑھے چار ہزار فیٹ پہاڑی بلند علاقوں میں اسکا درخت ہوتا ہے۔

غلاف دار مکو

اس درخت کا وطن ملک پیرو ہے۔ ہمیشہ شاداب رہتا ہے مگر ایک عرصہ سے "کیپ" میں اسکی زراعت ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انگریز لوگ اسے کیپ گوزبری کہتے ہیں۔

اسکا پھل ولائتی چیری کے بالکل مشابہ ہوتا ہے اور واقع میں اسی کی ایک جنس یہ بھی ہے۔ خشک پتے کے غلاف میں پوشیدہ رہتی ہے اس کا رنگ کہربائی ہوتا ہے اور نہایت لذیذ اور خوشگوار ہوتی ہے چٹنی کے لئے شاید اس سے بہتر کوئی دوسرا میوہ دُنیا میں نہیں ہوتا۔

مئی یا جون میں اس کے تخم کو بوتے ہیں۔ جب نئے درخت تخم سے اُگتے ہیں تب ایک تیار کھیت یا باغ کے تختہ میں قطار بندی کے ساتھ درختوں کو نصب کرتے ہیں۔ ہر قطار کو ایک دوری سے چار چار فیٹ کے فاصلہ پر واقع ہونا چاہیئے اور ہر درخت ایک دوسرے سے دو دو فیٹ کے فاصلہ سے لگایا جائے ہرچند غلاف دار مکو کا درخت بلا کھاد دیئے ہوئے زمین میں بھی بالیدہ ہوتا ہے مگر قبل سے کھاد ڈال رکھنے سے اِن کی تغذیہ و تقویت کی صورت زیادہ تر حاصل ہوتی ہے جب آٹھ انچ کے برابر درخت اونچے ہوجاویں تب نصف

درخت تک اِن کے گرد مٹی چڑھا دینا چاہیئے اور جب درخت پھول لا دیں تو لازم ہے کہ تازہ شاخوں کی کونپل تراش دی جاویں تاکہ عرق شجری پھلوں کی طرف مائل ہو جس سے پھل خوش ذائقہ اور بڑے ہوتے ہیں۔ اس کا پھل ماہ جنوری و فروری سے پختہ ہونا شروع ہوتا ہے اگرچہ اسکا درخت ہمیشہ شاداب اور سرسبز رہتا ہے لیکن پھل کی فصل ختم ہو جانے کے بعد پُرانے درختوں کو اُکھاڑ دینا چاہیئے اور پھر زمین کو درست و تیار کرکے جدید درخت تخم بو کر تیار کر لئے جاویں۔

غلاف دار مکو کا درخت بہت نازک ہوتا ہے اور سخت سردی کا متحمل نہیں ہوتا۔ میں نے متواتر فیروزپور میں اس کی کاشت کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ گرمی میں درخت خوب شاداب اور سبز رہا لیکن سردی آنے پر جس قدر پھل آئے تھے وہ سب قبل پختہ ہونے کے گِر گئے۔

پہاڑی مقامات اس کی کاشت کے لئے موزوں نہیں ہوتے۔ صرف جنوبی ہندوستان کے پہاڑی علاقجات کی سرزمین اس کے موافق ہوتی ہے۔ سر فریڈرک پرائس صاحب اور مسٹر براوڈلاک صاحب نے منتخب اور عمدہ بیج بو کر۔ اوٹاکمنڈ اور کونور میں اس کی اچھی فصل پیدا کی ہے۔

شجری ٹماٹو

شجری ٹماٹو۔ کا درخت حال ہی میں امریکہ سے ہندوستان میں لایا گیا ہے اور جنوبی ہندوستان کے پہاڑی مقامات میں اس کی کاشت کو رواج دیا گیا ہے۔ شاخوں کے سرے پر بیضاوی شکل کے پھل بکثرت لگتے ہیں اور خوشہ کے خوشہ لٹکے رہتے ہیں۔ ابتداً اس کا رنگ سبزی مائل سرخ ہوتا ہے لیکن پختہ ہونے پر زردی غالب آجاتی ہے۔ اگرچہ بطور ترکاری اسکا استعمال زیادہ مرغوب نہیں ہے لیکن اچار کے کام آتا ہے کوہ نور۔ اور نیلگری میں بکثرت پھلتا ہے اور چند ایکڑ زمین میں اسکے درختوں سے صدہا من ٹماٹو اترتا ہے تخم بوکر بآسانی اس کے درخت بڑھائے جا سکتے ہیں۔

کروندا [۱۶]

اسکا درخت چھوٹا ہوتا ہے پتے گہرے سبز چمکدار ہوتے ہیں اور نہایت تیز خار اس درخت میں ہوتے ہیں۔ اس درخت کا اصلی وطن ہندوستان ہے

نوٹ نمبر ۱۶۔ کروندے کے درخت بھوپال کے باغات میں۔ دو قسم کے ہیں ایک سبز رنگ کے پھل کا جو آخر میں قدرے سرخ ہو جاتا ہے دوسرا سفید رنگ کے پھل کا

اور قریباً تمام ہندوستان میں کم وبیش پایا جاتا ہے. ڈون صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا درخت پندرہ فیٹ سے بیس فیٹ تک بلند ہوتا ہے فروری میں پھولتا ہے اور دسمبر تک اسکے پھل میں پختگی آجاتی ہے پھل توڑنے کے وقت ایک قسم کا لیسدار دودھ اس میں سے نکلتا ہے اگر ہاتھ میں دودھ لگ جاتا ہے تو مشکل سے چھوٹتا ہے اس کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں بعض اقسام بیلدار بھی ہوتے ہیں جنگلوں میں بیلدار کروندا بعض اوقات زیادہ بلند درختوں پر چڑھا ہوا بھی دیکھا گیا ہے۔

پختہ ہوئے پھل کی صورت۔ قد اور جسامت ورنگ بالکل ڈیم سن کے پھل کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اس کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے تخم ہوتے ہیں اچار وچٹنی کے لئے بہت موزوں ہوتا ہے۔ خام حالت میں مئی سے وسط جولائی تک اس کی پوڈنگ بنائی جاتی ہے۔ اور نفیس پوڈنگ ہوتی ہے

بقیہ نوٹ نمبر ۱۶۔ سرخ لانبی دھاریاں ہوتی ہیں کیونکہ کے اندر سے کچھ تھوڑا نہایت خوشبو اور دلکش ہوتا ہے دونوں قسم کے کروندے ترش ہوتے ہیں جنکا اچار بھی بنایا جاتا ہے اور مربہ بھی بھوپال کے مفصلات میں جنگلی کروندے کی کثرت ہے اسکے پھول کی خوشبو اچھی ہوتی ہے کروندے کی فصل آغاز بارش میں تیار ہوجاتی ہے اسکے درخت تخم کے ذریعہ سے تیار کئے جاتے ہیں تخم ریزی بارش میں کرتے ہیں تخم سخت ہوتا ہے مرطوب موسم وبارش کیوجہ سے تخم پندرہ روز میں جم آتا ہے۔ سفید کروندے کا مربہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تیار کیا جاتا ہے۔

پکانے پر اس کا مزا بالکل گوزری کا ہوتا ہے۔ اس کا چھلکا کسی قدر سخت ہوتا ہے اسکے درخت کی باغات میں باڑ بھی لگائی جاتی ہے۔

موسم برشگال میں اس کے بیج بو کر درخت تیار کئے جاتے ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں باستثنار جنوبی ہندوستان کے کسی دوسری جگہ اس کی کاشت نہیں ہوتی۔

نیٹل پلم

اس درخت کا وطن مقام نیٹل ہے ہندوستانی کرونڈے سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور حقیقتاً کرونڈے کی ایک قسم یہ بھی ہے لیکن بلحاظ عمدگی ثمر ہندوستانی کرونڈے سے افضل ہوتا ہے اس کرونڈے کا پھول سفید اور پھل سُرخ سیاہی مائل نہایت خوشنما ہوتا ہے۔ ہندوستانی کرونڈے کے پھل سے کسی قدر بڑا ہوتا ہے۔ جزیرہ کیپ ٹاؤن میں اس کرونڈے کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

اسکا پھل چھوٹے بیر کی برابر اور صورت کا ہوتا ہے اور پختہ ہونے پر پھل سُرخ ہو جاتا ہے۔ کیپ ٹاؤن کے باغ کے مالیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کرونڈے کی قدر بہت کی جاتی ہے اور باورچیخانہ کے مصرف کیلئے اس کا

پھل بیشتر مطلوب ہوتا ہے۔

جزیرہ کیپ ٹاؤن سے میں اپنے ہمراہ اس کے بیج لایا تھا۔ اور چھ برس تک اس کے چند درخت ہمارے باغ میں رہے مگر کبھی مثمر نہ ہوئے کلکتہ کے سرکاری بوٹانیکل باغ میں اسکے درخت موجود ہیں مگر حسب مراد پھل نہیں لاتے باغبانات کا یہ بیان ہے کہ ایک یا دو دانہ کے سوا کبھی کوئی درخت زیادہ نہیں پھلتا۔ لیکن مسٹر ایم ایور صاحب مجھ سے بیان کرتے تھے کہ یہ کروندا مقام "کل ہوٹی" جو کوہ نیلگری پر واقع ہے شاداب رہ کر خوب پھل لایا۔

اگر ہندوستانی کروندے کے تخمی درخت سے اس کروندے کا پیوند تیار کیا جائے تو امید ہوسکتی ہے کہ خوب پھلے۔

کوہ ہمالیہ کے پہاڑی مقامات پر اسکی کاشت نہیں ہوتی۔

زیتون[۱]

اس درخت کا اصلی وطن جنوبی یورپ ہے اگرچہ عرصہ دراز سے اسکی کاشت کا رواج اس ملک میں ہے لیکن بلحاظ پھلنے کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کچھ کامیابی

نوٹ نمبر ۱۔ زیتون کے درخت کی کاشت یہاں نہیں کی گئی۔ البتہ باغ ریاض الاثمار میں اسکے دو درخت باہر سے منگا کر لگائے گئے ہیں جن کا قدوقامت اس وقت تک

نہیں ہوئی ہے درخت سرسبز اور شاداب رہتا ہے اور تناور ہوتا ہے لیکن پھل نہیں لاتا۔ ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اس کے درخت ۱۸۰۰ء میں لائے گئے تھے لیکن ۱۸۱۴ء تک ان میں پھل نہیں آیا۔ اور ڈاکٹر گریہم صاحب کا قول ہے کہ آب و ہوا موافق ہے ممکن ہے کہ بعد چندے کچھ تجربوں کے بعد اس کی کاشت میں کامیابی ہو۔ اسکے درخت اب تک سرکاری باغات کلکتہ میں موجود ہیں لیکن اس وقت تک ایک بار بھی پھل نہیں لائے۔ لال باغ بنگلور میں بھی اس درخت کی کاشت تیس ۳۰ سال تک کی گئی ہے لیکن انجام وہی ہوا۔

پنجاب میں حال ہی میں کچھ کوشش اس کے کاشت کی کیگئی ہے۔ لیکن بظاہر کوئی امید کامیابی کی نہیں دکھائی دیتی۔ ڈاکٹر ایم ڈیو بیریوال صاحب فرماتے ہیں کہ حرارت و برودت دونوں اس کو مضر ہوتی ہیں۔ اور اگرچہ مقام کائن اور "سینٹ ڈومنگو" میں اسکے درخت خوب تناور ہوئے ہیں لیکن پھل وہاں بھی نہیں لائے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۔ ۔افیٹ کے قریب ہے ابھی بار آور ہونے کے لایق نہیں ہیں اسلئے اور کوئی زیادہ کیفیت نہیں تحریر کیجا سکتی ہے درختِ مذکور میدانی مقام میں لگائے گئے ہیں جہاں کی مٹی سیاہ ہے درختوں نے ترقی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین اس کیلئے موافق ہوگی زیتون کا درخت تخم سے تیار ہوتا ہے۔

پہاڑی علاقوں کی آب و ہوا اس کے لئے موافق نہیں ہے شیشہ کے مکانوں میں اسکا درخت البتہ رکھا جا سکتا ہے۔

ولائتی گاب۔ پارسی من

اسکا درخت قدآور ہوتا ہے اصلی وطن چین ہے اس کے نپتے بڑے اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ چھوٹے باغوں کے کام کا نہیں ہوتا۔ وسیع باغات میں اس کو جگہ دینا مضائقہ نہیں ہے۔ اطرافِ کلکتہ میں بکثرت پایا جاتا ہے اور بہت پھلتا ہے۔

اس کا پھل اگست میں پختہ ہونا شروع ہوتا ہے اور قد میں بڑے سیب کے برابر ہوتا ہے بادام کے برابر کی دو گٹھلیاں اس میں ہوتی ہیں اسکا چھلکا سیندور کے مانند سُرخ ہوتا ہے۔ بہ نسبت آڑو کے کسی قدر سخت چھلکا ہوتا ہے۔ کوئی خوش ذائقہ پھل نہیں ہے اسکا مزا مثل زیادہ پختہ اور کچھ ڈھیلے ہوئے سیب کے ہوتا ہے اسکے مغز میں کسی قدر مزا مثل خربزہ کے ہوتا ہے۔ اگرچہ کچھ زیادہ بدمزا نہیں ہوتا لیکن کم لوگ کھاتے ہیں۔ اہلِ چین اس کی چٹنی بناتے ہیں اور اسی کے لئے یہ موزوں بھی ہے۔ سہارن پور کے سرکاری باغات میں اسکی کاشت اس غرض سے کی جارہی ہے کہ اس ملک کی آب و ہوا۔ اور سرزمین

سے مانوس ہو جائے۔

مسٹر ڈبلو گالن صاحب نے حال میں جو رپورٹ لکھی ہے اس میں حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

بڑا ذخیرہ پودوں کا جسکا تذکرہ گذشتہ رپورٹ میں کیا گیا تھا کہ بیج بوکر پودے تیار کئے گئے ہیں ان کی بالیدگی بہت آہستگی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ پودے صحیح وسالم ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیج بوکر جو درخت اگائے جاتے ہیں وہ چار برس میں کہیں پیوند کے لائق تیار ہوتے ہیں۔

گذشتہ موسم خزاں میں پرانے درختوں میں پھل آئے۔ چونکہ ذائقہ میں خوش مزا تھے۔ اور اسی وقت ان کی فصل تیار ہوئی تھی اور کوئی دوسرا میوہ بازار میں دستیاب نہیں ہوتا تھا اس لئے موقع نہ ملا کہ عام طور پر تقسیم کے لئے درخت تیار کئے جاتے۔ قلم اور دابہ دونوں طریقوں سے درخت کے بڑھانے کی کوشش کی گئی لیکن افسوس ہے کہ ناکامی ہوئی۔

اگست میں اس کی گٹھلی بودی جاوے تو درخت بآسانی نکل آتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں کیجاتی۔

اسٹار ایپل

اس کا اصلی وطن جزائر ویسٹ انڈیز ہے۔ ماہرین فن باغبانی بیان

کرتے ہیں کہ اول سُرخ پھول کے خوشے اِس میں نکلتے ہیں۔ بعدازاں مغز دار گول۔ اور چکنا پھل مثل سیب کے پھلتا ہے۔ پھل کے اندر دس خانے ہوتے ہیں۔ اور ہر خانے میں ایک ایک سیاہ چمک دار۔ گول تخم ہوتا ہے اور نہایت شیریں خوشگوار مغز لپٹا ہوا رہتا ہے۔ مغز کو چاک کرنے سے اِس کے تخم کے اندر ستے مثل ستاروں کے جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اِسکو اسٹار ایپل یعنے ستارہ سیب کہا جاتا ہے۔

جو درخت کلکتہ کے سرکاری بوٹانیکل باغ میں اسٹار ایپل کے نام سے مشہور ہے وہ کوئی اور درخت ہے کس واسطے کہ اسکا پھل کرونده کے برابر زردی مائل ہوتا ہے اور فروری کے مہینہ میں اس کا رنگ چمکدار سیاہی مائل ہوجاتا ہے اور ذائقہ میں پھیکا ہوتا ہے لیکن دھوپ میں خشک کرلیا جائے تو اِس کا مزا خشک چیری کی طرح ہوجاتا ہے۔ یہ بیان "ڈمسن اسٹار ایپل" کے بیان سے بہت مطابقت رکھتا ہے لیکن واقع میں۔ اسٹار ایپل کے درخت سے کوئی تعلق اس سے نہیں ہے۔

ڈاکٹر جارج کنگ صاحب ۱۸۸۰ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اسکا درخت سالانہ خوب پھلتا ہے۔

باغ اور مکان کی تزئین کے لئے اسکا درخت لگایا جاتا ہے اِس کے پتے بہت خوش نما ہوتے ہیں پتوں کا آخری سرا چمکدار سبز رنگ کا ہوتا

ہے۔

قلم اور بیج کے ذریعے سے اسکا درخت بڑھایا جاتا ہے کوہی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں ہوتی۔

امریکن مارملیڈ

ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا اصلی وطن جنوبی امریکہ ہے بیضاوی شکل کا اس کا پھل بڑا اور بھورے رنگ کا ہوتا ہے جلد کھردری ہوتی ہے چھلکے کے اندر سرخ رنگ کا گودا ہوتا ہے اور ذائقہ میں بہت شیریں ہوتا ہے چونکہ اسکا پھل اصلی مارملیڈ کے بہت مشابہ ہوتا ہے اسلئے اسکا نام مارملیڈ رکھا گیا ہے جزائر ''ویسٹ انڈیز'' اور جنوبی امریکہ میں پھل کے لئے اس کی کاشت کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر وہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۸۰۰ء میں چین سے کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اس کا درخت لایا گیا تھا۔ لیکن ۱۸۱۴ء تک اس میں پھول نہیں آیا اب وہ درخت موجود نہیں ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ضائع ہو گیا۔

۱۸

سپاٹو

اس درخت کا وطن جمیکا ہے اسکا قد اوسط درجہ کا ہوتا ہے اس کے پتّے خوبصورت اور سایہ دار ہوتے ہیں۔ خوشنما ہونے کے باعث اس قابل ہوتا ہے کہ باغات میں اس کو ضرور جگہ دیجائے۔

اسکا پھل اوسط درجہ کے کولے کے برابر ہوتا ہے رنگ بھورا ہوتا ہے جلد باریک اور نازک ہوتی ہے مغز کا رنگ مثل بیرونی حصہ کے بھورا ہوتا ہے۔ تخم سیاہ رنگ کے مثل بادام کے ہوتے ہیں۔ شیریں ٹھنڈا اور خوشگوار ہونے کے باعث اس سے بہتر شاید ہی کوئی میوہ دنیا میں ہوتا ہو۔

نوٹ نمبر ۱۸۔ سپاٹو کے چند درخت بھوپال کے دوتین باغات میں بہت مدت سے لگائے ہوئے ہیں اور یہ درخت میدانی باغات میں ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی میدانی زمین جسکی مٹی سیاہ ہے درختانِ مذکور کے لئے بہت مفید ہے جس میں درخت نہایت قوی اور بلند ہوتا ہے موسم سرما میں اس کے پھل تیار ہوجاتے ہیں پھل زیادہ شیریں لیکن بارآور کم ہوتا ہے جو درختوں کی غور و پرداخت میں کمی کی دلیل ہے اس کے پھلوں کو پرند بہت نقصان پہنچاتے ہیں اس کے درخت ڈبے (مرگل) کے ذریعہ سے تیار کئے گئے ہیں اگر پہاڑی مقام پر لگایا جائے تو یقینی کامیابی ہوگی۔

سپاٹو کا درخت دو بار سال میں پھل لاتا ہے۔ ایک اگست اور بار دوم فروری و مارچ میں ہوتا ہے۔ اگست میں کمتر بارآور ہوتا ہے یہ پھل دو قسم کا ہوتا ہے ایک بالکل گول دوسرا بیضاوی ہوتا ہے۔ مزے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہوتے ہیں کلکتہ کے قرب و جوار میں یہ میوہ عام ہے لیکن ہندوستان کے دیگر مقامات میں نہیں ہوتا۔

اسکا درخت تخم سے بھی تیار ہوتا ہے مگر پیوندی کو تخمی پر ترجیح ہے۔ اسکا پیوند آم کے پیوند کی طرح تیار کرتے ہیں۔ کھرنی کے درخت سے پیوند تیار ہوتا ہے خود سپاٹو کا تخمی درخت پیوند کے مصرف کا نہیں ہوتا تخمی سپاٹو بہت دیر میں بارآور ہوتا ہے۔

کوہی مقامات پر نہیں ہوتا علاقہ بنگلور میں تین ہزار فیٹ تک بلند مقامات پر خوب پھل لاتا ہے۔

کھرنی [19]

اسکا درخت بہت بڑا ہوتا ہے ہندوستان میں اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے

نوٹ نمبر ۱۹۔ بھوپال میں کھرنی کے درخت باغات میں بہت کم ہیں البتہ بیرونجات میں کہیں کہیں زیادہ ہیں اسکا درخت بہت عرصہ میں پھلتا ہے اس کے پھل زرد۔

اسکا پھل گرمی کے موسم میں پختہ ہو کر تیار ہوتا ہے۔ چھوٹے انگور کے برابر ہوتا ہے رنگ زرد اور بہت شیریں ہوتا ہے۔ لعاب دار دودھ اس میں ہوتا ہے۔ باغ میں لگانے کے قابل کوئی خاص صفت اسمیں نہیں ہوتی۔ اس کے پتے بلاشبہ خوبصورت ہوتے ہیں موسم برشکال میں تخم بو کر درخت تیار کیا جاسکتا ہے۔

کوہی علاقوں میں نہیں ہوتا جنوبی ہندوستان کے جنگلوں میں اسکا درخت خودرو دیکھا گیا ہے۔

پینیالہ پلم

اسکا درخت چھوٹا ہوتا ہے اور زائد سے زاید تیس فیٹ تک بلند ہوتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۹- نیب کے پھل سے کچھ بڑے ہوتے ہیں اس کے پھلوں میں سفید دودھ ہوتا ہے اور وہ بہت چپچپا ہوتا ہے لب بند ہ جاتے ہیں اور دودھ کی وجہ سے پھل کی مٹھاس میں خرابی آجاتی ہے ذائقہ دودھ کا کھٹا ہوتا ہے اور کھانے میں حلق میں پھنستا ہے اسکے درخت تخم کے ذریعے تیار ہوتے ہیں۔ مگر بعض مقامات کی کھرنی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مخصوص سانچی کے پہاڑوں میں جو قدیم زمانے کے پرانے درخت ہیں وہ اچھی قسم کے ہیں ملک بھوپال میں کھرنی بہت ہے یہاں کے لوگ اسکو خشک کر کے رکھتے ہیں اور موسم بارش میں اس کو فروخت کرتے ہیں اور

اسکا اصلی وطن۔ ہندوستان ہے۔ پتے سبز اور چھوٹے ہوتے ہیں اور شاخوں میں کانٹا ہوتا ہے۔

ماہ دسمبر و اکتوبر میں اسکا پھل پختہ ہوتا ہے اور پھل کی شکل مثل گول بیر کے اور قد میں چھالیا کے برابر ہوتا ہے پھل کا رنگ بحالت خام سبز اور بحالت پختگی نیلا بینجنی ہوتا ہے مزا کساؤ کے ساتھ خفیف شیریں ہوتا ہے۔ اس کے کھانے کی ترکیب یہ ہے کہ قبل کھانے کے اس کو خوشگوار کر لیا جاتا ہے۔ اس کے پھل کو انگوٹھے اور اونگلی کے درمیان میں لیکر خوب ملا جاوے اور آہستہ آہستہ دوران ملنے کے دبایا جاوے اور ہتیلیوں میں رکھ کر خوب ملایم کر لیا جاوے اس ترکیب سے اسکا مغز نرم اور شیریں ہوجاتا ہے شکر ڈالکر اگر پکالیا جاوے تو نفیس حلوا ہوجاتا ہے۔ پنجاب میں اس سے لوگ واقف نہیں ہیں۔

جون و جولائی میں تخم بوکر اس کے درخت پیدا کئے جاسکتے ہیں کسی طریقہ پر کاشت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں کیجاتی۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۹۔ اسی طرح کثرت سے خرید کرتے ہیں جس طرح کہ کھجور کو کھانے میں شیریں ہوتی ہیں۔

ٹومی ٹومی

اسکا درخت پنیالہ کے درخت کی طرح کا پھل دو ایک مہینہ دیر کر کے دیتا ہے مگر اس کا پھل بہ نسبت پنیالہ کے پھل کے کم رتبہ رکھتا ہے اسکا پتہ بہ نسبت اسکے بڑا ہوتا ہے اور اس کے درخت میں کانٹے بالکل نہیں ہوتے یہ بھی مثل پنیالہ کے تخم کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے۔

گوآؤنگا

اس کا درخت چھوٹا ہوتا ہے لیکن کانٹے بہت اور تیز ہوتے ہیں اس کا اصلی وطن "میڈاگاسکر" ہے وہاں کے اور جزیرہ مارشیس کے باشندگان کو بہت مرغوب ہے سرکاری بوٹانیکل باغات میں اسکے درخت بہت عرصہ تک تھے لیکن اب کوئی درخت موجود نہیں ہے چونکہ مجھے اسکے چکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے اسلئے اسکی خوش ذائقگی اور بدمزگی کی نسبت کوئی رائے نہیں دے سکتا اسکے اندر ایک بڑی گٹھلی ہوتی ہے اور درخت پیدا کرنے کے لئے بوئی جاتی ہے۔

خربزہ

عمدہ قسم کے خربزوں یا سردوں کی کاشت میں زیادہ توجہ و نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے بہتر شاید ہی کوئی دوسرا میوہ ہوتا ہو کہ جو اس

نوٹ نمبر ۲۰- خربزہ کی کاشت کا تجربہ میں نے عیش باغ میں کیا تھا لکھنؤ سے تخم خربزہ منگوا کر بوئے تھے پھل قد میں قدرے بڑے، پر گوشت اور شیریں ہوئے عیش باغ کی زمین سیاہ رنگ کی ہے اس میں آٹھ فیٹ مربع کیاریاں تیار کرکے اور ان کو گہرا گوڈ کر اس کی مٹی میں معمولی ریت اور سڑی ہوئی گوبر کی کھاد ملا کر ماہ فروری میں تخم ریزی کی گئی تھی عمدہ پھل پیدا ہوئے تھے۔ سردے کا تخم بھی میں نے بویا تھا اسکی بیلیں بڑی اور سرسبز اور شاداب ہوئیں مگر چھوٹے پھلوں کو کیڑوں نے بہت نقصان پہنچایا چونکہ توجہ کامل نہ کی گئی اس لئے پورا پورا تجربہ نہ ہو سکا البتہ خربزہ کی کاشت کا تجربہ کامیابی کے ساتھ ہو چکا ہے اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بھوپال کے میدانی مقامات پر اور ندیوں کے کنارے جہاں موسم گرما میں پانی رہتا ہو خربزہ کی کاشت کیجاوے تو کامیابی ہوگی مسٹر فرمنگر کا یہ لکھنا کہ خربزہ کی کاشت کے لئے بڑی غور و پرداخت کی ضرورت ہوتی ہے بالکل صحیح ہے۔ جس وقت میں نے اس کی کاشت کا تجربہ کیا تھا مجکو دن میں دو مرتبہ بذاتِ خود نگرانی کرنی ہوتی تھی اس کے کھیت میں چھوٹے چھوٹے پردار کیڑے سُرخ و سیاہ رنگ کے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ ابتدا ہی

قدر قابل توجہ ہو۔ اسکی اعلیٰ قسم سردہ ہوتا ہے جس کا اصلی وطن کابل ہے اور جہاں تک میرا علم ہے ہندوستان میں اب تک اس کی کاشت میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ہندوستانی امراء و شوقینوں کے لئے پنجاب سے آتا ہے اور میرے ایک دوست صاحب تذکرہ کرتے تھے کہ ایک بار جب وہ ملتان میں تھے تو ایک پھل کی قیمت چھ روپئے دیتے تھے لیکن میوہ فروش نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اس سے ظاہر ہے کہ سردہ کی کس قدر قدر کی جاتی ہے اور کیسا نفیس پھل ہے۔ میں نے اپنے باغات فیروزپور میں کئی بار سردہ کے درخت تیار کئے۔ درخت اعتدال کے ساتھ بڑے ہوئے لیکن ہر درخت میں ایک ایک دو دو سے زیادہ پھل نہ آئے اور جب پختگی پر آئے اندر کی جانب سڑنے لگتے ہیں۔ ایک حصہ جو سڑنے سے محفوظ رہ گیا

بقیہ نوٹ نمبر ۲۔ سے پھول اور پھل کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتے ہیں میں اُن کو علی الصباح چنوا کر پھنکوا دیتا تھا۔

یہاں خربزہ کی کاشت کے واسطے گوبر کی کھاد و ریت اور آبپاشی بے حد ضروری ہے ہر چوتھے روز کیاریوں میں گوڑا دینا چاہیئے بھوپال کے مفصلات میں بعض بعض مقامات پر خربزہ بوئے گئے مخصوص لکھنؤ کا سفیدہ بھی بویا گیا اور اس میں کامیابی ہوئی پھل تحفتاً مجھ تک پہنچے میں نے بھی کھایا ذائقہ میں بُرے نہ تھے اچھے تھے محنت اور نگرانی کی ضرورت ہے۔

تھا اس کو چکھنے پر مجھے معلوم ہوا کہ جب کابل میں پورے طور پر پختگی پر آتا ہو گا تو کس قدر لذیذ اور خوش گوار یہ پھل ہوتا ہو گا۔

دوسرے اقسام کے سردے سے اس قسم کا سردہ بآسانی تمیز ہو جاتا ہے۔ اسکے بیج تقریباً چوگنے بڑے ہوتے ہیں اس قسم کا سردہ کابل میں ہوتا ہے اور بلحاظ خوش ذائقگی اور نفاست و شیرینی کے دوسرے درجہ کا ہوتا ہے یہ قسم بھی کابل ہی میں ہوتی ہے اور اندر سے اسکا رنگ سبزی مائل ہوتا ہے پھل بڑا اور بیضاوی ہوتا ہے جلد بہت چکنی اور سبزی مائل زرد ہوتی ہے اور مثل جال کے اس پر گھراپن ہوتا ہے اس کی کاشت فیروز پور میں کیگئی تو خوب کامیابی ہوئی اور میں نے خود بھی اس کی کاشت کی تھی اسکے بیج بھی بڑے ہوتے ہیں اور اس سردہ کے بیجوں کی یہی پہچان ہے۔

کابل کے سردے کے بعد پھر لکھنؤ کے سفیدہ کا نمبر ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمام ہندوستان سے بہتر خربزہ لکھنؤ کا ہوتا ہے۔ اس کا پھل چھوٹا اور بڑے کونلے کے برابر ہوتا ہے اور دونوں جانب دبا ہوا۔ اور اندر و باہر سے بالکل سفید ہوتا ہے دریاے گومتی کے کناروں پر ریتلی زمین میں بکثرت اور نہایت نفیس ہوتا ہے اس کے بیج۔ مارچ کے مہینے میں بوئے جاتے ہیں۔

دو قسم کے خوشبودار خربزوں کے بیج مسٹر ڈبلو ایچ بارٹلٹ صاحب نے مکسر سے اگری ہارٹی کلچرل سوسائٹی میں اس یادداشت کے ساتھ بھیجے

تھے کہ خوب کہاد وغیرہ دیکر اسکے بیج بوئے جاویں جو چھوٹے خربزہ ہنس کے انڈے کے برابر ہوتے ہیں اور چھلکا زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ ذائقہ میں کسی قدر کساؤ ہوتا ہے لیکن شکر کے ساتھ کھایا جائے تو خوش ذائقہ ہوتا ہے جون میں اسکی کاشت کی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ بنگال میں اسکی تخمریزی کچھ پہلے یعنے اپریل یا مئی میں کردینی چاہیئے اور آبپاشی برابر کرتے رہنا چاہیئے مثل چار کی کیاریوں کے اس کی کیاریاں بھی کسی قدر سطح زمین سے بلند بنائی جاتی ہیں اور موسم گرم وخشک ہو تو آبپاشی ہوتی رہے تو جولائی سے ستمبر تک پھل کھانے کے قابل تیار ہوجاتے ہیں۔ میں ایک دوسرے قسم کے خربزہ کے بیج بھی بھیجتا ہوں اس کا پھل بڑا ہوتا ہے ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور بہت خوش ذائقہ پھل ہوتا ہے اور خاصکر پورنیہ اور بھاگلپور کی کچھار میں بہت ہوتا ہے۔ اس کی تخمریزی کا اصل اصول یہ ہے کہ اُتھلی قطاروں میں بویا جائے۔

کلکتہ کے قرب وجوار میں عمدہ قسم کے خربزوں کی کاشت کی کوشش کی گئی اور پورے طور پر کامیابی بھی ہوئی چند سال گذرے کہ اگری ہارٹی کلچرل سوسائٹی نے ایک نقرئی تغمہ اور دو سو روپیہ انعام مسٹر اے میلٹ صاحب کو عمدہ خربزہ پیدا کرنے کے صلہ میں دیا تھا۔

چند سال کے بعد مسٹر چیو صاحب نے متواتر ناکامیابیوں پر کلکتہ کے

قرب وجوار میں کابلی سردہ پیدا کرنے کی ترکیب دریافت کی اور کامیابی کے ساتھ اس کی کاشت بھی کی تھوڑا عرصہ ہوتا ہے کہ ان کے بھائی کو لکھکر میں نے دریافت کیا تھا کہ جو طریقۂ کاشت اگیری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کو آپ کے بھائی صاحب نے لکھا تھا اس میں تجربہ کرنے کے بعد کہاں تک کامیابی ہوئی۔ چنانچہ جواباً انھوں نے تحریر فرمایا کہ اس طریقہ کاشت میں بڑی دقت ہوئی تھی اور خرچ بہت پڑتا تھا اس لئے اس کی کاشت ترک کر دی گئی۔

قریباً تمام ہندوستان کے لئے طریقۂ کاشت یکساں ہے صرف ممالک متحدہ میں بہ نسبت بنگال کے دس پندرہ روز کے بعد تخم ریزی کی جاتی ہے۔

(۱) اسکا کھیت کھلا ہوا ہونا ضروری ہے کسی قسم کا سایہ مکان خواہ درخت کا نہ ہونا چاہیئے کھلی ہوئی زمین میں اس کی کاشت کرنی چاہیئے مسٹر چیو صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خربزہ کے درخت گملوں میں لگا کر مکان کی چھت پر رکھے تھے اور خربزہ پیدا کئے۔

(۲) صاحب موصوف کی رائے ہے کہ ایک حصہ بالو اور سات حصہ مٹی ہونی چاہیئے لیکن یہ کوئی لازمی نہیں ہے کہ اسی مناسبت سے بالو اور مٹی ہو بلکہ کم وبیش بھی ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ دو فیٹ گہرے اور ڈھائی فیٹ عرض یا

گڑھے اس کے لئے بنائے جائیں اور گڑھوں کا باہمی فاصلہ چار سے چھ فیٹ تک رکھا جائے۔

(۴) لیکن جو ترکیب میجر ملٹن صاحب بتلاتے ہیں وہ زیادہ آسان ہے اور نالیوں کے ذریعہ سے آبپاشی کرنی ہو تو اس ترکیب سے کاشت کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ ترکیب یہ ہے۔

کہ چودہ انچہ گہری اور دو فیٹ چوڑی نالیاں کھودی جائیں اور دوہری قطاروں میں تخم ریزی کی جائے جب درخت ایک فٹ بلند ہو جائے تو اس کو کیاری کی اونچی اور خشک سطح پر رکھدیا جائے تاکہ آبپاشی کا پانی صرف جڑوں ہی کو سیراب کر سکے اور درخت محفوظ رہے۔

مسٹر چپو صاحب فرماتے ہیں کہ تخم ریزی کے قبل نصف جزو گوبر یا گھوڑے کی لید اور نصف جزو مٹی کھاد کے طور پر ڈالنا لازمی ہے۔

(۵) صاحب موصوف کی رائے ہے کہ وسط مارچ میں تخم ریزی کرنی چاہیئے اور افغانستان کے خربزہ کی کاشت اگر اس زمانہ میں کی جائے تو درخت خوب زوردار ہوتا ہے اور جو تخم ریزی کہ دو ماہ قبل کی جا چکی ہے اسی کے ساتھ پھل لاتا ہے۔

(۶) صاحب معزز زور کے ساتھ رائے دیتے ہیں کہ تخم ریزی کے قبل چوبیس گھنٹہ تک تخم کو گرم پانی میں تر رکھنا چاہیئے تو ان کی رائے میں ایسا کرنا بہت

بہت مفید ہوتا ہے۔ تر کرنے کے بعد اِن کو تر کپڑے یا تر مٹی میں دو تین روز تک چھپا رکھنا چاہیئے تاکہ انکھوے نکل آئیں۔

(۷) صاحب موصوف کی رائے ہے کہ اسکے بعد فوراً تخموں کو نالیوں میں ایک ایک فیٹ کے فاصلہ پر اور ایک انچہ یا ڈیڑھ انچہ گہرے میں زمین کے اندر رکھو کر بو دینا چاہیئے۔ بو دینے کے بعد خوب پانی دینا لازمی ہے اور اسی طرح ہر روز اُسوقت تک تاوقتیکہ سردے کے درخت زمین سے دو انچہ بلند نہ ہو چکے ہوں سیرابی میں کوتاہی نہ کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں موقع موقع سے پانی دینا کافی اور مفید ہوگا۔ ابتدائی حالت میں اگر سیرابی خوب کی جاوے تو سردے کے درخت نہایت قوت کے ساتھ بڑھتے ہیں۔ اور ایسے وقت کے سیراب شدہ درخت بڑے ہونے پر کیڑوں کی ضرر رسانیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اگرچہ مذکور الصدر ہدایات جو مسٹر چیپو صاحب نے سردے کی کاشت کی نسبت فرمائی ہیں۔ اِن میں اور مسٹر میلٹ صاحب کی ہدایات میں کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے لیکن مسٹر میلٹ صاحب کی ترکیب کے بھی عمدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور قابلِ عمل ہے۔

یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ پھول کے وقت پانی کا بند کر دینا اور پھل پیدا ہونے سے پختہ ہونے تک آبپاشی میں کوتاہی نہ کرنا اور پھر پھلیوں

کے پختہ ہو جانے پر آبپاشی بند کر دینا بہت ضروری ہے۔
حتی الامکان خربزہ کی تخم ریزی ایسی جگہ کی جائے کہ جہاں سے اسکے اکھاڑنے کی ضرورت نہ رہے کیونکہ انتقالِ مکانی کو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور اسکی جڑیں اس گزند کو بھی بمقابلہ دوسرے درختوں کے برداشت نہیں کر سکتیں۔
مسٹر بیبالی یو صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امر تحقیق ہو چکا ہے کہ جڑ کے قریب کا پھل بہ نسبت دوسرے پھلوں کے زیادہ شیریں ہوتا ہے۔ چنانچہ اسکے درخت کو عموماً نوچتے رہتے ہیں اس میں دو فائدے ہیں۔ اول فائدہ یہ ہے کہ جڑ کے قریب کے پھل اولی اور دوسرا یہ کہ درخت کی بیل دور تک نہ پھیلنے پائے تاکہ عرق شجری بچا رہ سکے کہ بہت دور تک دورہ کرے درخت کے چھوٹے ہونے کے باعث پھلوں کو قوت پہنچائے۔ ترکیب یہ ہے کہ جب پھل میں چار پانچ پتیاں پیدا ہو جائیں تو ان پتیوں کو چھوڑ کر سرے کو توڑ دینا چاہیئے۔ اسکے بعد اس جگہ پر دو شاخیں پیدا ہو جائیں گی جب یہ شاخیں چار انچہ لانبی ہو جائیں تو اسی طرح ان کو بھی نوچ ڈالنا چاہیئے اور چند دنوں بعد ان شاخوں میں بھی بغلی کونپلیں پیدا ہو جائیں گی۔ اس طرح ایک درخت میں چار شاخیں ہوں گی اور جب یہ شاخیں کافی طور پر مضبوط ہو جائیں تو ان کو بھی بدستور کاٹ دینا چاہیئے بالآخر ایک درخت میں آٹھ اچھی شاخیں ہو جائیں گی

جو درخت کے نمو اور بالیدگی کے لئے کافی ہونگی۔

ہر ایک شاخ میں ایک یا دو پھل آئیں گے اور تمام درخت میں تقریباً ایک درجن کے پھل ہوں گے اِن پھلوں کو اپنا بڑھنے دیا جائے کہ انداز کیا جا سکے کہ ان میں سے کون کون پھل رکھے جانے کے قابل ہیں اور بعد ازاں درخت کی خوب قطع برید اِس طرح کر دی جائے کہ ہر درخت میں اوسطاً دو شاخیں چھوڑ دی جائیں اور ہر ایک میں ایک ایک عمدہ پھل رکھا جائے۔

ایک مشہور فرانسیسی مصنف صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ شاخ توڑنے پر جو شاخیں پیدا ہوں گی اِن میں نر پھول آتے ہیں اور اس کے بعد جو شاخیں پیدا ہوں گی اس میں عموماً مادہ (بار آور) پھول آتے ہیں۔

صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ذیل کی ترکیب بہت آسان ہے اور اس پر عمل کرنے سے عمدہ پھل حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

اکھوے میں دوسری پتی نکلنے کے بعد اِس کے سرے کو نوچ دینا چاہیے نوچنے کے بعد دو کونپلیں نکلیں گی جب کونپلوں میں چھ پتیاں نکل آئیں تو پھر اِن کو نوچ دیا جائے اور بعدہٗ جو کونپلیں نکلیں اِن کو بڑھنے دیا جائے۔ اِن میں پھل جلد آئیں گے درخت بہت طاقت ور ہوگا اور خربزے عمدہ ہونگے حسب ترکیب اولاً جب پھل آجائیں تو ایک آنکھ چھوڑ کر بقیہ کونپلوں کو نوچ دیا جائے اور جو پھل کہ اس کے بعد پیدا ہوں اِن کو بھی نوچ ڈالنا چاہیئے تمام

پھل جو توڑ لئے جائیں ان کا مربہ بنا کر یا پکا کر استعمال کیا جاوے تو مثل ولائتی کدو یا ککڑی کے خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

خربزہ کا درخت جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس پر مثل کھیرے اور کدو کے کیڑے مکوڑے بہت حملہ آور ہوتے ہیں ان سے محفوظ رکھنے کی عام ترکیب یہ ہے کہ درختوں پر لکڑی کی راکھ وقتاً فوقتاً چھڑک دیجایا کرے لیکن اس سے کیڑے تو دور ہوجاتے ہیں مگر ایک دوسری خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ درختوں کے پتوں کے مسامات بند ہوجاتے ہیں اور ان کی بالیدگی پر خراب اثر ہوتا ہے۔ باریک ململ کا کپڑا درخت پر تان دیا جاوے۔ جیسا کہ قبل ازیں کتاب ہذا میں تبلایا گیا ہے تو بناہ ہوجاتی ہے۔

دیگر مصنفین کی رائیں بھی ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونے کے کارآمد بھی ہیں۔

مسٹر نائٹ صاحب فرماتے ہیں کہ خربزہ کے درختوں کو کافی جگہ پھیلنے کے لئے ملے تو پھل ذائقہ دار ہوتے ہیں۔

موریار صاحب فرماتے ہیں کہ ایران میں کبوتر کی کھاد خربزوں میں دینے کا طریقہ زمانہ سلف سے جاری ہے۔

گارڈنرس کرانیکل میں ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کابل میں سردے کی کاشت کا یہ طریقہ ہے کہ جب اخروٹ کے برابر کا پھل ہوجاتا ہے تو اس

پر قدرے مٹی ڈالکر چھپا دیتے ہیں اور زمین میں پھل کے لئے ایک گڑھا بنا دیتے ہیں۔

دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ بھربھری ہلکی زمین میں سردہ نہیں ہوتا جس قدر زاید مٹی سخت ہوگی اُسی قدر اس کے لئے زیادہ مفید ہوگی۔ میں نے اس مٹی کو استعمال کیا ہے جو پیوند کرنے میں استعمال کی جاتی ہے اور بارہ پاونڈ تک کے سردے پیدا کئے ہیں۔ بیکانیر کا خربزہ زمین کے اندر ہوتا ہے اور خاصکر ریگستانی خربزہ کہ اس کے پھل اکثر ریت کے اندر پھیلتے اور بڑھتے ہیں اور نہایت نفیس اور شیریں ہو جاتے ہیں۔

بیکانیر کے ریگستان میں جہاں پانی دستیاب نہیں ہوتا وہاں خربزہ ہی لوگوں کی غذا اور پیاس کو تسکین دیتا ہے۔

سردے اور خربزہ کے تخموں کے صاف کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ان کے تخموں میں راکھ ملاتے ہیں اور بعد ازاں خشک ہونے کے لئے پھیلا دیتے ہیں خشک ہونے پر سب تخم صاف ہو کر راکھ وغیرہ کی آمیزش سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

جب اچھے قسم کے سردے اور خربزہ کے تخم تخم ریزی کے خیال سے رکھے جائیں تو اس بات کا لحاظ واجبات سے ہے کہ ان سردے اور خربزہ کے کھیتوں کے قریب خراب قسم کے سردے اور خربزہ نہ ہونے پاویں ورنہ ان بُری قسموں کی

وجہ سے اچھے بھی خراب ہوجائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کا درخت اپنے ہم جنسوں دوسرے درختوں کا رنگ پکڑتا ہے اور علاوہ اس احتیاط کے ایک شہد کی مکھی ادنیٰ قسم کے درخت کے پھول سے رس چوس کر اعلیٰ قسم کو خراب کرسکتی ہے اور اس نقصان کی تلافی کوئی نہیں ہے۔ اور اس کا اندازہ اعلیٰ تخم سے ناقص پھل پیدا ہونے پر بخوبی ہوجاتا ہے۔ تیز اور تند ہوا سے خربزہ اور سردے کے درختوں کی حفاظت کرنی ضروری ہے۔

پہاڑی علاقوں میں خربزہ و سردے کے درخت بہ آسانی شیشہ دار مکانوں میں گرم کیاریاں بنا کر پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ اپریل میں تخم ریزی کردینی چاہیئے۔

پھوٹ[۲۱]

ہندوستان کا یہ دیسی پھل ہے اور عموماً تمام ہندوستان میں اسکی کاشت کی جاتی ہے بڑے ناریل کے برابر ہوتی ہے۔ اوپر سے بالکل چکنی اور پختہ ہونے

نوٹ نمبر ۲۱۔ پھوٹ کی کاشت قرب وجوار بھوپال میں بکثرت ہوتی ہے باغات میں اسکو نہیں بوتے یہ کئی قسم کی چھوٹی و بڑی ہوتی ہے دیہات میں اسکی کاشت زیادہ ہوتی ہے اس کے پھل شاداب پُرگوشت اور پھیکے ہوتے ہیں غربا بکثرت کھاتے ہیں باہر سے آکر شہر میں خاصکر بازار کے دن زیادہ فروخت ہوتی ہیں اس کی کاشت بماہ جون کیجاتی ہے۔ اگست اور ستمبر میں اچھی طرح سے تیار ہوجاتی ہے ایک قسم کی پھوٹ کا رنگ زرد ہوتا ہے

پر زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ اور پھیکے اور بدمزہ خربزہ کی طرح کا مزا ہوتا ہے۔
اسکی کاشت مثل خربزہ کے ہندوستانی لوگ کرتے ہیں۔

تربوز [۲۲]

تربوز تمام ہندوستان میں کم و بیش ہوتا ہے اس کا پھل بیضاوی گول اور بہت
بڑے کدو کے برابر ہوتا ہے اوپر سے جلد بالکل چکنی ہوتی ہے اور پختہ ہونے پر

بقیہ نوٹ نمبر ۲۱۔ دوسری قسم کا رنگ سبز زردی مائل ہوتا ہے آخر الذکر پر گوشت
اور قد میں بڑی ہوتی ہے پختہ ہونے پر خوش بو دیتی ہے اور ہر چہار طرف سے شق ہو جاتی
ہے جنکو پتلی سُتلی سے باندھ کر بازار میں لاتے ہیں اس کی کاشت کے واسطے معمولی
گوبر کی کھاد اور ریت یا ریتلی زمین مفید ہوتی ہے۔ اس کے ہر چہار طرف سے شق ہو جانے
کے باعث اُسکا نام پھوٹ رکھا گیا ہے اور یہ ہندوستان کا پھل دور دور مشہور ہے۔ ذائقہ
پھیکا ہوتا ہے۔ شکر کے ساتھ کھاتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۲۲۔ تربوز کی کاشت بھوپال کے باغات نیز گرد و نواح شہر میں کی جاتی ہے
ایسے بڑے بڑے تو نہیں ہوتے جیسے کہ جمنا کے کنارے کے ہوتے ہیں البتہ پانچ چھ سیر
وزن کا تربوز یہاں بھی ہوتا ہے۔ نربدا کے کنارے ندی توا کے کنارہ جو تربوز ہوتے ہیں
اُسی قسم کے تربوز یہاں بھی ہوتے ہیں بلکہ اُن سے یہاں کے تربوز قد و قامت و ذائقہ
میں کم نہیں ہوتے پچیس سال پیشتر مکہ معظمہ سے کچھ تخم تربوز کے آئے تھے انکی کاشت

گہرا سبز جلد کا رنگ ہوجاتا ہے گرمیوں میں اسکی فصل ہوتی ہے اور نہایت ٹھنڈا اور خوشگوار ہوتا ہے اس کی کاشت میں کسی خاص نگہداشت وطریقہ کی ضرورت نہیں ہوتی معمولی باغیچہ کی زمین میں اس کی تخم ریزی فروری میں کردی

بقیہ نوٹ نمبر ۲۲ - باغ نشاط افزا میں کی گئی تھی - تربوز پیدا ہوئے تھے ان کے پوست کا رنگ بھورا سبزی مائل تھا معمولی تربوز سے اس میں شیرینی زیادہ تھی - مجھے تربوز اور تربوز کی کاشت سے شوق ہے - ایک مرتبہ چند سال پیشتر مسٹر ڈبلو جانسٹن صاحب کے کارخانہ کوہ منصوری سے ایک قسم کے تربوز کا تخم منگوایا تھا جسکا نام رشین ولگا ہے اور اس کی تخم ریزی عیش باغ میں کی تھی تربوز قدرے گول پوست کا رنگ سفیدی مائل تھا یہ تربوز شیریں ہوتا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا تھا کہ یہ تربوز سرزمین روس کا ہے اس کے تخم چھوٹے چھوٹے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں اصل وزن سے میرے تخم ریزی کردہ تربوز کا وزن بڑھ گیا تھا - مسٹر لنیگ صاحب پولٹیکل ایجنٹ سابق بھوپال کی خدمت میں میں نے ایک تربوز پیش کیا تھا صاحب بہادر نے تربوز کو وزن کیا اور جس فہرست میں اس تربوز کا نام تھا اس سے مقابلہ کرکے معلوم کیا تو فی الواقع اصلی مقام کے پھل کے وزن سے یہاں کی سرزمین کا پھل بڑا ہوا تھا یہاں تربوز کی کاشت کے لئے ریتلی زمین یا سیاہ زمین میں ریت ملاکر اور گوبر کا کھاد اور پوسیدہ کچرے کی مٹی ملاکر کیاریاں بنائی جائیں اور تخم ریزی کی جاوے تو تربوز اچھی طرح پیدا ہوتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ تربوز کی فصل موسم گرما میں ہوتی ہے اس لئے تیسرے چوتھے

جاتی ہے البتہ اس کی بیل بہت پھیلتی ہے اس لئے جگہ کافی طور پر پھیلنے کے لئے اس کو درکار ہوتی ہے آبپاشی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔

ہندوستانی مزارعین اکثر دریا کی کچھاروں میں اس کی کاشت بہت کرتے ہیں ان کی ترکیب یہ ہے کہ وسط اپریل میں ہر پھل کے نیچے گڑھے کھود دیتے ہیں اور بالو سے چھپا دیتے ہیں اور گڑھا خوب چوڑا بناتے ہیں تاکہ تربوز کو اپنی مرضی کے موافق بڑھنے کا پورا موقع ملے۔

بیکانیر کے علاقہ میں ایک قسم کا تربوز بالو کے اندر ہوتا ہے جو بہت لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۲۔ روز آبپاشی کرنا چاہیئے علاوہ اس کے تربوز کے کھیت کی سطح کو آبپاشی سے بالکل تر رکھے تاکہ جو بیلیں تربوز کی زمین پر بچھی رہتی ہیں وہ ٹھنڈی رہیں ورنہ آفتاب کی تمازت و زمین کی گرمی سے پتوں اور پھلوں کو نقصان پہنچنے کا یقینی اندیشہ ہے۔ زمین کے تر ہونے سے ایک حد تک خنکی رہے گی اور تربوز کا درخت ضرر سے بچ جائے گا چونکہ مجھے تربوز اور تربوز کی کاشت سے بے حد شوق تھا اسلئے بخوبی نگرانی کے باعث مجھے ہمیشہ تربوز کی کاشت میں کامیابی ہوئی ہے تربوز کی بیلوں میں جب پھل نمودار ہو چلیں تو ان کو نصف کے قریب توڑ کر پھینکدے تاکہ پھل بڑے ہوں۔

ارنڈ ککڑی[۲۳]
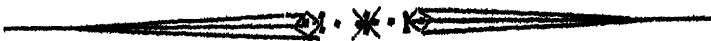
اس درخت کا اصلی وطن جنوبی امریکہ اور جزائر امریکہ ہے۔ مگر ہندوستان میں اکثر جگہ پایا جاتا ہے۔ اس کا درخت ارنڈ سے مشابہ ہوتا ہے اور ناریل کے

نوٹ نمبر ۲۳۔ بھوپال کے باغات اور مستاجران کے کچھواڑے ارنڈ ککڑی کے درختوں سے خالی نہیں ہیں پہاڑی و میدانی مقامات دونوں جگہ پر یہاں ارنڈ ککڑی ہوتی ہے میدانی مقامات کے درخت زیادہ بلند اور موٹے ہوتے ہیں پھل ان کا بڑا ہوتا ہے مگر کسی قدر پھیکا ہوتا ہے ارنڈ ککڑی کے درخت جو پہاڑی مقامات مثل لال کوٹھی۔ احمد آباد۔ نور باغ میں ہیں وہ بلند کم اور پتلے ہوتے ہیں اور پھل بھی کسی قدر چھوٹا ہوتا ہے لیکن اُن کا مغز نہایت خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے ایک خوشگوار خوشبو بھی اُن میں ہوتی ہے ابھی چھ سال ہوئے اوٹنگ منڈ۔ مدراس و بنگال سے ارنڈ ککڑی کے تخم منگا کر یہاں بوئے تھے جب تیار ہوئے تو ان کے پھل دراز مثل کڑیلی کے ہوئے اور بعض معمولی ارنڈ ککڑی کی صورت کے پھل ہوئے مگر بہت بڑے۔ البتہ ذائقہ میں اُتنے شیریں تو نہیں ہوئے جیسے یہاں کے پہاڑی مقامات کے معمولی ارنڈ ککڑی کے پھل خوش رنگ و شیریں ہوتے ہیں اسکے اکثر درختوں میں پھل نہیں آتا ہے جس کو نر درخت کہتے ہیں اور ان کو کاٹ کر

درخت سے زیادہ بڑا ہوتا ہے اس کا پھل شکل میں معمولی ناریل کے طور پر اور
رنگ میں پکنے پر ہلکا زرد اور خوش ذائقہ ہوتا ہے مگر اکثر پھیکا شیریں ہوتا ہے۔
اس کے مغز کے اندر خلا ہوتا ہے جس میں سیاہ رنگ کے تخم بکثرت ہوتے
ہیں اس کی شیریں قسم وہ ہے جو سنگاپور اور مولمن سے ہندوستان میں
آئی ہے تراشنے پر اندر سے خوش رنگ ہوتا ہے اگرچہ ذائقہ بہت عمدہ نہیں
ہوتا لیکن بہت ٹھنڈا خوشگوار ہوتا ہے خام حالت میں شکر کے ساتھ کھایا
جاتا ہے۔

فروری میں اول بار پھول لاتا ہے اور مارچ و اپریل میں ایک فصل پھلوں
کی دیتا ہے اور سبزی مائل زرد رنگ کی کلیوں سے نہایت خوشگوار خوشبو
محسوس ہوتی ہے اس میں پھل بکثرت آتے ہیں اور برابر پھولا کرتا ہے قریباً

بقیہ نوٹ نمبر ۲۳۔ پھینک دیتے ہیں اگر یہ درخت نہ کاٹے جائیں تو ان میں بھی پھل
آجاتا ہے شہد کی مکھیاں مادہ درختوں کے پھولوں پر بیٹھکر اور اُس کا مادہ لیجا کر نر درختوں
کے پھولوں میں پہنچا دیتی ہیں جن سے وہ درخت بھی پھلنے لگتے ہیں اس کی کاشت
کے لئے کسی خاص زمین یا کھاد کی ضرورت نہیں ہے شہر بھوپال کے صد ہا مکانات
میں ارنڈ ککڑی کے بارآور درخت موجود ہیں اسکا اچار اور مربہ بھی بناتے ہیں اور خام ارنڈ ککڑی
کو گوشت اور کباب پکانے میں استعمال کرتے ہیں اسکی تاثیر سے گوشت گل جاتا ہی۔ ارنڈ ککڑی
میں سفید دودھ ہوتا ہی اور ارنڈ ککڑی کا درخت یہاں تمام سال پھول و پھل سے خالی نہیں رہتا۔

تمام جاڑے کے موسم میں اسکی فصل رہتی ہے۔

ٹھیک طریقہ اِس کی کاشت کا یہ ہے کہ جس قدر پھل آویں اُن سب کو قایم نہ رکھا جاوے بلکہ چند توڑ دیئے جاویں بعد ازاں جبکہ پھل انڈے کے برابر ہو جاویں تو اوپر کی شاخوں میں پھول نہ رکھے جاویں اگر پھول آویں تو نوچ ڈالنا چاہیئے اور جب گرمی زیادہ پڑتی ہو اور زمین میں خشکی زیادہ ہو تو سیرابی میں کوتاہی نہ کی جائے ورنہ پھل بڑے نہ ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اِس قدر تکلیف اِس کے پھل کے لئے کوئی نہیں اوٹھاتا اور لوگ اِس کے پھل کو اِس قابل تصور ہی نہیں کرتے باغات میں کس مپرسی کی حالت میں اِس کے درخت ہوا کرتے ہیں۔ "گوہٹی" میں مجھے اِس کے کھانے کا اتفاق ایک بار ہوا تھا اور غالباً اسکی کاشت و نگہداشت اسی اصول پر ہوئی تھی۔ تربوز کے برابر کا پھل تھا اور دیکھنے میں انڈ لگرٹی کا پھل معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور ذائقہ میں نہایت خوشگوار تھا۔ بنگلور کے باغات میں اِس قسم کے پھل کے درخت بہت ہیں۔ اور ان باغات سے ہندوستان کے دیگر مقامات میں اسکے تخم بھیجے جاتے ہیں۔

فروری و مارچ اور ستمبر میں تخم ریزی کرکے اسکے درخت پیدا کئے جاتے ہیں۔ اِس کے درخت نہایت سرعت کے ساتھ بڑھتے ہیں اور دس فیٹ تک ہوتے ہیں اور قریباً دس ماہ بعد پھل دینے لگتے ہیں ابتدائی حالت میں اِس کے پتے مثل تاڑ کے ہوتے ہیں۔ لیکن بڑے ہونے پر ویسے خوشنما نہیں رہتے۔

یہ درخت بعض نر و بعض مادہ ہوتے ہیں۔ دونوں کا امتیاز کیا جاسکتا ہے
اور بعض اُن میں سے بالکل مثمرہ نہیں ہوتے۔

ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ ارنڈ ککڑی کے درخت کی خاص صفت یہ
ہے کہ جس کو براون صاحب نے اپنی کتاب "نیچورل ہسٹری آف جمیکا" میں
لکھا ہے کہ اس درخت کے دودھ کو پانی میں ملا کر گوشت کو دھو دیا جائے تو
گوشت بالکل ملایم ہو جاتا ہے اور اگر دس منٹ تک گوشت اس میں تر رکھا
جائے تو اس کی بوٹیاں اس قدر گل جاتی ہیں کہ اُٹھائی نہیں جاسکتیں اور
بھوننے کے وقت گل کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں جس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے
عموماً سال خوردہ خنزیر یا مرغ کا گوشت جو زیادہ سخت ہوتا ہے لیکن اس ترکیب سے
بالکل ملایم ہو جاتا ہے۔ لیکن زیادہ دیر تک ایسے گوشت کو بھی نہیں رکھنا چاہیئے
اس میں جلد سڑاند پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری کتاب میں نہایت دلچسپ
خاصیت ارنڈ ککڑی کی ڈاکٹر ہولڈر صاحب نے تحریر کی ہے اُنہوں نے بچشم خود
جزیرہ باربیڈوز میں اسکا مشاہدہ کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہاں کے باشندگان عموماً
اس سے واقف ہیں۔ یعنے اس کے دودھ میں گلا دینے کی نہ صرف اس قدر
قوت ہوتی ہے کہ مضبوط اعصاب کو ریشہ ریشہ کر دیتا ہے بلکہ اس درخت کے
ابخرات میں بھی یہ قوت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہاں کے لوگ گوشت کے ٹکڑے
درخت کے اوپر لٹکا دیتے ہیں اور گوشت گل جاتا ہے اور وہاں لوگ انہیں مصالحہ

وغیرہ ملاکر کھاتے ہیں۔

زردرخت کے پھول نہایت خوش بودار ہوتے ہیں بلاشبہ اسکا دودھ بہترین گلادینے والی چیز ہوتا ہے اور ہاضم بھی ہوتا ہے۔ اور حکیم ڈاکٹر دوا بھی اسکا استعمال ایسے مریضوں کو کراتے ہیں جنکو فتورِ ہاضمہ کا عارضہ ہوتا ہے۔

پہاڑی علاقوں میں چار ہزار فیٹ بلند مقامات پر اس کی کاشت جنوبی ہندوستان میں کیجاتی ہے۔

پریم چکری

پریم چکری کی چار یا پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں جن کے پھل کھائے جاتے ہیں اور ان کو [illegible] گرے سنے ڈلا کہتے ہیں۔

۱۔ پریم چکری (کواڈران گولے رس) کے پھل مستطیل شکل کے ہوتے ہیں بعض اوقات چھوٹے بچے کے سر کے برابر ہوتے ہیں ذائقہ شیریں قدرے ترش ہوتا ہے اور کھانے میں مزے دار ہوتا ہے اور گرم مقامات میں مفرح ہوتا ہے جہاں پر عموماً شراب اور شکر کے ساتھ اسے کھاتے ہیں۔

۲۔ پاسی فلورا۔ مالی فارمس (ایپل فروٹ) گرے نیڈلا یا شیریں کیلابش۔

۳۔ لاری فولیا۔ گرم ممالک میں بکثرت کاشت کیا جاتا ہے کھانے میں

زیادہ مرغوب ہے۔

۴۔ پاسے فلورا یوڈی لس۔ اس میں سبز رنگ کے پھل مرغی کے انڈے کے برابر پیدا ہوتے ہیں۔ پختہ ہونے پر خوشنما بیر کے رنگ کے ہوتے ہیں۔

۵۔ پاسے فلورا ان کارنیٹا۔ علاوہ متذکرہ بالا کے۔ میکن ٹاش صاحب نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ جنس ٹکسونیا۔ مالس سیما۔ قرار دیجا سکتی ہے۔ جسکو میں نے اوٹا کمانڈ میں زرد رنگ کے بکثرت پھل بیضیہ ہنس کے برابر دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ جسکا ذائقہ ایک حد تک خوشگوار ہوتا ہے لیکن اس کا درخت میدانی مقام کی آب و ہوا کو نہیں برداشت کرتا۔ پاسے فلورا۔ کواڈران گولے رس صرف گرے نے ڈلا ہے۔ جو یہاں بار آور ہوتا ہے۔ اور کلکتہ کی نواح میں نہیں ہوتا۔ میں نے گوہاٹی کے باغ میں اس کا ایک درخت دیکھا تھا۔ جو کہ بکائن پر چھایا ہوا تھا۔ بماہ دسمبر کثرت سے بار آور ہوتا تھا۔ لیکن پھل چھوٹا ہوا بمقابلہ اس بیان کے جو اوپر کیا گیا ہے۔ یہ لحاظ قد و ذائقہ کے بیضاوی شکل کا ہوتا ہے اور لےمن کے برابر ہوتا ہے اور بد ذائقہ ہوتا ہے۔ لیکن اسکو ترشی کے طور پر بغرض ذائقہ استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستانی لوگ اسکو ترکاری میں استعمال کرتے ہیں۔ "سیکلوپیڈیا مصنفہ ریز" میں ایک صاحب نے تحریر کیا ہے کہ بہترین پھول پھل حاصل کرنے کے لئے اس کے تنہ تک کو قلم کر دینا چاہیئے۔ جو بعد چندے درخت چیری کی شکل کو پہنچ جاتا ہے ہم نے اسکے درخت کو بڑے بڑے پھولوں سے

لدا ہوا دیکھا ہے۔ پتے ایک فیٹ لانبے پھول بڑے۔ دو رنگے گہرے اُودے اور قرمزی اور سبز ہوتے ہیں۔ پاسی فلورا مالی فارمس اسوقت تک نہیں منگوایا گیا ہے اور پاسی فلورا انکارنٹیا پیشتر بوٹانیکل گارڈنس میں تھا جس کا اب وجود نہیں ہے۔ اگر اسکا درخت بہ لحاظ پھل قابلِ کاشت ہو۔ جس میں ایک حد تک شک واقع ہوتا ہے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر وہ طریقہ کاشت جو اسکے لئے مقرر ہے عمل میں لایا جاوے۔

طریقہ کاشت پاسی فلورا کواڈرانگولے رس حسب ذیل مسٹر ایپل بائی کا ہے۔

پھول کی بیرونی واندرونی کُل پنکھڑیاں اور بالائی حصہ کو تیز نوکدار مقراض سے قطع کرنا چاہیئے اور اسکو اس طرح پر انجام دینا چاہیئے کہ پھول کے ڈنٹھل کو صدمہ نہ پہنچے۔

جبکہ یہ تمام قطع کردئے جاویں گے تو صرف ضروری حصّے پھول کے پانچ اسٹیمن اور تین اسٹگما باقی رہیں گے۔

ایک یا زیادہ اسٹیمن کو جن پر این تھر لگے ہوتے ہیں قطع کرنا چاہیئے۔ اس کام کو اس طرح پر انجام دینا چاہیئے کہ پالن جو این تھر میں ہوتی ہے اُس کو حرکت نہ پہنچے این تھرس کو پیدا کرنے والے مادہ سے چھپانا چاہیئے۔ اس عمل کو علی الصباح کرنا چاہیئے۔ ٹھیک اسوقت جبکہ (این تھرس) کھلنے

والے دکھائی دیں جبکہ فصل پورے طور سے ختم ہو جائے تو شاخوں کو اچھی طرح کاٹنا چاہیئے تنہ کے قریب بہت تھوڑی سی پرانی لکڑی اور چند پرانی شاخیں (ہر ایک قریب قریب دو یا تین فیٹ کے ہوں) رکھنا چاہیئے کیونکہ جتنا ہر سال چڑھایا جا سکے۔ وہ دو برس کی پیداوار ہونا چاہیئے۔ تخم سے اور دابہ سے ترقی پاتا ہے شمالی پہاڑیوں پر شیشہ کے مکان میں کاشت کیا جاتا ہے۔

سنگھاڑا[۲۴]

سنگھاڑا یہ ایک آبی پھل ہے جو عموماً بنگال کے تالابوں و جھیلوں میں ہوتا ہے۔ اور صرف پھل کی غرض سے ہندوستان کے دیگر ممالک میں اس

نوٹ ۲۴۔ سنگھاڑے کی کاشت یہاں بھوپال کے اکثر تالابوں میں کی جاتی ہے چنانچہ باون گنگا جو لال کوٹھی کے قریب واقع ہے اس میں بھی سنگھاڑے کی کاشت کی جاتی تھی اور اس شہر کے کھار (بھوئی) ٹھیکہ لیکر سنگھاڑے کی کاشت کرتے تھے مگر عرصہ سے باون گنگا اور دیگر تالابوں سے کاشت سنگھاڑہ اس لئے بند ہو گئی کہ پانی خراب ہوتا ہے جس سے امراض پیدا ہوتے ہیں یہاں کا سنگھاڑہ قد و قامت اور ذائقہ میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ یوپی و دیگر مقامات ہندوستان کا ہوتا ہے اسکی کاشت کا طریقہ معمولی ہے جس سے کھار بخوبی واقف ہیں شروع موسم بارش

کی کاشت ہوتی ہے۔ بعض اوقات بالکل سیاہ رنگ ہوتا ہے اور اسکی ایک عجیب شکل ہوتی ہے۔ دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے بجینسہ کا سر ہے اور اسپر دو بڑی بڑی سینگیں ہیں۔

ہندوستانی لوگ اسے بہت کہاتے ہیں لیکن انگریزوں کو زیادہ مرغوب نہیں ہے۔ چھیلکر اگر گھی میں بھون لئے جائیں تو خوش ذائقہ ہوجاتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۴ - میں کہار لوگ سنگھاڑے کی بیلوں کو تالاب اور جھیلوں کے اُتھلے پانی میں اس طریقہ سے لگاتے ہیں کہ بیل کے سرے کو پانی کے اندر زمین میں جو مثل کیچڑ کے نرم ہوتی ہے چار اُنگل گہرا دبا دیتے ہیں یہ بیلیں جلد جڑ پکڑلیتی ہیں اور خوب پھیل کر تالاب کے پانی کے اوپر چھا جاتی ہیں جو ایک حد تک خوش نما معلوم ہوتی ہیں موتیا تالاب جو عمارت بے نظیر کے سامنے واقع ہے اُسکے دو ایک گوشوں میں کہاروں نے سنگھاڑے کی کاشت کرلی تھی کنارہ سے سنگھاڑوں کی بیلوں کا جال اچھا معلوم ہوتا تھا مگر محکمہ صفائی شہر نے اُسکو نکلوا دیا کہ پانی میلا ہوتا ہے بھوپال کے اطراف میں جن ندیوں میں پانی بخوبی رہتا ہے ان میں سنگھاڑے کی کاشت برابر ہوتی ہے سنگھاڑوں کو جوش دیکر اور اُن کے گوشوں کو تراش کر بھوئی لوگ اور ان کی عورتیں بازاروں میں فروخت کرتی ہیں۔ سنگھاڑے کی فصل آغاز موسم سرما میں تیار ہوجاتی ہے اور آخر سرما تک بازار میں بکتے ہیں ہنود لوگ اسکے خشک آٹے کی پنجیری بھی بناتے ہیں۔

اسکا درخت تالابوں میں بہت خوش نما معلوم ہوتا ہے اور خاصکر شام کے وقت بارش کے موسم میں جب اس کے سفید پھول کھلتے ہیں۔ کرنل سلین صاحب فرماتے ہیں کہ جس تالاب میں اس کی کاشت کی جاتی ہے اس کا پانی گدلا ہو جاتا ہے کیچڑ زیادہ پیدا کرتا ہے اور تالاب کچھ عرصہ کے بعد کیچڑ و پتوں سے بھر جاتا ہے۔ لیکن یہ خیال ان کا غلط ہے کیونکہ بظاہر سنگھاڑے کو کیچڑ سے کیا تعلق۔ حال کی تحقیقات کی رو سے اس کا درخت پانی کی کثافت کو دور کرتا ہے۔ کشمیر کے تالابوں و جھیلوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

انار[25]

اسکا درخت ہندوستان کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جس نفاست اور ذائقہ کے انار اطرافِ افغانستان سے ہندوستان میں آتے ہیں سالانہ

نوٹ نمبر ۲۵۔ بھوپال کے باغات میں دو قسم کے انار ہیں ایک بالکل ترش ہوتا ہے دوسرے کا ذائقہ شیریں کس دار ہوتا ہے یہاں کے میدانی مقامات میں انار کا درخت بہت بڑا اور قوی ہوتا ہے پہاڑی مقامات پر درخت بلند کم ہوتا ہے دور میں زیادہ ہو جاتا ہے انار میں پھل ضرور آتے ہیں لیکن بے دانہ یا بے دانہ کے قریب نہیں ہوتے ان میں بیج سخت ہوتا ہے گو شیرینی ہوتی ہے لیکن کسی قدر کس ضرور ہوتا ہے قریب قریب میں بھوپال کے کُل باغات میں کام کرتا رہا ہوں اسلئے مجھے علم ہے کہ انار کی کاشت کی طرف کبھی

آتا ہے اس نفاست کے ہندوستان میں کسی جگہ نہیں ہوتے۔

کلکتہ کے قرب جوار میں دو قسم کا انار ہوتا ہے ایک دیسی انار کہلاتا ہے اس کے پھل کا چھلکا سخت خشک اور خراب ہوتا ہے۔ دوسرا پٹنہ کا انار کہلاتا ہے اس کا پھل بڑا ہوتا ہے اور عمدگی کے لئے شہرت رکھتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۵۔ باقاعدہ توجہ نہیں کی گئی تاہم پھل ہوتے ہیں بعض انار کا وزن ڈیڑھ پاؤ سے زیادہ ہوتا ہے میں نے اکثر یہاں کے انار کھائے ہیں جنکو میں نے حقیقت میں بدذائقہ نہیں پایا جو دلیل ہے اس بات کی کہ اگر کامل توجہ کیجاوے تو نتیجہ اچھا نکلے انار کے لئے ریتلی زمین اور کھاد گھوڑے کی لید کا اور ہاتھی کی لید کا مفید ہوتا ہے جبکہ پھل انار کے درختوں میں آجاویں تو ہفتہ وار درختوں کے اطراف کی مٹی گوڑ کر اچھی طرح آبپاشی کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے انار کے درخت کی پتلی شاخوں کو کاٹ دینا چاہیئے۔ اس سے درخت تناور ہوتا ہے۔ انار کے پھلوں کو تکلیہ یاں بہت نقصان پہونچاتی ہیں میں نے ٹین کے ڈبے بنوا کر پھلوں پر چڑھا دئے تھے جن میں ہوا داخل ہونے کی غرض سے باریک باریک سوراخ کردئے گئے تھے اس ترکیب سے انار محفوظ رہے اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے بورا اور جو تپور کے علاقہ میں بھی انار پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے عمدہ نہیں ہوتے جیسے کابل کے انار ہوتے ہیں جتنے بھی باغبان بہار علاقہ کے ملے اور میں نے انسے انار کی کاشت کے متعلق دریافت کیا لیکن مجھے ان سے کوئی ایسی ترکیب نہیں معلوم ہوئی جس کو میں درج کردن یہاں کی زمین انار کی کاشت کے لئے منفرنہیں ہے۔

کپتان برٹن صاحب اپنے سفرنامہ میں تین قسم کے اناروں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اول شامی۔ رنگ سرخ اور بہت شیریں ہوتا ہے۔ شامی سے بہتر سوائے مکہ معظمہ کے اور کسی دوسری جگہ انار نہیں ہوتا قریباً بیج بالکل ہوتا ہی نہیں۔ اور ایک قسم کی خاص خوشگوار خوشبو اس میں ہوتی ہے۔ بچے کے سر کے برابر ہوتا ہے۔

ترکی انار۔ سفید رنگ کا اور بڑا ہوتا ہے۔

مغربی انار۔ اسکا چھلکا سبزی مائل ہوتا ہے اور کسی قدر ترش ہوتا ہے۔ سرلے برنس صاحب فرماتے ہیں کہ بے دانہ انار کی ایک عمدہ قسم دریائے کابل کے نزدیک کوہی علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

کچھ دن پہلے ہندوستان میں انار کی اعلیٰ قسم نایاب تھی۔ مسٹر ڈبلو ایچ مارلٹ صاحب نے اپنے باغ واقع بکسر سے کابلی انار کے درخت جو انھوں نے اپنے باغ میں لگائے تھے۔ اُسکے بیج ایگری ہارٹی کلچرل سوسائٹی

بقیہ نوٹ نمبر ۲۵ - انار کی ایک قسم ہوتی ہے جسکو عام طور پر گل انار کہتے ہیں پھول بڑے ہوتے ہیں جو موسم بارش میں سبزہ زار پر بہت بھڑکیلے معلوم ہوتے ہیں مگر اس میں پھل نہیں آتا اس قسم کو بغرض آرائش لگاتے ہیں تخم سے درخت بدیر تیار ہوتا ہے میرے نزدیک داب کے ذریعہ سے بارش میں درخت تیار کرنا زیادہ آسان ہے۔ بارآور درختوں کو ہر سال کھاد دینا چاہیئے۔

میں بھیجے تھے اِن میں سے ایک انار انسان کے سر کے برابر تھا اور ایک کا
پھل چھوٹی نارنگی کے برابر تھا۔ صاحب موصوف ہمیشہ اِن کی نگہداشت
کیا کرتے تھے اور کھاد میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ پھولنے کے پہلے اور پھل
لانے کے بعد تک برابر پانی دیا کرتے تھے۔

انار کے درخت کو ہمیشہ باغات میں جگہ دی جانی چاہیئے اِس کی سرخ چمکدار
کلیاں اسقدر خوبصورت سرخ رنگ کی ہوتی ہیں کہ دیکھنے میں بہت بھلی
اور خوشنما معلوم ہوتی ہیں خوبصورتی میں بہت کم پھول ہیں جو اِس پر سبقت لے
جاسکتے ہیں۔ جاڑوں کے موسم میں اِس میں پھل آتا ہے۔ اور اگر وقت مناسب
پر حفاظت نہ کیجائے تو اکثر احتمال اِن کے ضائع ہوجانے کا ہوتا ہے۔ میں نے
اکثر دیکھا ہے کہ جب پھل ایک چوتھائی بڑا ہوجاتا ہے تو اِس کے چھلکے کے
اندر ایک قسم کا روئیں دار کملہ پیدا ہوجاتا ہے اور اندرونی حصّہ چاٹ جاتا ہے۔
اور بقیہ حصّہ سڑگل کر بیکار ہوجاتا ہے۔ اِس موذی کیڑے سے بچانے کی ایک
تدبیر یہ ہے کہ جب پھل چھوٹا ہوتا ہے تو کلی کا بقیہ حصّہ جو لگا ہوا ہوتا ہے اُس کو
توڑ دیا جاوے اور پھل کو پارچہ کی تھیلی جسے انار دانی کہتے ہیں۔ رکھ دیا جائے۔

ہندوستانی مالی بتلاتے ہیں کہ اینٹ کے باریک سفوف میں پرانے
سڑے ہوئے گوبر کی کھاد کو ملا کر دیا جائے تو انار کے درخت کو بہت مفید ہوتا
ہے۔ انار کو کسی خاص قسم کی مٹی اور زمین کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ درخت

ہر قسم کی مٹی میں ہو جاتا ہے۔ خشک مٹی میں اس کا درخت بالید ہو جاتا ہے۔
لیکن ایسی زمین جس میں تری زیادہ رہتی ہو۔ اس میں البتہ اس کا درخت زیادہ
بڑا نہیں ہوتا۔ عمدہ پھل لانے کے لئے مناسب ہے کہ بلاناغہ سیال کھاد دیجائے
اور کھاد دینے کا زمانہ غالباً دسمبر سے بہتر کوئی دوسرا زمانہ نہیں ہوتا انار کے
درخت سے ہمیشہ جڑ وے نکلا کرتے ہیں اس لئے ان کو ہمیشہ تراشتے رہنا چاہیئے
ورنہ تغذیہ اور تقویت جو زمین سے حاصل ہوگی وہ تنہا درخت کو نہ پھونچے گی۔
بلکہ اس میں بغلی شاخیں یعنے جڑ وے بھی شریک ہو جائیں گے۔ نئی یکسالہ
شاخوں میں پھل آتا ہے اس لئے پھلنے کے بعد ان کو تراش دینا چاہیئے۔
فروری کے مہینے میں انار کا درخت تخم۔ قلم۔ اور دابہ کے ذریعہ سے تیار ہوتا ہے
بہترین ترکیب یہ ہے کہ پیوند سے تیار کیا جائے اور بیجو درخت پر پیوند لگانا
چاہیئے۔ جب تخمی انار ایک یا دو سالہ ہو جائے تب کسی عمدہ قسم کے انار سے
وصل کا سامان کیا جائے۔

پہاڑی مقامات پر اس کی کاشت میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہے۔
جنوبی ہندوستان میں ساڑھے چار ہزار فیٹ سے زائد بلند مقامات پر
نہیں ہوتا۔

۲۶
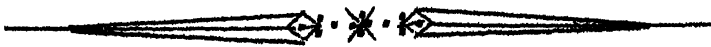
امرود

کہاجاتا ہے کہ امرود کا اصلی وطن جنوبی امریکہ ہے۔ ابتداً اُسی ملک سے لایا گیا ہے۔ لیکن ہندوستان کے تمام حصص میں اس طرح کثیر الوجود یہ

نوٹ نمبر ۲۶۔ شہر بھوپال کے باغات اور مفصلات میں امرود نہایت اچھے ہوتے ہیں یہاں کی پہاڑی اور میدانی زمین اس کے لئے بہت موافق ہے البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ میدانی مقامات کے درخت ۲۰ فیٹ سے زیادہ بلند ہوتے ہیں پہاڑی مقامات کے پرانے درخت بھی ۱۲ فیٹ سے ۱۵ فیٹ تک کے عموماً بلند ہیں پرانے درخت آخر میں کم اور چھوٹا پھل دیتے ہیں چونکہ اسکا مجھے خود تجربہ ہوا ہے اور یہ طریقہ عمل میں لایا گیا۔ جو بہت مفید ہوا ہے کہ پرانے درختان امرود کو زمین سے ۳ فیٹ بلند قلم کردے تو ان میں نئی شاخیں پیدا ہو کر اچھے پھل لائے گویا پرانا درخت عملی طور پر نیا ہو گیا اسکے سوا اگر امرود کے پرانے درختوں کے اطراف کی مٹی کو ۳ فیٹ گہرا کھود کر اُن کی باریک پرانی جڑوں کے جالے کو کاٹ کر پھینک دے اور اُس گڈھے میں ہاتھی کی لید کا کھاد اور ہڈییاں دیدے تو اُس سے درخت کو قوت اور گرمی پہونچتی ہے اور پھل بھی بڑا و درخت بار آور بھی زیادہ ہو جاتا ہے چونکہ امرود کا درخت قوی ہوتا ہے اس لئے اپنی پرورش کیلئے زمین کی قوت کو جلد حاصل کرلیتا ہے۔ زمین کمزور ہوجاتی ہے اس لئے ہر سال کھاد دینا چاہیئے۔ موسم بارش کے آغاز میں کھاد

درخت ہے کہ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ درخت کسی ملک غیر سے نہیں لایا گیا بلکہ اسکا اصلی وطن یہی ملک ہے۔ اسکا درخت مضبوط ہوتا ہے اور بعض اوقات ۱۵ فیٹ سے بھی زیادہ بلند ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم میں پھولنا شروع کرتا ہے اور بارش کے زمانہ میں پھل دینا شروع کرتا ہے اور جاڑے

بقیہ نوٹ نمبر ۲۶۔ دینا زیادہ مناسب ہوتا ہے میں نے اپنے اس تجربہ کے مطابق اسطرح سیکڑوں امرود کے درختوں کو درست کرادیا ہے۔

یہاں پر نہایت عمدہ امرود جو اندر سے سرخ وسفید اور صورت میں گول ولانبے نہایت عمدہ شیریں پیدا ہوتے ہیں جنکا وزن تین پاؤ سے زیادہ ہوتا ہے میں نے یہاں دیکھا ہے کہ تیس اور چالیس سال کے پرانے امرود کے درخت جن کو کبھی نہ کھودا اور نہ جڑ کے باریک جالے نکالے اور نہ کبھی کھاد مٹی کو تبدیل کیا نہایت بے غوری کے عالم میں ہیں اور اُن کے محافظین یا مالکان کی ناواقفیتی سے ہمیشہ ان میں خراب اور بد ذائقہ پھل آتے ہیں اور مشہور یہ ہے کہ یہاں کے امرود اچھے نہیں ہوتے ہیں جن باغات سرکاری میں امرود کے درخت کی خلاصی کی جاتی ہے اور تراشا جاتا ہے اسکے پھل حقیقت میں اسپنہ اچھے ہوتے ہیں کہ بایداور شاید عموماً یہاں کے لوگ اُن کی عمدگی سے واقف ہیں یہاں درختان امرود سے پھل لینے کے بعد کبھی موسم گرما میں ایک قطرہ پانی انکو نہیں دیتے یہ خلل یہاں کے دستور میں داخل ہوگیا ہے جس سے درخت اور پھل دونوں کو سفر اثر قبول کرنا ہوتا ہے ایک مرتبہ مسٹر اڈورڈ صاحب نے بمقام پونا مجھ سے فرمایا

کے موسم بھر پھل اُترتے رہتے ہیں۔ آخر فصل کا امرود اچھا ہوتا ہے۔ جنوری کے آخر میں نہایت عمدہ اور بڑے پھل کلکتہ کی نمائش اثمار میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ الہ آباد اور اسکے ضلع میں امرود نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۶۔ تھا کہ اگر درختانِ امرود کو موسمِ گرما میں پانی دے تو انکی تندرستی میں فرق نہیں آتا اور موسم پر جب پھل دیتے ہیں تو پھلوں میں بیج کم ہوتے ہیں اور جو بیج ہوتے ہیں وہ نرم ہوتے ہیں انکے اس قول کے مطابق یہاں درختانِ امرود کو پانی موسم گرما میں نہیں دیا جاتا ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ موسم گرما میں امرود کے درختوں کی ہفتہ وار آبپاشی کرتا ہے مسٹر فرمنگر مصنف کتاب نے امرود کی کئی قسمیں جدا جدا بیان کی ہیں میرے نزدیک کل اقسام امرود کی کاشت کا ایک ہی طریقہ ہے اس میں کچھ فرق نہیں اسلئے میرا جدا جدا نوٹ دینا بالکل بے سود ہے امرود کی ایک قسم ہوتی ہے جس کے پتے مہندی کے برابر یا اُس سے کچھ بڑے اور پھل جنگلی بیر یا چھوٹی کوڑی کے برابر ہوتے ہیں اس درخت کو بطور نمائش باغات میں خاص مقام تجویز کرکے لگاتے ہیں نہایت خوش وضع خوشرنگ ہوتا ہے سیاح لوگ ایسی چیزوں کو دیکھکر متعجب اور خوش ہوتے ہیں انکے چھوٹے پھلوں میں بیج زیادہ ہوتا ہے اور میٹھے ہوتے ہیں اور پختہ ہونے پر زرد ہو جاتے ہیں امرود کا درخت عموماً بیج سے بڑھایا جاتا ہے جس کی تخم ریزی موسم برشگال میں کرتے ہیں میرے نزدیک پیوند لیا ہوا درخت امرود کا بہتر ہوتا ہے قد میں کم بلند ہوتا ہے اور پھل اچھے آتے ہیں

پختہ ہونے پر گلہریوں پرندوں وغیرہ کے حملوں سے بچانے کی ترکیب یہ ہے کہ امرود کے منہ پر جو کلی ہوتی ہے اس کو توڑ کر اس پر ہلکا پارچہ لپیٹ دیا جائے۔

موسم برشگال میں بیج بو کر درخت بآسانی تیار کئے جا سکتے ہیں لیکن عمدہ امرود حاصل کرنا ہو تو پیوند کے ذریعے سے درخت تیار کئے جاویں بعض اوقات جڑوں کے لگا دینے سے بھی درخت ہو جاتا ہے۔

اسکی کاشت میں کسی خاص طریقہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر قسم کی زمین میں اسکا درخت لگ جاتا ہے۔

پیر گو آوا

یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) ایک قسم وہ ہے جسکا پھل چھوٹا لیمو کے برابر ہوتا ہے۔ اسکی جلد بہت چکنی اور ہموار ہوتی ہے۔ رنگ زرد ہوتا ہے۔ اور اندر سے مغز سفید مکھن کی طرح ملایم اور ایک قسم کی تیز خوشبو ہوتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۶۔ کیونکہ وہ ایک اچھے درخت کی شاخ پیوند کے ذریعہ سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۲) سفری۔ مذکورہ بالا قسم سے جداگانہ قسم ہے۔ دیکھنے میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ اسکا پھل بڑا اور جلد کھُردری ہوتی ہے۔ بمقابلہ امرود مذکورہ بالا کے اسکا پھل ادنیٰ شمار کیا جاتا ہے۔

سرخ امرود

اسکا درخت بہت بڑا نہیں ہوتا پتّے چھوٹے سیاہی مائل سبز ہوتے ہیں۔ اس کی خاص شناخت یہ ہے کہ ایک شاخ میں۔ ایک سے زیادہ پھول آتے ہیں۔ اسکا پھل اندر سے سرخ ہوتا ہے۔ ذائقہ میں مثل اسٹرابری کے ہوتا ہے۔ لیکن عیب یہ ہوتا ہے کہ اسمیں بیج بہت ہوتے ہیں۔

اوڈے پھل کا امرود

ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ سُرخ امرود کا درخت دس فیٹ سے بیس تک اونچا ہوتا ہے۔ اسکا اصلی وطن چین ہے۔ اسکے پتّے نیلے اور چوڑے ہوتے ہیں۔ سر جے پکسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے زائد بہت کم درخت ہیں کہ جو ہماری توجہ کے لائق ہیں۔ اس کی سیاہ چھال دار

پتیاں اور لٹکی ہوئی شاخیں باغوں کی زیبائش کو بڑھاتی ہیں سدابہار درختوں میں اس سے زاید شاید ہی کوئی دوسرا درخت ہوتا ہو۔

اسکا پھل بڑے بیر کے برابر ہوتا ہے اور سُرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

مسٹر ٹلری صاحب فرماتے ہیں کہ اُن کے باغات میں چھ سات قسم کے امرود کے درخت ہیں۔ لیکن سب اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

تعجب اس بات کا ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ہر طرح وہر لحاظ سے یہ قسم قابلِ تعریف ہے پھر کیوں نہیں اس ملک میں اس کی کاشت کو رواج دیا گیا۔

ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۸۴۱ء تک اس کے درخت کو ہندوستان میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ سرکاری بوٹانیکل باغات میں صرف ایک درخت ہے۔ لیکن اسکا پھل کسی حالت میں ایسا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ممکن ہے کہ درخت کا نام رکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

ایک دوسرا چھوٹا درخت مجھے دکھلایا گیا اور بیان کیا گیا کہ حال ہی میں اس کی کاشت کو اس ملک میں رواج دیا گیا ہے۔ بظاہر اسباب دیکھنے میں بہت کچھ حالات متذکرہ صدر سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن اس میں نہ اب تک پھول آئے نہ پھل۔ اس لئے یہ معاملہ بھی مزید تحقیق کا محتاج رہا۔

ڈاکٹر جارج کنگ صاحب فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اس کے درختوں میں پھول آیا ہے۔ لیکن پھل کبھی نہیں آیا صرف پھول آتا ہے۔

سی۔ڈی۔ایم پوپی لم

ایک اور قسم کا امرود ہوتا ہے جس کا نام سی۔ڈی۔ایم پوپی لم ہے امرود کے مشابہ پھل ہوتا ہے۔ پتے چھوٹے ہیں اور بارش میں پھل آتا ہے۔ شیریں ضرور ہوتا ہے۔ لیکن بیج بہت ہوتے ہیں برسگال میں تخم بو دیئے جاویں تو درخت بآسانی تیار ہو جاتے ہیں۔

گائی نا کا امرود

اسکا درخت آٹھ فیٹ سے بارہ فیٹ تک بلند ہوتا ہے۔ اصلی وطن گائی نا ہے۔ ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا پھل چھوٹا ہوتا ہے۔ اندر سے سرخ اور بہت شیریں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر وہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اسکے درخت بہت عرصہ کے تھے۔ اور زمانہ بارش میں پھلتے تھے اب شاید ان میں پھل نہیں آتا۔

زیادہ پھل والا امرود

اسکا درخت میانہ قد کا ہوتا ہے۔ اصلی وطن ٹری نی ڈاڈ ہے۔ ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا پھل خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اسکا درخت اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں موجود ہے۔ لیکن اس کا پھل بہت چھوٹا اور بیکار محض ہوتا ہے اور زرد رنگ۔ بیر کے برابر امرود ہوتا ہے۔ آخر مارچ میں پھول اور شروع جولائی میں پھل آنا شروع ہوتا ہے۔ جولائی اور اگست میں بیج بوکر درخت تیار کیا جاسکتا ہے۔

اسٹرابیری گوآوا

یہ قسم جس کے نام کی تحقیق کرنے میں میں مجبور رہا ہوں ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے باغات اور کلکتہ کے قرب وجوار کے بعض باغات میں میں نے اس کو دیکھا ہے یہ پست قامت درخت ہے پتے بڑے سیاہی مائل چمکدار۔ لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور اسکے پھل ماہ ستمبر کے آخر میں پختہ ہوتے ہیں۔ پھر فوراً پھول آجاتا ہے اور دوسری فصل ماہ دسمبر میں تیار ہوجاتی ہے۔ اس کے پھل قد و قامت

میں جائفل کے برابر زرد رنگ کے ہوتے ہیں گودا نرم ہوتا ہے۔ خوشبودار ذائقہ بہت اچھا مثل اسٹرابیری کے ہوتا ہے۔ بہرحال اس میں یہ ایک بڑا نقص ہے کہ بیج بکثرت اور سخت ہوتے ہیں۔ درخت تخم کے ذریعہ بماہ فروری تیار ہو سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا میں سے ایک بھی پہاڑی مقامات پر بالیدہ نہیں ہوتا۔

ہل گوآوا

یہ درخت نہایت خوبصورت ہوتا ہے پتے سیاہی مائل نفیس ہوتے ہیں اس میں بکثرت گلابی رنگ کے پھول آتے ہیں جو کسی قدر آڑو کے پھولوں سے مشابہ ہوتے ہیں پھل ہلکے زرد رنگ کے ہوتے ہیں جن سے جیلی بنائی جاتی ہے جو ذائقہ میں کسی قدر سیب کی جیلی کے ہوتی ہے اس کے درخت نلگری کے جنگل میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ میدانی مقام میں لایا گیا ہے جہاں کہ وہ اچھی طرح سے بالیدہ نہیں ہوتا۔

پہاڑی مقام میں اس کی کاشت کو نقصان نہیں پہنچا۔

جامن

اسکا درخت نہایت بڑا ہوتا ہے۔ پتے گہرے سبز ہوتے ہیں۔ تمام ہندوستان

کے تمام ملک میں اکثر اس کے درخت دیکھنے میں آتے ہیں۔ شروع گرمی میں پھول آتے اور بارش شروع ہوتے ہوتے پھل اُترنے لگتے ہیں۔ اس کا پھل خشک نہیں ہوتا بلکہ گداز ہوتا ہے اور اندر ایک بیج بطور گٹھلی کے ہوتا ہے اور ذائقہ اس پھل کا ایک خاص قسم کا ہوتا ہے۔ جامن تین قسم کی ہوتی ہے۔ سب سے عمدہ قسم کی جامن ممالک متحدہ میں ہوتی ہے اور ہرگز بدذائقہ نہیں ہوتی بلکہ کھانے کے قابل ہوتی ہے۔ اور اس کا پھل بھی بڑا ہوتا ہے۔ موسم برشگال میں گٹھلی بو کر درخت تیار کیا جاتا ہے۔

پہاڑی علاقوں کی آب وہوا وسرزمین اس کے موافق نہیں ہوتی

نوٹ نمبر ۲۷۔ جامن قریب قریب تمام ہندوستان میں ہوتی ہے چنانچہ یہاں بھی خوب ہوتی ہے اسکی فصل آغاز موسم بارش میں تیار ہو جاتی ہے۔ کئی قسم کی جامن ہوتی ہے بعض کا پھل بڑا ہوتا ہے بعض کا چھوٹا ہوتا ہے۔ عموماً اس کے درخت ۴۰ فٹ سے زیادہ بلند ہوتے ہیں اور دور میں بہت موٹے ہوتے ہیں اس کے درخت تخم سے تیار کیے جاتے ہیں جنکو بارش میں بوتے ہیں۔ علاوہ ازیں گلاب جامن جسکا پھل گول زردی پر سفیدی مائل ہوتا ہے اس میں خوشبو مثل گلاب کے ہوتی ہے وہ شیریں ہوتا ہے مگر میرے نزدیک قابل تعریف نہیں۔ البتہ اس کا درخت متوسط قامت ہوتا ہے جسکی شاخیں جھک کر زمین سے آملتی ہیں جو نظر کو بھلا اور باغات میں قرینہ پر لگائے جانے سے خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اُسکے پتے لانبے سبز چمکدار ہوتے ہیں۔

صرف جنوبی ہندوستان کے کوہی مقامات پر اِسکے درخت دیکھے جاتے ہیں۔

برزیل چیری

اسکا درخت بڑا اور خوبصورت ہوتا ہے اصلی وطن برزیل ہے پھول زرد رنگ کے ہوتے ہیں لیکن کوئی خاص خوبصورتی ان میں نہیں ہوتی۔ کلکتہ کے سرکاری بوٹانیکل باغات میں اس کے تین چار درخت ہیں جو مئی کے مہینے میں پھلتے ہیں۔

کوہی علاقوں کیلئے یہ درخت موزوں نہیں ہے۔

اس کا پھل بٹن کے برابر گول و لکیر دار ہوتا ہے اور ہندوستانیوں کو خوب مرغوب ہے۔

جون میں بھی دوسری مرتبہ پھولتا ہے لیکن دوسری بار پھل نہیں دیتا۔
اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے باغات میں اسکے چند بڑے بڑے درخت ہیں لیکن کبھی پھل نہیں لاتے۔

داب کے ذریعہ سے اِسکے درخت بڑھائے جا سکتے ہیں۔
پہاڑی علاقوں کے لئے اسکا درخت موزوں نہیں ہوتا۔

گلاب جامن

اسکا درخت بہت خوشنما ہوتا ہے۔ اس کا وطن ہندوستان ہے۔ ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ مدراس و بنگال میں دونوں جگہ اسکے درخت پائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ریڈل صاحب کا قول ہے کہ اس درخت کو پھلتے ہوئے انہوں نے حیدر آباد میں دیکھا ہے۔ لیکن دوسرے مقامات پر اس کی کاشت میں کامیابی نہیں ہوئی۔

فروری کے مہینے میں اس میں بڑے بڑے سبز رنگ کے پھول کھلتے ہیں اور بارش و جاڑہ کے موسم میں پھل لگتے ہیں۔ اسکا پھل بدرجۂ غایت خوش نما ہوتا ہے۔ چھوٹے بیر کے برابر زرد آلو کی طرح ہلکے رنگ کا ہوتا۔ اور کسی قدر سرخی مائل ہوتا ہے گلاب کی سی خوشبو مغز میں پائی جاتی ہے۔ اس کی کاشت زیادہ تر خوبصورتی و آرایش کی غرض سے کی جاتی ہے انہیں اوصاف کی وجہ سے اس کی اسقدر شہرت ہے ورنہ اسکا پھل ذائقہ کے لحاظ سے زیادہ قابلِ توجہ نہیں ہے۔

ایسے ہمیشہ سبز رہنے والے درخت کو تری کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ تالاب

یا جھیل یا بہتے ہوئے پانی کے کناروں پر خوب بالیدہ ہوتا ہے۔ بنگلور کے باغات
میں اسکے درخت خوب پھلتے ہیں۔ لیکن گرم موسم اسکو موافق نہیں ہوتا۔
موسم برسات میں اسکے درخت بیج و دابہ کے ذریعہ سے بڑھائے جاسکتے ہیں۔
پہاڑی علاقے اس کے لئے موزوں نہیں ہوتے صرف جنوبی ہندوستان
میں ہوتا ہے۔

ملاکا امرول

اس درخت کا وطن ملک ملاکا ہے۔ یہ درخت نہایت خوش نما ہوتا ہے
پتے عریض سبز رنگ کے چمکیلے ہوتے ہیں۔ اس کے پھل کی مقدار متوسط بیر کے
برابر ہوتی ہے۔ پھل کی جلد چکنی سفید ہلکی گلابی ہوتی ہے یہ درخت ابتدائے
ایام سرما میں سرخ رنگ کے پھول دیتا ہے اور اس کا پھل آخر برسات
سے پختہ ہونا شروع ہوتا ہے اور تا ایام سرما رہتا ہے۔ بعض لوگ اس کو
کھاتے ہیں۔ لیکن کوئی عمدہ پھل نہیں ہے۔ اس کا درخت تخم اور دابہ دونوں
سے تیار کیا جاسکتا ہے۔

جمرول ۲۸

اس درخت کا وطن جزائر ہند ہے۔ اس کا قد میانہ درجہ کا۔ بلند خوش نما اور سایہ دار ہوتا ہے۔ ایام برشگال میں اس کا پھل پختہ ہوتا ہے۔ پھل کا رنگ سفید مزا پھیکا اور مقدار میں متوسط بیر کے برابر ہوتا ہے۔ مثل درخت لاکا امرول کے یہ درخت بھی زینتِ باغ متصور ہے اسکا درخت تخم سے تیار ہوتا ہے۔

نوٹ نمبر ۲۸۔ جمرول کا درخت بھی متوسط قامت نہایت خوش نما ہوتا ہے اس کے پھل گاؤدم سفید جن پر ہلکا پیازی رنگ آجاتا ہے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں ذائقہ میٹھا ہوتا ہے اس کی فصل ماہ مئی میں تیار ہوتی ہے یاد رہے کہ گلاب جامن اور جمرول دونوں کا تعلق جامن کی ذات سے ہے گلاب جامن جمرول یہ سب یہاں پہاڑی اور میدانی مقامات پر ہو سکتے ہیں۔ درختانِ مذکور عیش باغ کے میدانی مقام میں اور احمد آباد کے پہاڑی مقام میں اور باغ بہار افزا واقع شاہ جہاں آباد میں سرسبز اور شاداب موجود ہیں گلاب جامن اور جمرول پیوند کے ذریعہ سے تیار ہوتے ہیں اور یہ پیوند معمولی جامن کے پودے پر لیا جاتا ہے موسم بارش میں تیار کرنا چاہیئے تمام اقسام جامن کی کاشت کا ایک طریقہ ہے اس لئے ہر قسم کی جامن کی کاشت کا جدا جدا نوٹ کرنا ضروری نہیں۔

لال جھرول

یہ درخت طویل القامت ہندوستان کا ہے۔ پتے بڑے خوبصورت بشکل نیزہ ہوتے ہیں۔ مارچ میں پھول آتا ہے۔ مئی وجون میں پھلتا ہے۔ راکس برگ صاحب فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ درخت بے حد خوبصورت ہوتا ہے۔ شاخیں نیچے کو جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ جبکہ درخت پورا بالغ ہوتا ہے۔ چمکدار رنگین پھل گہرے سبز سیاہی مائل پتوں میں سے نظر آتے ہیں۔ اسکا پھل سیب کے برابر موم کے رنگ کا ہوتا ہے۔ اور کسی قدر چرپرا ذائقہ ہوتا ہے۔ بمشکل سے کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بالکل سفید ہوتی ہے دوسری کا رنگ خوبصورت خوش نما زرد رنگ کے گلاب کی طرح ہوتا ہے۔ درخت بارش کے زمانہ میں تخم سے تیار ہوتے ہیں۔ پہاڑی مقام اسکے واسطے موافق نہیں ہے۔

۲۹

دیسی بادام

ہندوستان کا ایک خودرو اور صحرائی درخت ہے۔ بہت بلند قامت

نوٹ نمبر ۲۹۔ دیسی بادام کے درخت بھوپال میں دو جگہ پر لگائے گئے ہیں۔ تاج محل

اور خوش نما سایہ دار ہوتا ہے اس کے پتے خوبصورت چمکدار سبز گہرے رنگ کے ہوتے ہیں اس پھل کے اندر خوش مزا مغز ہوتا ہے۔ تمام اقسام کے بادام جو اس ملک میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب سے زیادہ لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے کھانے کے وقت اس کے مغز کو پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور نکال نکالکر کہاتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۲۹۔ کے صدر دروازہ کے سامنے ہر دو جانب جو درخت آم و امرود کے لگے ہوئے ہیں کہیں کہیں پختہ تھالوں میں بادام کے درخت لگائے گئے تھے علاوہ ازیں احمد آباد میں فرن ہوس کے پاس مغربی نخ پنجاب درخت قطار کی صورت میں نصب ہیں جو اسوقت پانچ چھ سال کے ہوں گے یہ درخت قریب ۱۰ فیٹ بلند ہیں ان میں ابھی پھل نہیں آئے ہیں ان سرد پہاڑی مقامات کے درخت اچھی حالت میں ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے لئے پہاڑی زمین مفید ہے۔

دیسی بادام کے پتے بڑے اور چوڑے سبز چمکدار ہوتے ہیں اسکا پھل مرغی کے چھوٹے انڈے کی برابر قدرے لانبا اور پوست بہت موٹا ہوتا ہے اس کے اندر چلغوزے سے پتلا مغز نکلتا ہے جس کا ذائقہ کہانے میں معمولی بادام کے مثل ہوتا ہے تاج محل کے سامنے جو درخت ہیں ان میں پھل آتے ہیں میں نے بھی ان کو کھایا ہے اسکا تخم موسم بارش میں بونا چاہیئے۔

موجودہ درختان کی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دیسی بادام کا درخت میدانی مقامات میں لگایا جائے تو زیادہ ثمر آور ہوگا۔

چھلکا مثل بادام کے ہوتا ہے۔ سال میں دو بار پھل لاتا ہے۔ بار اول اسکا پھل مئی اور بار ثانی ماہ نومبر میں مراد پر آتا ہے اس کا پھول چھوٹا اور رنگ میں سفید ہوتا ہے۔ بڑے بڑے باغوں میں اسکا درخت لگانے کے قابل ہوتا ہے۔

کوہی مقامات اس کے لئے موافق نہیں ہوتے۔

اسپنش نکڑائین

ڈن صاحب اس درخت کے پھل کی اس طرح تعریف کرتے ہیں۔
بیر کے برابر کسی قدر بیضاوی گول سُرخ یا زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ لیکن عموماً سُرخ ہوتا ہے۔ مغز اس کا سفید اور گٹھلی سے چمٹا ہوتا ہے۔ ذائقہ شیریں کسی قدر کساوَدار ہوتا ہے۔ لیکن ناگوار نہیں ہوتا۔ جام یا مربہ چٹنی وغیرہ بنا کر کھایا جاتا ہے جزایر ہند کے بازاروں میں بکثرت بکتا ہے۔

اس کا درخت خوشنما اور بڑا ہوتا ہے۔ گہرے سبز رنگ کے پتے بکثرت ہوتے ہیں۔ ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی و بوٹانیکل گارڈنس سیب پور میں اس کے درخت عرصہ تک سرسبز و شاداب حالت میں رہتے ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے ان میں نہ کبھی پھول آیا نہ پھل۔ ڈاکٹر لینڈلے صاحب

فرماتے ہیں کہ اس کے لئے سرد و مرطوب زمین کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اس قسم کی زمین میں اسکے درخت پھلتے بھی ہیں۔

آڑو

ہندوستان میں آڑو کی صرف چند اقسام ہوتی ہیں۔ میں صرف تین قسموں کو جانتا ہوں۔ جن کے پھلوں میں کچھ کچھ فرق ہوتا ہے۔

نوٹ نمبر۳۔ آڑو کی کاشت بھوپال کے مختلف سرکاری باغات میں کی گئی ہے یہاں پر دو قسم کے آڑو سہارن پور سے منگا کر لگائے گئے تھے ایک لانبی قسم کا دوسرا گول قدرے چپٹا یہ دونوں قسمیں یہاں پر پھل لائیں پھل اُتنے بڑے تو نہیں ہوئے کہ جیسے سہارنپور میں ہوتے ہیں تاہم اوسط درجہ کے پھل رنگ اور ذائقہ میں اچھے تیار ہوئے یہاں کی سیاہ میدانی مٹی اسکے لئے مضر ہے درخت جلد خراب ہوجاتے ہیں خاصکر موسم بارش میں سیاہ مٹی جڑوں کو زیادہ نقصان پہنچاتی ہے یہاں کے پہاڑی مقامات آڑو کی کاشت کے لئے مفید ثابت ہوئے ہیں آخر جنوری میں درختانِ آڑو کے گرد سے مٹی کھود کر نکال لینا چاہیئے اور کھاد گھوڑے کے لید کی اور کچھ ریزے ہڈی کے یا خون دیگر بند کرنا چاہیئے۔ آڑو کے درخت کو یہاں آخر ماہ جنوری میں قلم کرتے ہیں قلم کرنے کے لئے ایک خاص امر کی آگاہی اور سلیقہ کی ضرورت ہے جس کا عمل واقف کار و تجربہ کار کرسکتا ہے آڑو کے درخت کی باریک باریک

(۱) سہارن پور کا آڑو۔ کثیر تعداد میں عموماً اس کے درخت لگائے جاتے
ہیں۔ اسکا پھل بہت بڑا و خوش نما شیریں اور مغزدار ہوتا ہے لیکن بہ نسبت
یورپ کے آڑوؤں کے اس میں وہ خوش ذائقگی اور شیرینی نہیں ہوتی۔

(۲) چپٹا آڑو۔ اسکا پھل چپٹا مثل انسان کی ہتھیلی کے ہوتا ہے عموماً
بنگال میں اس قسم کا آڑو نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کی فہرست
میں اسکا نام ہے لیکن ممالک مغربی و شمالی و سہارن پور کے باغات میں
ہوتا ہے۔ ذائقہ اور مزے میں یہ بہ ترتیب چپٹے آڑو سے کے برابر ہوتا ہے یہ
پکتا خوب ہے۔ اور ایسے زمانہ میں پکتا اور ہوتا ہے جب دوسرے قسم کے
آڑوؤں کی فصل ختم ہو جاتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۔ شاخیں بھی قطع کر دینی چاہئیں ان شاخوں کے جدا ہونے سے
درخت کو قوت پہنچتی ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو درخت کو یقینی نقصان پہنچتا ہے۔
بار آوری نہیں ہوتی آڑو کی فصل یہاں آخر ماہ مئی تک تیار ہوتی ہے اس کے درخت
چشمہ اور پیوند کے ذریعے سے تیار کئے جاتے ہیں پیوندی درخت بہتر ہوتا ہے چھوٹے
چھوٹے پرند ثمر آڑو کو نقصان پہنچاتے ہیں اس لئے درختان آڑو کو چھوٹے خانوں کے
جال سے جو سُتلی کا بنا ہوتا ہے چھپانا چاہئیے جس میں پرند داخل نہیں ہو سکتے ہیں اور پھل
محفوظ رہتے ہیں اسکی کاشت کیلئے یہاں میدانی مقامات میں ریت اور کنکر اور اینٹ کے
چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور سرخ رنگ کی مٹی جس میں باریک ریزے مورم کے ہوتے ہیں

(۳) کلکتہ کے آڑو۔ دو قسم کے آڑو جو اوپر بیان کئے گئے ہیں اُن میں اور کلکتہ کے آڑو میں برائے نام فرق ہوتا ہے۔ اسکا مزا انگرائن کے مزے سے بہت ملتا ہوا ہوتا ہے۔ گٹھلی کے قریب اسکا رنگ سرخ ہوتا ہے اور ایک قسم کی تیز بو ہوتی ہے اس موقع پر بیان کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے جو رائے قایم کی ہے وہ صرف بازاروں میں جو آڑو فروخت ہوتے ہیں ان کو چکھ کر رائے قایم نہیں کی ہے۔ بلکہ ایک بار ڈبلو اس ٹال کرٹ نے ایک ڈالی آڑوؤں کی میرے پاس بھیجی تھی۔ اس میں نہایت نفیس آڑو تھے۔ میرا خیال ہے کہ بنگال اور صحرائی آڑوؤں میں کچھ بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ اور اس رائے کی تائید ہمپ ٹن صاحب بھی فرماتے ہیں:

اس ملک میں آڑو کا درخت اس قدر کثیر الاوراق اور کثیر الاعضا ہوجاتا ہے کہ بعد اختتام موسم برشگال ضرورت ہوتی ہے کہ مصنوعی طریقوں سے پختہ ہونے کے لئے امداد کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ درخت کے چاروں طرف قریباً ایک فٹ تک مٹی کھود کر نکال دینا چاہیئے اور جڑوں کو پانچ چھ ہفتہ تک کھلی ہوئی رکھنا چاہیئے۔ اگر درخت اس زمانہ میں بڑھتے ہوں تو جڑوں کی قطع و برید بھی مفید ہوتی ہے۔ جب اس طریقہ سے رطوبت روئیدہ ہوا الگ کر خشک ہوجائے تو شاخوں کو چھانٹ دیا جائے۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۲ ۔ اسنعمال کی گئی ہے مفید ہوتی ہے۔

چھانٹنے سے یہ مراد ہے کہ درخت بے انداز جسمانی ترقی کرجاتا ہے۔ تب اسے
ثمر دینے کا میلان نہیں ہوتا۔ چھانٹ ڈالنے سے وہ مادہ جو شاخوں کی ترقی
کی طرف صرف ہوتا ہے اُسکا رجحان ثمر کی جانب ہوجاتا ہے۔ بہرحال
چھانٹنے کی ضرورت محسوس ہو یا نہ ہو ہر حال میں لازم ہے کہ ایک سے دو
فیٹ تک تھالوں کی مٹی نکال دیجاوے اور جڑوں کو ہوا کھانے کا موقع
دیا جاوے اِس ترکیب کے بعد ہی خشک مٹی جڑوں میں بھر کر اِس کو چھپا دیا
جاوے اور تاوقتیکہ پھول آکر اِن میں پھل نہ پڑجاویں۔ اس میں اُسوقت تک
کوئی چیز جس سے استعمال ہو یا پانی وغیرہ نہ دیا جاوے۔ قریباً وسط فروری
تک اسی صورت میں پھول آجاتے ہیں۔ بعد ازاں جب پھول آجاویں تو
خشک مٹی کو فوراً نکال لیا جاوے اور بجاے اِس کے دوسری تازہ مٹی
جس میں خوب بوسیدہ گوبر کی کھاد ملی ہو تھالوں میں بھر دیجاوے شروع میں
خفیف پانی دیا جاوے اور جوں جوں پھل بڑے ہوتے جاویں پانی کی مقدار
بڑھاتے رہیں اور پختہ ہونے تک خوب پانی دیا جاوے اور جب پھل پختہ ہونے
لگیں تو پانی بند کردیا جاوے۔

ممالک متحدہ میں اِس کی بہت ضرورت ہوتی ہے کہ اِس ترکیب پر عمل کیا
جاوے کیونکہ اگر پھل ایسے نہ ہوئے کہ خود بخود پختہ ہوں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کبھی وہ
پختہ نہ ہوں گے اور درخت پر عرصہ تک رہ کر خشک ہوکر گر جائیں گے۔

ستمبر اور اکتوبر میں اس کی گٹھلیاں کھلی ہوئی زمین میں بودی جاتی ہیں۔ جن میں فروری تک چھوٹے چھوٹے انکھوے نکل آتے ہیں۔ مسٹر ہمپ ٹن صاحب فرماتے ہیں کہ تخمی درخت کے پھل بھی ایسے ہی عمدہ اور لذیذ ہوتے ہیں جیسے کہ پیوندی درخت کے پھل ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے درخت چشمہ یا بغلی پیوند کے ذریعے تیار کئے جاتے ہیں اور ممالک مغربی و شمالی میں چشمہ باندھ کر اور بنگال میں بغلی پیوند کے ذریعہ سے عموماً درخت تیار کئے جاتے ہیں۔ فروری میں جو درخت تخم بو کر پیدا کئے جاتے ہیں وہ جون یا جولائی تک چشمہ یا پیوند کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور آیندہ موسم سرما تک مستقل طور پر لگانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ دو سال میں اسمیں پھل آجاتا ہے۔

دوسری ترکیب جس پر باغات بجے پور میں عمل کیا گیا تھا وہ یہ ہے کہ جون و جولائی میں گٹھلیاں بودی گئیں اور فروری میں قبل اس کے کہ انکھوے پھوٹکر پتیاں ہو جائیں اس پر چشمہ باندھ دیا گیا۔ چنانچہ یہ ترکیب بہت آسان اور کارآمد ثابت ہوئی اور بالائی ہندوستان کے مالی اسی پر عمل کرتے ہیں۔

آڑو کا درخت لگانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ حتی الامکان جڑیں زمین کے بہت نیچے جانے نہ پاویں۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے سطح زمین کے قریب ہی ان کو رکھا جائے۔ ترکیب یہ ہے کہ جس جگہ اسکا درخت نصب کیا جاوے

اس جگھ تھالے میں کوئلو کے ٹکڑے بھر دیئے جاویں۔ لیکن ایک احتیاط ضروری ہے۔ کہ جس کا خود مجھے تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ ممالک متحدہ اور بنگال میں اگر اس ترکیب پر پورے طور پر عمل کیا جاوے تو بارش کے بعد تند ہوا یا آندھی کے چلنے سے اکثر درخت اکھڑ جاتے ہیں اور نقصان ہوتا ہے۔ کہ جس کی تلافی امکان سے باہر ہے۔

کرنل سلیمن صاحب فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک ہندوستان میں مجھے رہنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن آڑو کے لئے لکھنؤ کی سرزمین سے زیادہ اور کسی دوسری جگھ کی زمین ناموافق نہیں ہے۔ لکھنؤ میں ہزار ہا باغات ہیں اُن میں آڑو کے بہت سے درخت ہیں لیکن ایک میں بھی ایسا پھل نہیں آتا کہ جو کھانے کے قابل ہو۔ اور علاوہ میرے باغ کے سرکاری باغوں کے پھل اچھے نہیں ہوتے۔ انگوروں کی بھی یہی حالت ہے۔

نیلگری کے کوہی علاقوں میں آڑو کی کاشت کے متعلق مسٹر ڈبلیو ایم اوبیسان نہایت مفید معلومات بتلاتے ہیں۔

رپورٹ ہائے گذشتہ میں میں نے نوٹ کیا ہے کہ آڑو وغیرہ کی کاشت میں بالکل ناکامی ہوئی ہے اور اُن کے پھل خوش ذائقہ اور لذیذ نہیں ہوتے ہیں۔ میں نہایت خوشی کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ اب وہ بہت عمدہ ہیں۔ خراب نہیں بلکہ قابل تعریف ہیں۔ ان کے طریقہ کاشت میں جدت ہو گئی ہے۔

وہ یہ ہے کہ برخلاف یورپ کے ان کو نصف سایہ اور نصف آفتاب میں نصب کرتے ہیں۔ بنگلور میں ایک قسم کا جسے "اندوری" آڑو کہتے ہیں نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ مشرقی میسور کی خشک آب و ہوا انگریزی اور امریکہ کے آڑو کو موافق نہیں ہوتی۔

نیک ٹی رائن

یہ درخت عام طور پر آڑو کی ایک قسم کی برابر خیال کیا جاتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ یہ مثل کلنگ اسٹون کے ہوتا ہے۔ اسکا پوست بہت چکنا مثل زرد آلو کے ہوتا ہے۔ اسکی ایک قسم کی کاشت کے بابت جو کچھ کہا گیا ہے وہی دوسری قسم کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے میں نے فیروزپور میں اسکو پھلتے نہیں دیکھا۔ البتہ وہاں بغرض تجارت بعض اوقات لایا جاتا ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ اسکے درخت وہاں کے قرب جوار میں ضرور بارآور ہوتے ہوں گے۔ یہ درخت نہایت کامیابی کے ساتھ جے پور کے باغ میں بالیدہ ہوا تھا۔ اس کا درخت اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے باغات میں بغرض تقسیم درختان پڑھایا جاتا ہے۔ نہ وہاں نہ کسی دوسری جگہ قرب جوار کلکتہ میں میں نے اس کو بارآور ہوتے ہوئے سنا۔

زرد آلو (خوبانی)

جہاں تک مجھے معلوم ہے ہندوستان کے میدانی حصوں میں درخت قابلِ اطمینان بالیدہ نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ نیل گری کے کوہی علاقوں میں اسکی کاشت کو فروغ ہوا۔ مسٹر ایل بار کلے صاحب فرماتے ہیں کہ دو قسم کے درخت سہارنپور کے باغات میں تھے جن میں پھل بھی آئے تھے اور متوسط درجہ کا ان کا ذائقہ تھا۔ ڈاکٹر گبسن صاحب فرماتے ہیں کہ پونا۔ کے میدانی علاقوں میں اسکا درخت بالیدہ ہوتا ہے لیکن پختگی کی نوبت نہیں آتی۔ کلکتہ کے باغات میں بھی اس کے چند درخت ہیں لیکن سرسبز و شاداب حالت میں نہیں ہیں۔ اخبار ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں تذکرہ کیا گیا۔ ہے کہ ہوڑہ کے باغ میں اس کا ایک درخت تھا جس کا پھل بلحاظ قامت کے اعلیٰ قسم کا شمار کیا جاتا ہے چار یا ساڑھے چار انچہ مدور رود پھل ہوتا ہے۔

اخبار مذکور میں بیان کیا گیا ہے کہ اپریل ۱۸۵۸ء کی نمائش میں مسٹر اسٹال کرٹ صاحب کے باغ سے خوبانی کے پھل لاکر رکھے گئے اور عمدہ سے عمدہ جو بحالت موجودہ پیدا کئے جا سکتے ہیں ان میں شمار کے قابل تھے۔

صاحب موصوف مجھ سے بیان کرتے تھے کہ چھوٹے پھل اگرچہ مربہ کے

کام کے لئے لیکن کھانے کے قابل خوش مزا کافی طور پر پختہ کبھی نہیں ہوتے۔ کپتان آئی ٹمپل صاحب ساکن ساگر مجھ سے بیان کرتے تھے کہ اگر آڑو کے تخمی درخت پر خوبانی کا پیوند لگایا جائے تو پھل اچھے اور خوش مزا آتے ہیں اور انہوں نے تین قسم کے آڑو کے تخمی درخت پر پیوند اسکا لگایا ہے۔

کوہی علاقوں میں اسکا درخت خود رو ہوتا ہے۔ اگر وہاں کاشت کیجائے تو امید پورے طور پر ہے کہ کامیابی ہوگی۔ پہاڑی علاقوں میں اگر اپریل و مئی میں پیوند یا چشمہ لگایا جاوے تو یقیناً درخت تیار ہونگے۔ طریقہ کاشت وہی ہے جو آڑو کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۱
آلوچہ

کلکتہ کے قرب وجوار میں آلوچہ کا درخت عرصہ دراز سے موجود ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کس قسم کا ہے کیونکہ درخت بارآور نہیں ہوتا۔ صرف پھل لگنے

نوٹ نمبر ۱۳۱۔ بہت سال پیشتر آلوچے کے درخت اگرہ سے منگا کر بھوپال کے عیش باغ میں جو میدانی مقام ہے اور مٹی اسکی سیاہ ہے لگائے گئے تھے درخت ۱۲ فیٹ تک بلند ہو کر سرسبز ہے لیکن پھل نہیں آیا پہاڑی مقامات کے باغات میں یہاں آلوچے کے درخت نہیں لگائے گئے اسلئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آلوچے کے درخت یہاں پہاڑی مقامات پر نہ ہوں گے آلوچہ و آڑو کی کاشت کا ایک ہی طریقہ ہے۔ جبکہ آڑو یہاں

کی نوبت آتی ہے۔ ایک چند سے پھل خشک ہو کر گر جاتے ہیں ایک قسم جو خودرو
ہوتی ہے سیاہ رنگ کا آلوچہ ہندوستان میں اکثر مقامات پر ہوتا ہے۔ اور
کالا بیر کہلاتا ہے یہ جنگلی بیر کا درخت ہے اور پکتا ہے۔ لیکن بلا پکائے ہوئے
کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ لیکن پکنے کے بعد کوئی شبہ نہیں ہے کہ خوش
ذائقہ ہو جاتے ہیں اسکی چٹنی ۔ یہ چٹنی وغیرہ بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔
ممالک مغربی شمالی میں باغات میں جو ہوتے ہیں وہ تین قسم کے آلوچہ کے درخت
تقسیم ہوتے ہیں ایک قسم ایسی ہے کہ پکنے پر اس کے پھل کا رنگ سیاہ ہو جاتا
ہے۔ لیکن یہ بھی کھانے کے قابل بلا پکائے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کا مربہ
اچار مثل ولایتی آلوچہ کے خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

نیل گری کا آلوچہ دیکھنے میں خوش نما اور بڑا ہوتا ہے۔ لیکن چکھنے پر مجھے
سخت تعجب ہوا کہ وہ مثل میدانی علاقوں کے آلوچہ کے بدذائقہ تھا۔

آلوچہ کی کاشت کا اس ملک میں قریب قریب وہی طریقہ ہے کہ جو شفتالو
کے لئے بتلایا گیا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۳۱- پہاڑی مقامات پر ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آلوچہ بھی اگر مثل آڑو کے
آلوچہ کی کاشت پہاڑی مقامات پر کیجائے اور اسکی غور و پرداخت مناسب ہو تو امید
ہے کہ آلوچہ پھل درست لگیگا اسکے درخت پیوندی اچھے ہوتے ہیں کھاد اور تلی وہی مفید ہوگی
جو آڑو کے لئے اوپر بیان کیگئی ہے۔ آڑو و آلوچہ کی ذات ایک ہے۔

ڈاکٹر رڈیل صاحب کا قول ہے کہ آلوچہ کے درخت کو چشمہ کے ذریعہ سے انہوں نے پیدا کرنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ فیروز پور میں میں نے شفتالو کے تخمی درخت پر چشمہ چڑھایا اور مجھے کچھ بھی دشواری درخت تیار کرنے میں نہیں ہوئی۔ بلکہ چشمہ شدہ درخت اسقدر پھیلے اور بڑے ہوئے کہ ان کی شاخوں کو تراشنے کی ضرورت آخر میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا چشمہ آلوچی کے تخمی پر لگایا جاوے تو زیادہ مفید ہوتا ہے۔ بنگلور کے باغات میں جتنے اقسام کے آلوچہ کی کاشت کی گئی ان سب میں بنگنی سبز اور زرد رنگ کا آلوچہ افضل ہوتا ہے۔

مثل شفتالو کے کوہی علاقوں میں اس کی کاشت کامیابی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

۳۲

آلو بخارا

اس سے ہر شخص واقف ہے۔ ہندوستان میں صدہا من سالانہ

نوٹ نمبر ۳۲۔ آلو بخارے کے درخت بھوپال کے میدانی باغات میں لگائے گئے درخت ۱۲ فیٹ سے زیادہ بلند ہو کر خوب سرسبز ہوئے۔ مگر پھل بہت کم اور چھوٹے چھوٹے پیدا ہوئے جو بالکل خراب اور بدذائقہ تھے پہاڑی مقام پر بہتر ہو سکتا ہے اس کے لئے وہی کھاد اور مٹی درکار ہے جو آڑو کے لئے مفید ہے

کابل سے آتا ہے بالائی صوبجات میں اسکا درخت خوب بالیدہ ہوتا ہے
پنجاب کے باغات میں عموماً اسکا درخت لگایا جاتا ہے اور وہاں خوب پھیلتا
ہے۔ اسکا اچار نفیس ہوتا ہے۔ اور بلا پکائے ہوئے کھانے کے قابل
نہیں ہوتا۔ مثل آلوچہ کے اسکی کاشت کی جاتی ہے۔
پہاڑی علاقوں میں کامیابی کے ساتھ اسکی کاشت کیجاتی ہے۔

چیری ۳۳

چیری کی کاشت کرنے میں کوئی دقیقہ ہندوستان کے میدانی علاقوں

بقیہ نوٹ نمبر ۳۲- میں نے لاہور کے سرکاری باغ میں آلو بخارے کے درخت
بکثرت سفید رنگ کے پھولوں میں لدے ہوئے دیکھے ہیں اُسوقت جبکہ پھول آتا ہے
پتے جھڑ جاتے ہیں اس کی فصل موسم گرما میں تیار ہوتی ہے پھل کا رنگ زرد ہوتا
ہے پھل گول گول ترش ہوتے ہیں اسکا ذخیرہ بیج سے بارش میں تیار کیا جاتا ہے
تیاری ذخیرہ پر پیوندی درخت تیار کئے جا سکتے ہیں پھل کی ترشی رفع کرنے کے لئے
رقیق یا خشک چونہ جڑوں میں کم مقدار میں استعمال کرنا چاہیئے۔

نوٹ نمبر ۳۳- چیری کی کاشت کا تجربہ بھوپال میں نہیں کیا گیا اسکے درخت
بڑے ہوتے ہیں پھل سرخ گول چمکدار چکنے ہوتے ہیں بیج اندر سے گودا قدرے میٹھا

میں اُٹھا نہیں رکھا گیا لیکن ناکامیابی ہوئی آیندہ کے لئے کوئی امید نہیں ہے کہ اسقدر نازک پھل ایسی ناموافق سرزمین میں کبھی بھی پیدا کیا جاسکے۔

پہاڑی مقامات میں دو تین قسم کی دیسی چیری کی کاشت کی جاتی ہے گوہٹی میں ایک قسم کی چیری جسکا نام "سی جنکنسی" ہے بار آور ہوتی ہے لیکن یہ بھی سوائے اچار یا چٹنی کے دوسری طرح کھانے کے لائق نہیں ہوتی۔

خفیف نگہداشت کرنے سے پہاڑی علاقوں میں خوب ہوتی ہے۔ ستمبر کے مہینے میں بیج بوکر درخت پیدا کئے جاتے ہیں۔

بہی [۳۴]

اس میوہ کے درخت دہلی پنجاب میں اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ لاہور میں

بقیہ نوٹ نمبر ۳۳۔ نکلتا ہے میں نے اس کے پھل کئی مرتبہ نینی تال کے باغات سے منگاکر کھائے اور تقسیم کئے صرف ایک مرتبہ بیجوں کو بویا درخت بہت کم پیدا ہوئے اور آخرش درخت ضایع ہوئے۔ چونکہ ایک مرتبہ کے بوئے ہوئے درختوں کے جاتے رہنے اور کم اُگنے کے بعد دوبارہ تجربہ نہیں کیا گیا اسلئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں ہوسکتی ہے یا نہیں ممکن ہے کہ بے غوری کا یہ نتیجہ ہو تخم اسکا نہایت سخت ہوتا ہے اور بدیر جمتا ہے۔

نوٹ نمبر ۳۴۔ بہی کے درخت یہاں میدانی باغات میں لگائے گئے مگر بار آور

یہ میوہ آخر جون یا جولائی میں پختہ ہوتا ہے۔ مگر وہاں سوائے مربہ کے کسی دوسرے مصرف کا نہیں ہوتا۔ کلکتہ کے سرکاری بوٹانیکل باغ میں اسکا درخت بہت عرصہ سے ہے۔ لیکن ابھی تک بارور نہیں ہوا۔ ڈاکٹر ریڈل صاحب فرماتے ہیں کہ ستارہ میں یہ میوہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا درخت پونا میں بھی ہے سوائے اسکے اور بھی ہندوستان کے بعض حصوں میں دیکھا جاتا ہے۔ مگر سوائے پھول کے پھل نہیں آتا ہے۔

بہی کا درخت عموماً قلم کے ذریعے سے جلد تیار ہوجاتا ہے۔

کوہی مقامات پر بکثرت ہوتا ہے۔ اور مثل سیب کے کاشت کی جاتی ہے۔

سیب[۳۵]

ہندوستان میں صرف چند مقامات ہیں جہاں سیب کی خاطر خواہ کاشت

بقیہ نوٹ نمبر ۳۴۔ نہیں ہوئے اور کم توجہی کی وجہ سے آخر میں ضائع ہوئے یہاں کے پہاڑی علاقہ میں اگر اسکی کاشت کی جائے۔ تو کامیابی ضرور ہوگی۔

نوٹ نمبر ۳۵۔ سیب کے درخت باہر سے منگا کر عیش باغ میں لگائے گئے تھے درخت ۱۰ فیٹ کے قریب بلند ہوئے اور خوب شادابی حاصل کی ان میں مرغی کے انڈے سے بڑے سیب پیدا ہوئے جو پختگی پر زردی مائل تھے سرخی اُن پر

کی جاتی ہے۔ اور اسکا درخت پھل لاتا ہے۔

میجر مور صاحب نے ۱۸۴۷ء میں حیدرآباد سے اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں چند سیب یہ یادداشت ذیل بھیجے تھے۔

آپ کی خدمت میں چند سیب بھیجتا ہوں اور یہ سیب میرے باغ کے ہیں ذائقہ کے لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اسی قدر نفیس اور خوش ذائقہ ہیں۔ جیسے کہ انگلستان کے سیب ہوتے ہیں۔

مسٹر ایس فرنچ صاحب نے ۱۸۴۹ء میں بمقام ترہٹ اپنے باغ میں عمدہ قسم کے سیب پیدا کئے تھے۔ اور مسٹر ولیم مورن صاحب کے باغ کے چند نہایت نفیس اور خوش ذائقہ سیب اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کی نمائش مارچ ۱۸۵۴ء میں رکھے گئے تھے۔

اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں مقام ڈوڈنڈا چھوٹا ناگپور سے چند بڑے دانے عمدہ قسم کے سیب کے بھیجے گئے تھے اور ان کے چکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۵۔ [illegible] ذائقہ میں قدرے پھیکے تھے مگر شاداب [illegible] اس کے لئے گھوڑے کی لید کی کھاد۔ ریت ہڈی کے ذرے سرخ مٹی مفید ہو موسم گرما میں چوتھے روز پانی دینا چاہیئے سیب کا درخت خوبصورت ہوتا ہے اس کے سفید پھول کٹورے دار بھلے معلوم ہوتے ہیں خوشبو بہت خفیف ہوتی ہے۔ یہاں پہاڑی مقام پر اسکا تجربہ اسوقت تک نہیں کیا گیا۔

ہر لحاظ سے بسرخ سیب کے مشابہ یہ تھے۔ فیروزپور کے باغ میں ایک قسم کا چھوٹے پھل کا نہایت لذیذ سیب ہوتا تھا۔ اور اپریل کے مہینے میں خوب پھلتا تھا۔ یہ بتلانا مشکل ہے کہ ابتداً سیب کہاں سے لایا گیا ہے۔ نشیبی ہندوستان میں شاید سیب نہیں ہوتا کیونکہ انبالہ میں میرے ہمراہ ایک صاحب نشیبی ملک کے تھے انہوں نے درختوں میں سیب پھلا ہوا دیکھکر مجھ سے فرمایا کہ میرے ملک میں یہ درخت نہیں ہوتا۔ اور میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ پنجاب میں بھی اسکا درخت نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر بیڈل صاحب فرماتے ہیں کہ دکن میں چار قسم سیب کی ہوتی ہیں۔ منجملہ انکے دو قسمیں ولائتی ہیں۔

(۱) سرخ (۲) زرد اور دو ایرانی چھوٹے دانے کے سیب جس کے درخت دکن کے اکثر باغات میں عموماً دیکھے جاتے ہیں۔

(۱) شیریں اور خوش ذائقہ یہ خوشوں میں پھلتا ہے۔

(۲) پھل بڑا ہوتا ہے لیکن خوش ذائقہ نہیں ہوتا مربہ بنانے کے مصرف کا ہوتا ہے۔

ایک قسم کا دیسی سیب کوماشیا کے کوہی علاقوں میں ہوتا ہے۔ بمقام گودھٹی فروری کے مہینے میں اسکے پختہ پھل میرے پاس ایک صاحب نے بھیجے تھے مثل سرخ سیب کے قد اور رنگ میں تھے اور بہی کی سی خوشبو

اِن میں تھی۔ لیکن خام کھانے کے قابل نہ تھے کسی قدر سخت اور بدذائقہ تھے۔

ہندوستان میں چند مقامات مخصوص ہیں کہ جہاں ہزار کوشش سیب کی کاشت کے لئے کیجاوے پھر بھی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ ڈاکٹر گبسن صاحب فرماتے ہیں کہ

احمد نگر کے علاقہ میں سیب ہوتا ہے لیکن ذائقہ میں انگریزی یا گرم ملک کے سیب کے مزہ کا نہیں ہوتا ہے۔

گمان ہوسکتا ہے کہ اوٹکمنڈ میں سیب اچھا ہوتا ہوگا۔ لیکن میں نے خود دیکھا ہے کہ وہاں بھی اِسکی کاشت میں کامیابی ہوئی۔ وہاں کا سیب بہت ادنیٰ بلحاظ ذائقہ وصورت کے ہوتا ہے۔ بنگلور کی بھی یہی کیفیت ہے۔ بظاہر وہاں کی آب وہوا اور سرزمین اس کے موافق معلوم ہوتی ہے لیکن واقعیت یہ ہے کہ میں اپریل ۱۸۵۹ء میں وہاں تھا اور جو پھل میرے پاس میوہ فروش لائے وہ سب نیم پختہ تھے اور قیمت میں نہایت گراں تھے اب میں نے سُنا ہے کہ اس کی کاشت میں کچھ ترقی اور اصلاح ہوگئی ہے۔ اور کسی قدر اچھے اُن مقامات میں ہونے لگے ہیں۔

کلکتہ کے قرب وجوار میں اِس کی کاشت میں ہمیشہ ناکامی ہوئی ۱۸۸۵ء میں سیب کے چند چھوٹے درخت برف میں دبا کر امریکہ سے لائے گئے تھے

برف میں دبا کر لانے سے سب درخت اپنی اصلی حالت میں کلکتہ پہنچے۔ ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی نے اِن درختوں کو خرید کرکے اپنے باغات میں لگائے۔ اب وہ درخت بالیدہ ہوکر پورے درخت ہوگئے ہیں۔ اکثر اِن میں پھول آتا ہے لیکن پھل نہ آیا اور اگر آیا تو تھوڑے دنوں کے بعد خشک ہوکر گرجاتا ہے۔

وادی کانگڑہ میں سیب بہت عمدہ ہوتا ہے اور ہندوستان کے میدانی حصص میں بکثرت فروخت ہونے کے لئے آتا ہے۔ کمایوں علاقہ میں سرکاری باغات لگائے گئے ہیں اور اِن میں ولائتی سیب کے درخت نصب کئے گئے ہیں اور یورپین گارڈنرس کی زیرنگرانی اِن کی نگہداشت پورے طور پر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہاں سے بھی سیب بکثرت فروخت کے لئے آتے ہیں۔ جہالنا کا سیب بھی مشہور ہے اور کلکتہ میں اسی مقام سے آتا ہے اور اب کوشش کیجارہی ہے کہ شملہ و منصوری میں بھی اس کی کاشت کو وسعت دیجاوے۔ میدانی علاقوں میں سیب کا طریقۂ کاشت وہی ہے جو آڑو کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ فروری اور مارچ میں پھول آتا ہے اور اپریل و مئی تک پھل پختہ ہوجاتے ہیں۔

جنوری کے مہینے میں جڑوں کو کھول دینا چاہیئے اور دو ہفتہ تک کھلی رکھکر عمدہ گوبر کی کھاد تھالوں میں بھردینی چاہیئے۔ پھولوں کے نکلنے کے زمانہ

میں آبپاشی خوب کرنا چاہیئے۔

دابہ یا دیسی تخمی پر پیوند کر کے ہندوستان میں سیب کا درخت پیدا کیا جاتا ہے۔ جنرل جنکنس صاحب فرماتے ہیں کہ سیب کی قلم جنوری اور فروری اور موسم برشگال میں پانی کے قریب لگائی جاتی ہے جب ان میں کونپلیں پھوٹ آویں تو دو دو تین تین آنکھیں چھوڑ کر ان کو تراش دینا چاہیئے ان میں سے جو مضبوط شاخیں ہوں ان کو بالیدہ ہونے دیا جاوے۔ بقیہ کونپلوں کو توڑ لینا چاہیئے دو تین فیٹ تک بالکل سیدھا درخت بڑھنے دیا جاوے اور جو شاخیں ادھر ادھر نکلیں ان میں سے جو عمدہ ہوں ان کو رکھا جاوے بقیہ کو تراش دینا چاہیئے۔ مارچ کے مہینے میں پیوند کرنا چاہیئے۔

سیب کے لئے کنکریلی زمین موافق ہوتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت میں کامیابی نہیں ہوئی۔

ناسپاتی

اس میوہ کا درخت اکثر جگہ ہندوستان میں ہوتا ہے۔ بنگال میں

نوٹ نمبر ۲۷۔ عرصہ چالیس سال کے قریب گزرا کہ ناسپاتی کے درخت باغات سرکاری میں لگائے گئے تھے میں نے ناسپاتی کے درخت منشی جلال الدین صاحب

کلکتہ تک اسکا درخت پھول لاتا ہے مگر ثمر نہیں لاتا۔ جو باغات کہ کلکتہ سے سو میل بالائی ملک میں واقع ہیں اُس کے درخت پھیلتے ہیں لیکن پھل چھوٹا اور سخت اور کھانے کے قابل نہیں ہوتا خام خوش ذائقہ نہیں ہوتا البتہ مرّبہ اور اچار کے کام کا خوب ہوتا ہے اِس قسم کی ناسپاتی کے درخت بھوٹان

بقیہ نوٹ نمبر ۲۷۳ - مرحوم کے باغ میں اور جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ کے باغ میں دیکھے تھے اُن کے علاوہ اور بھی مختلف اوقات میں ناسپاتی کے درخت باہر سے منگا کر نصب کیے جانے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ناسپاتی یہاں میدانی مقامات میں بہت کم پھل لاتی ہے پھل اوسط درجہ کے قد و قامت کا ہوتا ہے جو بہت سخت ہوتا ہے ذائقہ خوش گوار نہیں ہوتا اگر پھلوں کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں تو نرمی دیر آتی ہے اور جا بجا سے ناسپاتی گلنے لگتی ہے یہاں نور باغ پہاڑی مقام پر واقع ہے اِس میں بھی ناسپاتی کے پیڑ لگے ہوئے تھے جنکا اب وجود نہیں ہے اِن میں بھی پھل ایسے ہی کم آئے تھے جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں میدانی مقام میں یہاں ناسپاتی کا درخت ۲۰ فیٹ سے زیادہ بلند ہوتا ہے اسمیں سفید پھول آتا ہے جو خوشنما معلوم ہوتا ہے میرے والد میر سید احمد مرحوم نے سرکاری عیش باغ میں مسجد کے قریب ایک قطار میں ناسپاتی کے درخت لگائے تھے اِن میں کم پھل آئے میرے خیال اور تجربہ کے مطابق یہاں کی سرزمین پر ناسپاتی کی کاشت اور افزائش کے لئے کوشش کرنا بے سود ہے ایسے درخت بارش کے موسم میں ڈبہ کے ذریعہ سے تیار ہو سکتے ہیں۔

سے کلکتہ میں لائے گئے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے عمدہ قسم کی ناسپاتی ملایم اور خستہ مغز کی ہندوستان کے علاقوں میں حسب مراد نہیں ہوتی ممکن ہے کہ عمدہ قسم کی ناسپاتی کے درخت ان حصص میں لگائے گئے ہوں لیکن ناسپاتی ایسا پھل ہے جو درخت میں پختہ نہیں ہوتا ہے بلکہ توڑنے کے بعد کسی ٹھنڈی جگہ میں ملایم ہونے کے لئے رکھ دیا جاتا ہے لیکن امید کم ہے کہ کبھی بھی اس کی کاشت میں کامیابی ہو۔ وادئی کانگڑہ اور وادئی ہمالیہ میں ناسپاتی بہت عمدہ ہوتی ہے اور فروخت کے لئے میدانی علاقوں میں بھیجی جاتی ہے دو تین قسم کے ناسپاتی کے درخت برف میں دبا کر امریکہ سے کلکتہ میں کچھ عرصہ ہوا لائے گئے تھے ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی نے ان درختوں کو خرید کر کے اپنے باغات میں لگائے اور درخت بھی بالیدہ ہوئے لیکن صرف پھول لاکر رہ جاتے ہیں پھل نہیں لاتے۔

ناسپاتی کا درخت دابہ اور پیوند کے ذریعہ سے بڑھایا جاتا ہے پیوند کے لئے فروری اور مارچ کا مہینہ خوب موزوں ہے۔ قلمیں اگر فروری یا برشکال میں لگائی جاویں تو جلد جڑ پکڑ لیتی ہیں۔ طریقہ کاشت وہی ہے جو سیب کیلئے اوپر بیان کیا گیا ہے۔

شملہ اور دیگر کوہی مقامات میں اس کی کاشت بہت کامیابی سے

ساتھ کی جا سکتی ہے۔ کوہی علاقوں میں شاخوں کو فروری میں چھانٹ دینا چاہیئے اکثر دسمبر میں پھل پکنا شروع ہوتے ہیں۔

لوکاٹ

اس میوہ کا درخت چھوٹا ہوتا ہے پتے خوبصورت اور بڑے ہوتے ہیں اسکا اصلی وطن چین و جاپان ہے۔ ہندوستان میں اکثر مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ نمبر ۳۷۔ لوکاٹ کی کاشت یہاں میدانی و پہاڑی مقامات پر کی گئی ہے میدانی مقامات پر اسکے درخت بہت بلند ہو جاتے ہیں زمین سے درخت کو طاقت بخوبی حاصل ہوتی ہے اس لئے درخت بالیدہ زیادہ ہوتا ہے اور پھل نہیں آتے اور اگر کچھ آتے بھی ہیں تو بعد عرصہ کے پھل آنے کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے یہاں کے پہاڑی مقامات میں لوکاٹ کے درختوں میں پھل آتے ہیں مگر وہ ایسے شیریں اور بڑے نہیں ہوتے جیسے کہ سہارنپور کے ہوتے ہیں لوکاٹ کی کاشت کے واسطے رتیلی اور موری زمین مناسب ہے پیلی مٹی میں بھی اچھے ہوں گے اسکے درخت داب اور پیوند کے ذریعہ سے بارش میں تیار کرنا چاہیئے لوکاٹ کے تخمی درختوں میں پھل آنیکی بہت کم امید رکھنا چاہیئے پھول آجایا کرتا ہے جو قطعی جھڑ جایا کرتا ہے اور پھل مطلق نہیں ٹھیرتا اسلئے جہانتک ہوسکے مالک باغ کو چاہیئے کہ پیوندی درخت تلاش سے منگا کر لگائے پیوندی درخت باغات سرکار گورنمنٹ سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اس کے پھل چند عدد ایک گچھے میں پچھے کی طرح آویزاں رہتے ہیں اگرچہ اس کے اقسام کا نام جدا جدا نہیں ہے لیکن اس کے پھل مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک قسم کا لوکاٹ ہوتا ہے جس کا رنگ زرد آلو کا سا ہوتا ہے اور دوسرا ہلکا گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔ بعض میں کم بیش ترشی و چاشنی ہوتی ہے۔ یا بعض کی گٹھلی بڑی ہوتی ہے۔ بعض کا پھل بھی بڑا ہوتا ہے اور بعض گول ہوتے ہیں۔

معقول نگہداشت اور مناسب طریقہ کا اکثر پھل کے ذائقہ پر بہت ہوتا ہے عموماً جب موسم بہت گرم ہوتا تو اس کے پھل اُترنا شروع ہوتے ہیں چنانچہ ایسے وقت میں آبپاشی معقول ہوتی رہے اور وقتاً فوقتاً رقیق کھاد بھی دینی چاہیئے۔

وسط اکتوبر میں جڑوں کی مٹی نکالکر خالی کر دینا چاہیئے۔ اور ایک ہفتہ تک اسی طرح کھلی رکھی جاویں بعد ازاں خوب بوسیدہ گوبر کی کھاد نئی مٹی میں ملا کر جڑوں کو بند کر دینا چاہیئے۔ کھاد دینے کے بعد اگر آبپاشی خوب ہوتی رہے تو لوکاٹ کو بہت مفید ہوتی ہے۔ کپتان ہولنگس صاحب فرماتے ہیں کہ لکھنؤ میں اُنہوں نے اسی طریقہ سے لوکاٹ کی کاشت کی تھی۔ چنانچہ ایک ایک پھل تین تین تولہ کے ہوئے تھے۔

سال میں دوبار درختوں میں پھول آتا ہے۔ اگست میں ایک بار پھول آتا ہے لیکن پھل نہیں آتا۔ اور بار ثانی نومبر میں پھول پھر آتا ہے گچھے کے گچھے پھول کے سیدھے لٹکتے ہوتے ہیں۔ اور خوشگوار خوش بو مثل ہاتھارن کے پھول کے ان میں آتی ہے۔ ان کا رنگ ہلکا سفید ہوتا ہے۔ وسط مارچ سے آخر اپریل تک لوکاٹ کی فصل رہتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ میوہ پختہ ہونے پر نفیس اور خوش ذائقہ ہوتا ہے اور لوگ کھاتے ہیں اس کا مربہ و چٹنی بھی بدرجہ غایت عمدہ ہوتا ہے۔

عموماً اس کے تخم بو کر درخت تیار کئے جاتے ہیں لیکن لوگوں کا قول ہے کہ اسکے بیج کو عرصہ تک رکھنا نہ چاہیئے لیکن مناسب طریقہ یہ ہے کہ کسی عمدہ پھل والے درخت سے پیوند تیار کیا جائے اور اتفاقیہ تخمی درخت پر اطمینان نہ کیا جاوے۔ جون و جولائی میں پیوند کرنا مناسب ہے۔

لوکاٹ کا درخت زیادہ کثیر الاوراق نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کی شاخوں کو چھانٹنے کی ضرورت نہیں۔ مضائقہ نہیں کہ جو شاخیں ایک مرتبہ پھل دے چکی ہوں صرف ان کو چھانٹ دیا جائے۔ مگر چھانٹنے کے وقت اس بات کا لحاظ درکار ہے کہ سال گذشتہ کی جو نئی شاخیں ہیں وہ نہ تراشی جاویں۔ بدیں وجہ کہ ایسی شاخیں پھول دیگر پھل لاتی ہیں۔

آسام میں لوکاٹ کا درخت قدآور ہوتا ہے گوہٹی میں ایک درخت

لوکاٹ کا تھا اِس کے تنے کو میں نے پیمائش کیا تو اِس کی موٹائی پندرہ انچ سے کم نہ تھی۔ لیکن اِس میں پھل نہ آتے تھے۔ جنوبی ہندوستان کے کوہی علاقوں میں جو پانچہزار فیٹ تک بلند ہیں وہاں لوکاٹ ہوتا ہے۔

راسپ بیری جزیرہ مارشیس

اس قسم کی راسپ بری کا وطن جزیرہ ماریشس ہے۔ اسکے درخت کلکتہ کے باغوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ اول بار راسپ بیری کی جو قسم

نوٹ نمبر ۳۸۔ ماری شش کی راسپ بری و ملک میسور کی راسپ بری ان دونوں کی کاشت تخم کے ذریعہ سے یہاں سرکاری باغات میں کثر کی گئی ہے۔ اگر میدانی مقامات میں اسکی کاشت کی جاتی ہے تو درخت زیادہ بلند ہوکر پھل کم لاتے ہیں درخت کی شاخیں و پتے چوڑے وبڑے ہوتے ہیں یہ بات اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ کھاد کے دینے سے درخت کو قوت ضرورت سے زیادہ پہنچتی ہے اگر میدانی مقام میں اس کی کاشت کرنی مقصود ہو تو کیاریوں کی مٹی میں معمولی ریتا کا جز شامل کرے اور کھاد کا استعمال نہ کرے تو البتہ فائدہ ہوگا۔ یہاں کے باغات میں اگر راسپ بری و میسور کی راسپ بری کی کاشت کی جاوے تو کامیابی ہوگی۔ کھاد نہ دینے سے درختوں کو ضرورت سے زیادہ قوت نہ مل سکے گی۔ صرف مٹی اور

جزیرہ مذکور سے کلکتہ میں لائی گئی تھی وہ گلاب کی شکل کے دوہرے سفید
پھول پیدا کرتی تھی - اور بارشانی والی قسم اکہرے پھول لاتی ہے - اور
وسط فروری میں بارآور ہوتی ہے - اس کے پھلوں کی شکل انگریزی راسپبری
کے پھلوں سے مشابہت رکھتی ہے - مگر اسکے پھل سخت تخموں سے پُر اور
غیر مطبوع ہوتے ہیں -

اس راسپ بری کا درخت تخم اور ٹونڈے کے ذریعہ سے تیار ہوتا ہے -

راسپ بری میسور

اس راسپ بری کا درخت بڑا ہوتا ہے اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کی
نئی شاخوں میں رونگٹے کثرت سے ہوتے ہیں - اس کا اصلی وطن کوہ
نیلگری و مغربی ساحل ہے وہاں بکثرت خودرو پائی جاتی ہے -

اسکا پھل شکل انگریزی بلیک بری کے ہوتا ہے صرف فرق اس قدر

بقیہ نوٹ نمبر ۲۳ - ریت کا جز جو کیاریوں میں دیا گیا ہے - اس سے اسی قدر
قوت حاصل ہوتی ہے جو درخت کے بارآوری کے لئے کافی ہوتی ہے - درخت اوسط
درجہ کے بلند ہوتے ہیں اور اسکی تخم ریزی بغرض تیاری پود آخر ستمبر میں کرکے کیاریوں کو
ہفتہ وار گوڑتا رہے -

ہوتا ہے کہ پھل کا رنگ بھورا ہوتا ہے۔ لیکن ذائقہ میں اُس سے بدرجہا اچھا ہوتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اس سے بہتر کوئی دوسرا میوہ چٹنی کے کام کا نہیں ہوتا۔

کلکتہ کے قریب جوائیں کہیں شاذ و نادر اس کے درخت دیکھے جاتے ہیں۔ فروری میں پھول لاتا ہے اور مارچ میں اس کے پھل مراد پر آتے ہیں اور پرورش و نگہداشت معقول کی جائے تو پھل اور زیادہ لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

اس کی نگہداشت کا طریقہ وہی ہے جو راسپ بری کے لئے انگلستان میں رائج ہے۔ چنانچہ اس کی بارو رہو چکی ہو اُس کو بالکل قطع کر ڈالنا چاہیئے ورنہ اگر درخت میں لگی رہنے دی جائیں گی تو دیکھنے میں بدنما معلوم ہوں گی یا خود خشک ہو کر گر جائیں گی اور زمین سے نشت میں تغذیہ و قوت حاصل نہیں گی۔

اس کے بالیدہ ہونے کے لئے اچھی زرخیز زمین درکار ہوتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کی جڑوں کو خالی کر کے اچھی مٹی زوردار اس میں بھرنی چاہیئے۔

اسکا درخت ٹونٹوں کے ذریعہ تیار ہوتا ہے۔ بارش کے زمانہ میں آسانی کے ساتھ۔ ٹونٹے لگ جاتے ہیں اور جلد بالیدہ ہو جاتے ہیں۔

شملہ اور دیگر کوہی مقامات میں مربہ بنانے کے لئے اسکی طلب بہت بڑھ جاتی ہے۔

۳۹

اسٹرابیری

اسٹرابیری بلحاظ پھل کے ہندوستان میں اچھی نہیں ہوتی۔ بعض اوقات اتفاقیہ بعض درختوں میں اچھے پھل اتر آتے ہیں لیکن یورپ کی معمولی اسٹرابیری سے زیادہ لذیذ او خوش ذائقہ نہیں ہوتی۔ باعث یہ ہے کہ آب و ہوا و سرزمین کی ناموافقت دوسرے طریقہ کاشت تیسرے

نوٹ نمبر ۳۹۔ اسٹرابیری کا پھل نہایت لذیذ نازک و خوش نما ہوتا ہے۔ اس کے سفید رنگ کے پھول سبز پتوں پر خوش نما معلوم ہوتے ہیں اور درخت زیادہ بلند نہیں ہوتے بلکہ زمین سے ملے رہتے ہیں قربت زمین کی وجہ سے جڑ وے بہت پیدا ہوتے ہیں اور ان جڑوں سے جدید درخت تیار ہوتے ہیں اسٹرابیری کے درخت سہارنپور و کوہ منصوری سے بہت مرتبہ منگاکر یہاں میدانی و پہاڑی مقامات میں لگائے گئے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا اس کے مخالف نہیں ہے اتنا ضرور ہے کہ میدانی مقام میں کسی قدر پھل کم آتے ہیں اور پہاڑی مقام میں پھل اچھی طرح سے آتے ہیں۔ اس کی افزائش اور ترقی کے لئے سڑا ہوا گوبر یا لید کا کھاد و معمولی ریت

عمدہ قسم کے درختوں کی عدم دستیابی۔ لیکن طریقہ کاشت کو چھوڑ کر اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں پھر بھی بعض مقامات پر عمدہ قسم کی اسٹرابری پیدا کی جاتی ہے۔ خاصکر میرٹھ اور سہارنپور میں اسٹرابری بکثرت ہوتی ہے۔ اور کپتان ہولنگس صاحب فرماتے ہیں کہ لکھنو کی اسٹرابری

بقیہ نوٹ نمبر ۹۴- اور شرخ مٹی کا جزو مفید ہوا ہے۔ ہر ماہ میں ایک یا دو مرتبہ رقیق کھاد بنا کر کیاریوں میں دینا مفید ہے چوتھے روز کیاریوں کو پتلی کھرپی سے گوڑا دیتے رہنا چاہیئے اور بعد گوڑا دینے کے آبپاشی چرس کے ذریعہ سے کی جاوے تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اگر گھڑے یا ہزارے سے آبپاشی کی جاوے گی تو زمین کافی طور سے سیراب نہیں ہوگی اس لئے پانی چرس سے دینا زیادہ مفید ہے۔ اس کے پھل پتوں کے نیچے چھپے ہوئے زمین پر رہتے ہیں جنکو کیڑے جلد خراب کر دیتے ہیں اسلئے باریک باریک گھانس۔ یا پیال نیچے بچھا دینے سے نقصان بہت کم ہوتا ہے۔ مٹی کی رکابیاں دو ٹکڑے کر کے جس کی پیندی میں گول سوراخ ذرا بڑا ہو کمہاروں سے بنوا کر درخت کے نیچے لگاتے ہیں اس سے بہت خوب حفاظت ہوتی ہے رکابی کے دونوں حصوں کو ملا کر اور درخت کو اس کے سوراخ کے بیچ سے باہر نکالکر رکھدیتے ہیں بعد ختم فصل وہ رکابیاں بحفاظت آئندہ کام آنے کے واسطے رکھوا دیجاتی ہیں۔ اسٹرابری کے درختوں کو زیادہ نشیبی مقام میں نہ لگانا چاہیئے بلند یا ہموار کسی قدر ڈھلوان زمین پر کاشت کرنا چاہیئے۔ موسم بارش میں اس کے درخت گل جاتے

نہایت نفیس ہوتی ہے۔ اور ایک ایک تولہ وزن میں ہوتی ہے۔
برخلاف اس کے کلکتہ کا قرب و جوار اس کی کاشت کے لئے موزوں
نہیں ہے اس قدر خوش مزہ وہاں پیدا نہیں ہوتی۔ جنوری سے اپریل
تک بنگلور میں دو تین قسم کی اسٹرابری کی فصلیں ہو جاتی ہیں۔ اگست

بقیہ نوٹ نمبر ۴۹ - ہیں اگر اونچی زمین پر ہوں گے تو بچے رہیں گے۔ اگر نشیبی
مقام میں کاشت کی گئی ہے۔ تو آغاز بارش پر درختوں کو نکال کر بلند مقام پر لگائے
یا کونڈیوں میں لگا کر بحفاظت رکھے تاکہ آئندہ کام آئیں۔ میں نے کونڈیوں میں لگا کر
کھلے ہوئے روشن دالانوں میں رکھا تھا اس سے یہ فائدہ ہوا کہ اسٹرابیری کا
ذخیرہ ضائع نہیں ہوا۔ موسم بارش میں اس کے درختوں کو کم پانی دینا چاہیئے
کیونکہ اس موسم میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اسے پانی کی ضرورت نہیں
ہے البتہ نگرانی زیادہ رکھے اگر کونڈیوں میں خشکی آوے تو آبپاشی کرے بلند مقام
پر جو ذخیرہ لگایا جاتا ہے وہ بھی محفوظ رہتا ہے بلندی کی وجہ سے درختوں کے
گرد پانی نہیں ٹھہرنے پاتا اور درخت سڑنے گلنے کم ہیں بذریعہ جڑوں اسٹرابیری
کی کاشت بطریق مذکورہ ۔ ۱۵ نومبر سے کرنا چاہیئے۔ اگر زیادہ دیر سے کاشت کی
جائے گی تو فصل نہ آوے گی اور بجائے کامیابی کے محنت ضائع ہو گی۔ اس طریقہ
کاشت کو میں نے اپنے تجربہ کے موافق بیان کیا ہے۔

کے مہینے میں جدید کیاریاں اس کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اِن اقسام کے اسٹرابری کی کاشت۔ دائمی طور پر وہاں ہونے لگی ہے جیسے وچ گاری بلڈی۔ اور کین سٹرگوئن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آخر الذکر قسم کی اسٹرابری کی کاشت سہارن پور میں چالیس پچاس سال سے ہوتی ہے لیکن اب تلک اسکے پھل میں کسی قسم کا تنزل محسوس نہیں ہوا ہے۔

آل پائن اسٹرابری کے بیج لوکین صاحب نے اپنے باغ واقع چنسورہ میں اسٹرابری پیدا کی ہیں اس اسٹرابری کا درخت بہت سرعت کے ساتھ بالیدہ ہوتا ہے اور بکثرت پھل لاتا ہے۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ بمقابلہ دیگر اقسام کے اسٹرابری یہ قسم ادنیٰ ہوتی ہے۔ اس کا پھل کسی قدر لانبا ہوتا ہے

اسٹرابری کے پودے آغاز اکتوبر میں کیاریوں میں نصب کئے جاتے ہیں۔ میں نے ایک بار ایک ماہ پہلے ان کو کیاری میں لگا دیا تھا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ درخت بڑھے نہیں۔ انگلستان میں دوسالہ درختوں سے عمدہ پھل حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اس ملک میں تجربہ کی بنا پر سب لوگ متفق ہیں کہ جدید درخت جو سال کے اندر لگائے جاتے ہیں اُن کے پھل اچھے ہوتے ہیں۔

اس کے لئے کھلی ہوئی زمین جس میں دھوپ خوب پہنچتی ہو انتخاب

کی جائے چھ انچ گہرے اور آٹھ انچ چوڑے ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر گڑھے کھودے جاویں۔ اور گڑھوں کی قطاروں میں باہمی فاصلہ ایک ایک فیٹ کا ہو دو قطاروں کے درمیان میں ہو کسی قدر زمین بلند کرکے پانی آنے جانے کیلئے دس انچ چوڑی روش بنا دینی چاہئیے۔ ان گڑھوں میں تو کی پرانی پوسیدہ کھاد اور پتیوں کی کھاد اور معمولی باغیچہ کی مٹی [illegible] ملا کر بھر دینی چاہئیے۔ اور ہر ایک گڑھے میں ایک ایک ونیلا کی [illegible] شاخ لگا دینی چاہئیے۔ نصب کرنے کے وقت پانی نہ دیا جائے۔ بعد میں حسب ضرورت دیا جانا چاہئیے۔ کوتاہی ہرگز نہ کیجائے۔ جب درخت جڑ پکڑ لیں گے تو غالباً نئی شاخیں نکلنا شروع ہوں گی اگرچہ بعضوں کا خیال اسکے برعکس ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ جو نئی شاخیں نکلیں انکو نوچ دیا جایا کرے۔ قریب تین سال کے وقت میں بالیدہ ہو کر بڑے ہو جائینگے اور امید کرنی چاہئیے کہ پھول لانے کا زمانہ آگیا لیکن کلکتہ کے قرب و جوار میں اس کے مزارعین کو اکثر مایوسی اٹھانی پڑتی ہے۔ بعض اوقات درختوں میں سے پتے بکثرت نکلتے ہیں اور ایک پھول بھی نہیں ہوتا یا پھول بکثرت لاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری قوت پھول ہی لانے میں خرچ ہوتی ہے پھل ایک بھی نہیں آتا۔

اول اول جب میں نے دیکھا کہ صرف پھول آتے ہیں اور خشک ہو کر ضائع ہو جاتے ہیں تو مجھے خیال ہوا کہ شاید [illegible] وقت

ہوتا ہے اور انگلستان میں ہر شخص واقف ہوتا ہے کہ اسمیں نر و مادہ کا فرق ہوتا ہے۔ لیکن جب میں نے پھولوں کو بغور دیکھا اور جانچ کی تو معلوم ہوا کہ اسکے پھولوں میں عموماً دونوں جنس موجود ہوتی ہیں۔ چنانچہ پھل صرف ایسی شاخوں میں آتا ہے جن میں ایک پھول سے زاید پھول نہیں ہوتے لیکن میں اسوجہ کو دریافت نہ کر سکا کہ بعض درخت کیوں مثمر نہیں ہوتے انگلستان میں یہ مشہور ہے کہ پھول لانے کے زمانہ میں اگر پانی برس جاے تو پھل خوب آتے ہیں لیکن ہندوستان میں ایسا شاذ ہوتا ہے۔ فوارہ کے ذریعہ سے اگر اوپر سے پانی ڈالا جاوے کہ پھول بھی تر ہوجاویں تو ممکن ہے کہ وہی نتیجہ پیدا ہو۔

بالیدہ ہونے کے زمانہ سے پھل لانے کے زمانہ تک برابر آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعد ازاں خشک موسم میں بھی کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ ورنہ احتمال ہے کہ درخت ضائع ہوجائیں گے۔

البتہ بارش کے زمانہ میں اپنے دیگر اشجار و تخم کے مانند سیرابی کی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ مگر کثرت بارش اسکو نقصان بھی نہیں پہنچاتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے درخت ایسی جگہ نہ ہوں جو پانی سے بالکل ڈوب جاتے ہوں۔ پرندوں کا اس درخت پر بہت خطرہ ہوتا ہے۔ اسلئے جب پھل پختگی پر آنا شروع ہوجاے تو جال یا کسی طریقہ سے ان کی حفاظت لازمی طور پر کرنی چاہیے جڑوں کے ذریعہ سے اسکے درخت بڑھائے جاتے ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت کامیابی کے ساتھ ہوتی ہے طریقہ کاشت وہی ہے جو میدانی علاقہ کا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ بجائے اکتوبر کے کوہی مقامات پر فروری میں اسکے جڑ بڑے نصب کئے جاتے ہیں۔

نمبر ۴

بادام

ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کلکتہ کے قرب وجوار میں بادام پیدا کرنے کی کوشش بارہا کی گئی لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی۔ ڈاکٹر راکسبرگ صاحب کا قول ہے کہ بادام کی کاشت ہندوستان میں غیر ممکن ہے۔ اس کے درخت کو زندہ اور قایم رکھنے کے لئے بہت احتیاط و نگہداشت کی ضرورت

نوٹ نمبر ۴۔ یہاں پر بادام کے درخت کی کاشت تخم کے ذریعہ سے نہیں کی گئی البتہ اس کے درخت باہر سے آئے ہوئے میدانی باغ میں لگائے گئے درختوں نے بدیر ترقی کی۔ اور قریب چھ فیٹ کے بلند ہوئے اور ان میں پھول و پھل کچھ نہ آیا۔ البتہ بادام کا درخت اور اس کے پتے اپنی جگہ پر خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ پتے چھوٹے اور کسی قدر بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ یہاں پہاڑی مقام پر بادام کی کاشت کا تجربہ میرے علم میں نہیں ہوا ہے۔ اس لئے میں اس کے متعلق زیادہ لکھ نہیں سکتا۔

ہوتی ہے۔

بالائی صوبجات کے باغات میں اسکے درخت دیکھے جاتے ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ بلحاظ خوبصورتی باعث زیبائش ہوتے ہیں پھول اور پتے نہایت خوش جمال ہوتے ہیں اور پھل تو جیسی چیز ہے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے فیروزپور میں بادام کے تخم بوئے۔ بونے سے تین سال کے اندر اسکے درخت بالیدہ ہوکر بار آور ہوئے۔

بادام کا درخت تیار کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ دانہ بادام کے پوست کو توڑکر زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ تھوڑے سے عرصہ میں تخم سے درخت نکلکر زمین میں بہت دور تک جڑیں پھیلاتا ہے اس سبب سے بادام کے درخت کو یہ صلاحیت حاصل نہیں ہوتی کہ ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ نصب کیا جا سکے۔ پس لازم ہے کہ اسکے تخم کو ایسی جگہ نصب کرے کہ جہاں اس کا درخت لگانا منظور ہو۔ تخم ریزی کے وقت ایک جگہ تین چار تخم نصب کرنا چاہیئے۔ جو درخت قوی پیدا ہوا اُسے رکھکر باقی کو ضائع کر ڈالنا چاہیئے۔

پہاڑی علاقوں میں مثل شفتالو کے اسکی کاشت کامیابی کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔

املی[۱۴]
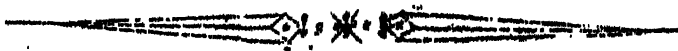
اس کا درخت بہت بڑا اور ہندی وطن ہے۔ ہندوستان کے تمام حصوں میں عموماً اسکا درخت پایا جاتا ہے۔ زرد رنگ کا پھول مئی میں آتا ہے اور فروری تک پھل پختہ ہو جاتے ہیں۔

املی تین قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) ترش املی۔

(۲) شیریں املی۔

(۳) سرخ املی۔

نوٹ نمبر ۱۴۱۔ املی ایک نام شے ہے جس سے عموماً ہر شخص واقف ہے اسکے درخت ۶۰ فیٹ سے زیادہ بلند ہوتے ہیں املی کے پتے گہرے سبز رنگ کے ہوتے ہیں اور سایہ بہت گھنا ہوتا ہے آغاز بارش میں پھول آجاتا ہے۔ اس کے پھولوں کی اکثر لوگ ترکاری پکاکر کھاتے ہیں املی کی فصل موسم گرما میں تیار ہوجاتی ہے اس ملک میں دو قسم کی املی ہے ایک تو معمولی دوسری سرخ دونوں قسم کی املیوں سے چٹنی۔ اچار۔ مربہ۔ تیار کیا جاتا ہے اسکے درخت تخم کے ذریعہ سے بارش میں تیار ہوتے ہیں املی کے درخت میں عرصہ کے بعد پھل آتا ہے اسکا پھل صرف حیدرآباد دکن میں بے انتہا ہے۔

لال املی کا مغز گلابی سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اور عمدہ قسم میں شمار ہوتی ہے اور عموماً دستیاب نہیں ہوتی۔ اچار وچٹنی کے کام میں لائی جاتی ہے تخم بو کر اس کا درخت پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں بتلا سکتا کہ کہاں تک بیج کی عمدگی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اگر گوٹی کے ذریعہ سے درخت حاصل کیا جائے تو باغوں میں لگانے کے لائق پست قامت درخت ہوتا ہے اور پھل بھی عمدہ ہوتا ہے ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ جس جگہہ املی کا درخت ہے وہاں کوئی اور درخت نہیں ہوتا۔

چینی بادام[۲۴] یعنی مونگ پھلی

اسکا درخت بیلدار زمین پر پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اسکا اصلی وطن جزائر ہند و مغربی افریقہ ہے۔ لیکن اب ہندوستان میں کثیرالوجود ہے خاص صفت اس

نوٹ نمبر ۲۴۔ مونگ پھلی کی کاشت یہاں مضافات میں بکثرت ہوتی ہے اس کی تخم ریزی وسط بارش میں فصل موسم سرما کے آغاز میں تیار ہوتی ہے اسکی بیلیں چلتی ہیں۔ جو زمین پر پڑی رہتی ہیں انہیں بیلوں میں جڑیں پیدا ہو کر پھل زمین کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ تیاری پر کھود کر نکال لیتے ہیں اسکی کاشت سے یہاں کے کاشتکار واقف ہیں۔

درخت کی یہ ہے کہ جب اس میں پھل کی ہونڈیاں پڑجاتی ہیں تو خود بخود زمین کے اندر اپنے کو دفن کر کے اس کے اندر بڑھتی اور پختہ ہوتی ہے۔ جون میں پھول آتا ہے اور جنوری میں کھودنے کے لائق فصل تیار ہوجاتی ہے۔ اسکی پھلیوں کے اندر دو یا تین دانے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ دانے کوئی خوش فزا نہیں ہوتے۔ اخروٹ کا سا مزا ہوتا ہے۔ خام بھی لوگ کھاتے ہیں لیکن بریاں کر کے کھایا جائے تو سوندھاہٹ آجاتا ہے۔

فصل کھودنے کے بعد پرانے درختوں کو اکھاڑ دینا چاہیئے۔ اور آئندہ فصل کے لئے دوسرے جدید زمین انتخاب کرنا چاہیئے۔ دو سال متواتر ایک ہی قطع اراضی میں اس کی کاشت کرنا مناسب نہیں ہے۔ فروری میں اسکی تخم ریزی مثل غلہ کے کی جاتی ہے۔ اس درخت کے خصائل سے ظاہر ہے کہ اسکے لئے ملایم زمین کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ اس کی جڑ دور تک پھیلتی ہے اس لئے ایک بار تخم ریزی کرنے کے بعد کھیت بمشکل صاف کیا جاسکتا ہے۔

پانڈیچری میں اس کی کاشت بہت ہوتی ہے۔ اور وہاں سے ملک فرانس میں بکثرت جاتی ہے جہاں اسکا تیل نکالکر روغن زیتون میں ملاکر فروخت کیا جاتا ہے۔

پہاڑی علاقوں کے لئے یہ موزوں نہیں ہے۔

موری ٹن بے جسپنٹ

اِس درخت کا وطن ملک نیو ہائی لینڈ ہے۔ اسکا درخت چھوٹے قد کا ہوتا ہے۔ اسکے پھل کے مغز کو بریاں کرکے کھاتے ہیں۔ ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ بریاں کرنے پر اسکا ذائقہ شل چیسٹنٹ کے ہوتا ہے۔

کلکتہ کے سرکاری بوٹانیکل باغات میں اِسکا درخت ڈاکٹر ووہٹ کے زمانہ میں موجود تھا اور حال میں بھی چند درخت وہاں لگائے گئے ہیں۔

بنگلور کے سرکاری باغ میں اسکا ایک شاداب درخت دیکھا ہے وہاں اس درخت کی قدر اس کے خوش جمال ہونے کے باعث تھی پھل کی غرض سے اسکی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ وہاں کے مالی نے ہم سے بیان کیا کہ وہاں کے طیور بھی اس کے پھلوں کو نہیں پوچھتے۔ البتہ باغ کی زیبائش اس سے متصور ہے اسکا پھول سُرخ رنگ کا خوشنما ہوتا ہے۔ بیج بو کر درخت تیار کیا جاتا ہے۔ اِس کے خام پھل بچے توڑ کر کھیلتے ہیں لیکن اِس کے بیج نہیں کھاتے۔

آم [۴۳]

آم کا خودرو اور صحرائی درخت بہت بڑا ہوتا ہے۔ شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور کثیر الاوراق ہوتا ہے۔ اسکا اصل وطن ہندوستان ہے اور گاؤں کے محاذات

نوٹ نمبر ۴۳۔ مسٹر جارج مارشل اوڈر و صاحب پروفیسر آف بوٹانی نے اپنی کتاب متعلق کاشت آنبہ میں تحریر کیا ہے کہ " آم ایک ایسے گھر کا آوارہ ممبر ہے جسکا وطن ملایا ہے ہندوستان کی قدیم ترین کتب میں آم کا تذکرہ موجود ہے اور مقابلۃً زمانہ حال میں بھی جبکہ تغلق شاہ دہلی کے تخت پر جلوہ افروز تھا۔ ۱۳۲۵ و ۱۳۵۱ء تک ترکمان شاعر حضرت امیر خسرو نے فارسی کی نظم میں لکھا ہے کہ آم باغ کا فخر ہے اور ہندوستانی بہترین ثمر ہے۔ لیڈی بریسی نے آم کو اثمار کا بادشاہ اور زرد آلو اور اناس کا مرکب لکھا ہے " آم قریب قریب تمام ہندوستان کے حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اور پھل لاتا ہے۔ آم کے بہت اقسام ہیں تخمی بھی بکثرت ہیں اور قلمی بھی اسی طرح پر بہت ہیں۔ آم کے ذائقہ سے ہر امیر و غریب واقف ہے۔ یہ پھل خام اور پختہ دونوں حالتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور سال میں ایک مرتبہ پھل لاتا ہی۔ ایک سال فصل کم ہوتی ہے دوسرے سال پیداوار کامل ہوتی ہے۔ چالیس سال پیشتر یہاں بھوپال میں عمدہ اقسام کے آنبہ قلمی ~~بالکل نہ~~ تھے اور اگر کچھہ تھے تو اُن کا

ہیں اسکے باغ عموماً ہوا کرتے ہیں۔ اسکے باغ کے سُنسان سایہ میں تھکے ہوئے مسافر دوپہر کے وقت دھوپ کی تمازت سے بچنے کیلئے آکر مقیم ہوا کرتے ہیں۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۴۲۔ ہونے میں شمار نہ تھا۔ چنانچہ بکوشش تمام قلمہائے انبہ قلمی لکھنؤ بنارس۔ شاہ آباد۔ جلال آباد۔ سہارنپور۔ بمبئی۔ پونہ سے اقسام اقسام کے منگا کر یہاں کے باغات میں لگائے گئے اور ان کی پرورش و نگرانی میں بہت کچھ توجہ کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں پر اب بہت قسم کے قلمی آم سالہا سال سے بکثرت پھل دیتے ہیں۔ جو علاوہ بڑے اور خوبصورت ہونے کے فی الواقعی خوش ذائقہ بھی ہوتے ہیں۔ یہاں پر آم کی فصل آخر ماہ اپریل سے شروع ہوتی ہے اور ۱۵ اگست تک ختم ہوجاتی ہے۔ یہاں کے میدانی و پہاڑی مقام کاشت آم کیلئے مفید ہیں۔ میدانی مقام میں درخت بلند زیادہ ہوجاتا ہے اور سیاہ مٹی کے اثر سے بارش کے زمانہ میں میدانی مقام کے درختوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ جڑیں درختوں کی پانی میں زیادہ رہنے سے گل کر خراب ہوتی ہیں۔ پہاڑی مقام پر ایسا نہیں ہوتا کیونکہ بارش ہونے کے بعد پانی جڑوں کے پاس سے ادھر اودھر ڈھلک جاتا ہے۔ بھوپال میں ایک تخمی آم ہے جو چھوٹا ہوتا ہے۔ اوپر کا حصہ کسی قدر چوڑا اور نیچے کا حصہ قدرے گول۔ اور یہ آم ہیں کا کہلاتا ہے۔ اسکو یہاں پر ڈیٹر کے نام سے پکارتے ہیں۔ خوش ذائقہ و عام پسند ہے۔ رس پتلا ہوتا ہے اور ریشہ گٹھلی پر کسیقدر

قلم یا پیوند کے ذریعہ سے جو درخت آم کے لگائے جاتے ہیں اُن کا قد چھوٹا ہو جاتا ہے اور بلحاظ قد کے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ان کو چھوٹے باغیچوں میں بھی جگہ دینی چاہیئے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۳۴۔ کم ہوتا ہے یہاں پر آم کو پکنے سے پہلے توڑ کر اور پال میں پکا کر فروخت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے اچھے بڑے آم بدذائقہ ہو جاتے ہیں۔ آم کو اچھی طرح پکنے نہ دینے اور وقت سے پہلے توڑنے میں بجز نقصان فائدہ نہیں۔ اسی طرح پر آم ڈنیرٹر کے ساتھ بھی یہاں کیا جاتا ہے جس کے باعث کبھی خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اور کبھی برائی سے موسوم ہوتا ہے۔ گو یہ آم ڈیٹر تخمی ہے لیکن ذائقہ میں بیشک اچھا ہوتا ہے۔ یہاں پر آنبہ سفیدہ۔ لنگڑا۔ قبر۔ طوطاپری مالدہ۔ پیری۔ وزیر پسند وغیرہ بھی ہیں۔ انبہ کریلا جس کو ہدیہ لذیذ کا خطاب حاصل ہے اور مرغوبہ جو قد و قامت میں بہت بڑا آم ہوتا ہے اور ذائقہ میں بہت اچھا ہوتا ہے اور یہاں پر دکمن سے لایا گیا ہے۔ بخوبی تمام پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ انبہ ہائے مذکورکے اور بہت سی قسمیں یہاں پر ہیں۔ جو اچھی طرح سے بارآور ہوتی ہیں۔ آم کا درخت پیوند سے تیار کیا جاتا ہے اور یہ ہی طریقہ اس کے لئے زیادہ مفید ہے۔ میرے تجربہ کے مطابق یہاں پر کاشت آنبہ کیلئے پہاڑی زمین بہت مفید ہے۔ اگر تالاب یا دریا کا قرب ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

وسط فروری میں آم کے درختوں میں بور آنا شروع ہوتا ہے اسکے بور کو اگر بغور دیکھا جائے تو چھوٹے چھوٹے سبزی مائل اسمیں پھول ہوتے ہیں شروع میں ہفتہ دو ہفتہ خوشگوار خوشبو درخت کے قریب کچھ دور تک محسوس ہوتی ہے آخر مئی تک اکثر اقسام کے آم پختہ ہوتے شروع ہو جاتے ہیں۔

عموماً آم کا پھل بیضاوی کسی قدر چپٹا اور ایک جانب نوک دار ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی دوسرا میوہ دنیا میں ایسا ہوگا کہ جس کی سب قسمیں اس سے زائد ایک دوسرے سے صورت میں مختلف ہوتی ہوں گی چھوٹا آم کبوتر کے انڈے کے برابر ہوتا ہے اور بڑا آم چکوترہ کے برابر ہوتا ہے۔ نہ صرف صورت ہی میں فرق ہوتا ہے بلکہ مزا اور ذائقہ بھی ہر ایک کا جداگانہ ہوتا ہے بعض جو ترش ہوتے ہیں وہ ایسے بدذائقہ ہوتے ہیں کہ شاید ہی کوئی دوسری چیز ان کے برابر بدذائقہ ہوتی ہوگی اور جو نفیس اور عمدہ قسم کے آم ہوتے ہیں اُن کا گودا اس قابل ہوتا ہے کہ چمچ سے اُٹھا کر کھایا جائے اور دُنیا میں کوئی میوہ نہیں ہے جو عمدہ آم کی خوش ذائقگی کی برابری کر سکے ترش آم کا کھانا ایسا ہے کہ گویا سَن کو ٹارپن ٹائین میں بھگو کر کوئی شخص کھاوے۔

ہندوستان میں جتنے اقسام کے آم ہوتے ہیں اُنکی تعریف کرنا تو درکنار انکا شمار ہی کرنا غیر ممکن ہے۔

عمدہ قسم کے جو آم ہیں وہ عام طور پر بازاروں میں فروخت نہیں ہوتے بلکہ

پرائیوٹ باغات میں انکے درخت ہوتے ہیں خریداروں کی پہونچ وہاں تک محال ہوتی ہے لیکن پھر بھی بازاروں میں جو آم آتے ہیں ان میں بھلے بُرے ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ میں صرف اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ جن آموں کے چکھنے کا تجربہ ہے انکو ذیل میں بیان کروں اور جہاں جہاں ہوتے ہیں اُس مقام کا نام لکھ کر مختصر طور پر کچھ حالات بھی تحریر کروں۔

کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں حسب ذیل اقسام کے آم ہوتے ہیں۔

(۱) الفانسو۔ بمبئی کے قرب وجوار میں ہوتا ہے مشہور آم ہے۔

(۲) چینیا۔ پھل چھوٹا ہوتا ہے بہت قابل قدر نہیں ہے مشہور خاصکر اسلئے ہے کہ اکتوبر میں باردوم پھلتا ہے۔

(۳) گوپال بھوگ۔ مالدہ (احاطہ بنگال) اصلی وطن ہے۔ قابل قدر آم ہے۔ قد میں اوسط درجہ کا ہوتا ہے پکنے پر نارنجی رنگ کا ہوجاتا ہے نہایت نفیس اور شیریں آم ہے۔

(۴) کسیاپاٹی۔ مالدہ سے لایا گیا ہے آم چھوٹا مگر نہایت خوشگوار اور شیریں ہوتا ہے۔

(۵) لنگڑا۔ بڑا لیکن ادنیٰ درجہ کا آم ہے جب دوسرے آموں کی فصل ختم ہوجاتی ہے تو ایک ماہ بعد تک درخت پر رہتا ہے۔ اور پکتا ہے۔ غالباً یہ وہی آم ہے جس کی نسبت ڈاکٹر لینڈلے صاحب فرماتے ہیں کہ سب آموں میں

بڑا ہی آم ہوتا ہے۔ بچے کے سر کی برابر کا ہوتا ہے اور وزن میں دو پاؤنڈ سے کم نہیں ہوتا۔ گوآمین اسے بریرا کہتے ہیں۔

"مصنف کتاب کو غالباً لنگڑے اور مالدہ میں مغالطہ ہوا ہے۔ لنگڑے کو مالدہ اور مالدہ کو لنگڑا سمجھا ہے"

(۶) مالدہ کلاں اوسط درجہ کا آم ہوتا ہے پکنے پر اسکا رنگ اوپر سے سبز ہوتا ہے اور اندر سے گلابی ہوتا ہے اگر سب آموں سے بہتر نہیں ہوتا تو بہترین آموں میں ضرور ہے۔ جنکو کھانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے وہ اسکی خوش ذائقگی اور نفاست کو خیال میں نہیں لا سکتے۔ لفظوں میں اسکی تعریف کرنا بے سود ہے آخر مئی میں مراد پر آتا ہے۔ بوٹانیکل باغات میں اسکے صدہا درخت ہیں۔

(۷) پیٹر۔ یہ آم بھی بڑا نہیں ہوتا بلکہ اوسط درجہ کا گول آم ہے۔ ایک جانب کو نکلا ہوا ہوتا ہے پختہ ہوتے پر اسکا رنگ ہلکا بھورا ہوتا ہے۔ لیکن نفیس آموں میں شمار ہے اسکا مزا انگوزبری کا سا ہوتا ہے۔

(۸) سندگا پور۔ اس آم کا پھل بڑا ہوتا ہے پکنے پر سرخی مائل نارنجی رنگ کا ہوتا ہے بعض لوگ اسے نفیس تصور کرتے ہیں لیکن میرے خیال میں دوسرے نمبر پر نفیس ہوتا ہے۔

(۹) سندرشاہ پھل بڑا پکنے پر خوش رنگ چمکدار سرخ رنگ کا ہوتا ہے

نفیس آموں میں اسکا دوسرا نمبر ہے۔ سرکاری بوٹانیکل گارڈنس میں یہ آم کچھ اچھا نہیں ہوتا۔ علاوہ انکے۔

(۱۰) آر بیجہ ناٹ۔

(۱۱) مرشد آباد کے آم کھانے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا میں نہیں بتلا سکتا کہ مزا کیسا ہوتا ہے۔

ایگری ہارٹیکل چرل سوسائٹی میں اقسام ذیل کے درخت بغرض فروخت تیار رہتے ہیں۔

(۱) بمبئی یعنے بڑا مالدہ۔

(۲) مدراسی۔ یہ آم مدراس سے لایا گیا لیکن مدراس میں بمبئی سے آیا ہے اسکا پھل متوسط ہوتا ہے۔ پکنے پر زرد رنگ کا ہوجاتا ہے مزا نفیس اور خوشگوار ہوتا ہے۔

(۳) گوپال بھوگ

(۴) کیسا پاٹی

(۵) بندو تن نی۔ اسکا پھل انڈے کی صورت کا ہوتا ہے پکنے پر مزا خوشگوار اور رنگ سبز رہتا ہے۔

(۶) بھتورہ۔ پھل چھوٹا مگر لانبا اور چپٹا ہوتا ہے۔ پکنے پر گہرا سبز اور اسپر سرخ سرخ چتیاں بالائی حصہ کے جانب ہوتی ہیں۔ مغز کا رنگ بھورا

نہایت شیریں اور سونف کی خفیف خوشبو آتی ہے۔

"ذیل کے اقسام کچھ اچھے نہیں ہوتے۔"

گوآ — چک چوکیا

فیروگھانبی — آراکن

سندرشاہ — ڈی کروز

لکھنو — نگرو

ڈیوس — ٹارسی

اگست — میڈم

یہ سب آم کے اقسام ہیں لیکن مجھے انکے ذائقہ سے واقفیت نہیں

بابو جبن کشن پال کے باغ واقع ہوگلی میں علاوہ مذکورہ بالا اقسام کے چند دیگر اقسام کے نفیس اور نایاب آم ہیں جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں ان آموں کے نام مجھے بابو صاحب موصوف کے مالی نے بتلائے تھے اور ہر قسم کے آم بھی دئے تھے۔

(۱) بمبئی۔ یہ آم اعلیٰ درجہ کا نفیس ہوتا ہے جب سب قسم کے آموں کی فصل ختم ہوجاتی ہے اسوقت یہ مراد پر آتا ہے جس درخت میں یہ مشہور آم پھلتا ہے اسکی کونپلیں عنابی رنگ کی ہوتی ہیں۔ اور یہی اس کی شناخت ہے۔

(۲) بیل۔ یہ آم عجیب شکل کا ہوتا ہے اور ذائقہ کے لحاظ سے اسم بامسمیٰ ہوتا ہے اسکی پتیوں کو ملکر سونگھا جائے تو پارسنٹ کی سی خوشبو معلوم ہوتی ہے۔

(۳) بٹاوی۔ پھل تو چھوٹا ہوتا ہے لیکن ذائقہ اعلیٰ درجہ کا رکھتا ہے۔ پکنے پر زرد آلو کے رنگ کا ہوتا ہے۔ مغز کا رنگ گلابی ہوتا ہے اور انگریزی ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے مراسی آم کے موافق اسکا ذائقہ ہوتا ہے۔

(۴) بوگل۔ یہ آم بہت بڑا اور گول ڈھول کی صورت کا ہوتا ہے۔ بحالت پختگی رنگ زردی مائل سبز اور گودا گاڑھا ہوتا ہے اور ذائقہ میں زرد آلو کے برابر ہوتا ہے۔

(۵) کچ ہائی میٹھا۔ اس آم میں ترشی بالکل نہیں ہوتی۔ خام کھایا جا سکتا ہے۔ پکنے پر مثل سیب کے مزے میں ہوتا ہے۔

(۶) کالا پہاڑ اول درجہ کا آم ہے۔

(۷) کیلوا۔ پھل متوسط نارنجی رنگ کا اور ذائقہ میں مثل گوزبری کے ہوتا ہے۔

(۸) چھوٹا کھیرا۔ اول درجہ کا آم ہے۔

(۹) کوپٹ بنگا۔ پھل چھوٹا۔ رنگ ہلکا سبز زردی مائل۔ بالائی جانب سرخ چتیاں۔ ذائقہ نہایت نفیس۔ مالدہ کے بعد اسی کا نمبر ہے۔

(۱۰) موہن بھوگ۔ چھوٹا سرخ رنگ کا آم ہے لیکن نہایت درجہ شیریں

ہے۔

(۱۱) نزیچہ۔ اسکا پھل بہت بڑا سفید رنگ کا ہوتا ہے اور اگست میں پختگی پر آتا ہے۔

(۱۲) پیٹا خاص اس آم کا مغز زرد ہوتا ہے۔ ذائقہ شیریں اور خوشگوار ہوتا ہے۔

(۱۳) پپولی۔ پھل چھوٹا۔ اوپر سے سُرخ۔ مغز گلابی۔ ذائقہ نفیس۔

(۱۴) سوریس۔ پھل چھوٹا اور چپٹا ہوتا ہے پختہ ہونے پر چھلکے کا رنگ سبز اور بالائی جانب سرخ چتی دار۔ مغز کا رنگ نارنجی۔ ذائقہ میں مالدہ سے کچھ ہی کم ہوتا ہے۔

(۱۵) تارہ۔ پھل چھوٹا۔ جلد کا رنگ نارنجی۔ ذائقہ خوشگوار چاشنی دار۔

علاوہ ان کے ارمن نہایت خوبصورت آم ہوتا ہے رنگ میں مثل نکڑا ئن کے ہوتا ہے لیکن ذائقہ میں عمدہ نہیں ہوتا۔ اسی درجہ میں۔ پوری۔ پچھے تن مورا۔ مکہ ماچھی۔ پیارا خاص۔ شاہ پسند۔ سندلیا اور فریٹ شامل ہیں۔

آم کا درخت بآسانی تخم سے تیار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مسٹر انگل ڈیو۔ جن کو میسور میں آم کی کاشت میں عرصہ تک تجربہ حاصل ہو چکا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تخمی آم کا پھل لانا اکثر مشتبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جس پھل کا تخم بویا گیا ہے ویسا ہی ہو۔ اور گمان غالب ہے کہ ہزار ہا درختوں میں

سے شاید ایک دو درخت کا پھل مثل اس پھل کے ہو جسکا تخم لگایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے ڈاکٹر چم سن صاحب قسم بمبئی کے متعلق تعریف فرماتے ہیں کہ پیوندی بمبئی آم کا تخمی پانچ سال میں پھلنے لگتا ہے اور بمبئی کے پیوندی آم کے برابر نفیس اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

مسٹر پی۔ ہام فرے صاحب اپنی ایک تحریر جو انہوں نے اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں بھیجی تھی اُس سے بھی تائید ہوتی ہے صاحب موصوف نے تحریر فرمایا تھا کہ ملک جاوا سے ایک اعلیٰ قسم کا آم منگوایا گیا اور بازوڑہ کے باغات میں اسکے متعدد درخت لگائے گئے اور بلا استثنا سب درختوں کے آم ویسے ہی خوش ذائقہ اور نفیس ہوئے جیسے کہ اپنے اصلی وطن میں تھے۔ اور صورت میں بھی کوئی تغیر نہیں ہوا۔ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ بوٹانی کل گارڈنس سے انہوں نے ایکبار مازاگن آم کا ایک پیوندی درخت بمبئی سے منگوایا تھا اور اسکی چند گٹھلیاں بو دی تھیں۔ چنانچہ دو تین درخت تیار ہوئے اور اُن کے پھل ویسے ہی صورت اور ذائقہ میں تھے جیسے کہ مازاگن کے آم ہوتے ہیں۔

میجر ڈبلو اس ٹوکس صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھ سے مسٹر ہم فرے صاحب بیان فرماتے تھے کہ مذکورہ بالا تحریر کے بعد انہوں نے چند دیگر اقسام کے پیوندی آموں کی گٹھلیاں لگا کر درخت تیار کئے لیکن ان میں وہ بات نہ تھی

اِن کے پھل ادنیٰ درجہ کے اور چھوٹے ہوئے البتہ جاوا کے آم میں کوئی فرق نہیں آیا۔

پیوند کے ذریعہ سے آم کو بڑھانا چاہیئے فصل میں گٹھلیاں بودی جائیں اور جب وہ ایک ایک بالشت کے ہوجائیں تو اُنکو علیحدہ علیحدہ گملوں میں لگادیا جائے اور سال آئندہ کے شروع موسم برشگال میں پیوند کردیا جائے بارش ختم ہوتے ہوتے پیوند لگ جائیگا بعدازاں درخت سے جدا کرکے سایہ دار جگہہ میں رکھدیا جائے۔ اور دوسری بارش میں زمین پر اُتار دیا جائے۔ پیوندی درخت عموماً پانچ سال کے اندر پھلنے لگتے ہیں۔

مثل دیگر اشجار ثمرہ کے آم کے درختوں کی جڑ سے سالانہ مٹی کھود کر نکالدی جائے اور دو تین ہفتہ تک ہوا لگنے کے لئے انکو کھلے ہوے چھوڑ دیا جائے۔ جڑوں کو نومبر کے مہینے میں کھولنا چاہیئے اور دسمبر میں خوب اچھی طرح کھاد دیکر نئی مٹی سے بند کردینا چاہیئے۔ اپریل کے مہینے میں جب پھل پڑجائیں اور بڑھنے لگیں تو پانی خوب دیا جائے اور بشرط ممکن سیال کھاد دیجائے تو بہت مفید ہوتا ہے۔ عموماً سال میں دو بار آم کا درخت بڑھتا ہے۔ ایک بار فروری میں اور دوسری بار جولائی میں۔ کبھی کبھی تیسری بار اکتوبر میں بھی بڑھتا ہے۔ اور آخری صورت میں یعنے جب اکتوبر میں آم کی پتیاں تبدیل ہوں اور نئی کونپلیں نکلیں تو جان لینا چاہیئے کہ پھل نہیں آئے گا۔

کلکتہ کے قرب وجوار میں بور آنے کے زمانہ میں پالا بہت مضر خیال کیا جاتا ہے۔ شب میں جب پالا پڑنے لگتا ہے تو سب بور ضائع ہو جاتا ہے اور ایک کیری ان میں نہیں پڑتی۔

ہندوستان میں دو مقامات آم کیلئے مشہور ہیں بمبئی میں مازاگن۔ اور بنگال میں مالدہ لیکن اِن مقامات کے آم کیوں نفیس اور عمدہ ہوتے ہیں۔ آیا وہاں کی سرزمین آموں کے موافق ہے۔ آب وہوا اچھی ہے۔ یا طریقہ کاشت وپرورش عمدہ ہے ا۔سکا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ مسلمہ ہے۔ کہ ان مقامات سے عمدہ دوسری جگہہ کے آم نہیں ہوتے۔

سیرنگاپٹم اور میسور کے بادامی آم کی یہی صفت اور خاصیت ہے کہ سوائے وہاں کے دوسری جگہہ نہیں ہوتا۔ اسکا درخت جب دوسرے مقام پر لگایا جاتا ہے اور پرورش وپرداخت میں ہزار کوشش کیجاوے لیکن جو پھل آتے ہیں وہ ادنیٰ قسم کے ہوتے ہیں وہ بات نہیں ہوتی۔ لیکن صرف آم ہی پر مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ کیفیت اکثر میوہ دار درختوں کی ہے کہ ہر جگہہ یکساں نہیں ہوتے اور مخصوص مقامات کی سرزمین میں عمدہ سے عمدہ مخصوص میوہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اور وہاں کی زمین پانی اور ہوا میں قدرت نے خاص خاص تاثیر رکھی ہے۔

پہاڑی علاقوں میں آم کی کاشت کی کوشش کرنی بیکار ہے۔ ہاٹ ہاؤس

میں البتہ ہو سکتے ہیں۔

ولائتی امڑا

اسکا درخت پستہ قامت ہوتا ہے اور اسکا وطن اوٹاہٹ اور جزیرہ فرنڈلی آئی لنڈس۔ یہ درخت کوتاہ قامت لیکن خوبصورت اور سایہ دار ہوتا ہے۔ ماہ مارچ میں اِس میں پھول آتے ہیں۔ پھول کی رنگت زرد ہوتی ہے اِس کے پھلوں کے پختہ ہونے کا زمانہ ماہ ستمبر و اگست ہے۔

اِسکے پھل کے اندر ایک تخم مقدار میں مرغی کے انڈے کے برابر اور ریشہ دار پایا جاتا ہے پھل کا رنگ طلائی ہوتا ہے۔ مگر بالائی جلد پر تانبے کے رنگ کے داغ بھی بکثرت ہوتے ہیں پھلوں کی صورت خوشنا ہوتی ہے پختہ پھلوں سے خوش بو آتی ہے پختہ ہونے پر بھی پھلوں کی ترشی نہیں جاتی ذائقہ میں ولائتی امڑا کا پھل بد ذائقہ آموں سے مشابہت رکھتا ہے۔

اِسکی کوئی چیز پکا کر مثلاً پوڈنگ و مربہ بنا کر نہیں رکھا جا سکتا اور نہ کوئی چیز اِس کی خوش ذائقہ ہوتی۔ ڈن صاحب لکھتے ہیں کہ اپنے وطن میں یہ درخت خوش ذائقہ اثمار پیدا کرتا ہے وہاں کے رہنے والے اِسکے پھل کو بہ رغبت تمام کھاتے ہیں۔ اُن ملکوں میں اسکے اثمار مثل اناس کے بوئے جاتے

ہیں۔ وہاں کے لوگ اس میوہ کو مسکن عطش جانتے ہیں اور بنظر علاج بیماروں کو کھلاتے ہیں۔

جن لوگوں نے اس درخت کو بویا ہے اُن کی زبانی معلوم ہوا ہے اس کی گٹھلی کبھی نہیں جمتی۔ ولائتی امڑا کا درخت پیوند کے ذریعے سے ہی تیار کیا جاتا ہے پیوند کے واسطے دیسی امڑا کے تخم سے درخت پیدا کرتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں نہیں ہوتا۔

دیسی امڑا

ولائتی امڑا کے درخت کی طرح دیسی امڑا خوشنما نہیں ہوتا ہندوستان کا ایک دیسی درخت ہے اسکے پتے مثل اخروٹ کے پتے کے ہوتے ہیں۔

ایام سرما میں دیسی امڑا کے پتے گر جاتے ہیں اور دو تین ماہ تک یہ درخت بالکل برہنہ رہتا ہے۔ اسکا پھل ولائتی امڑا کے پھل سے بڑا ہوتا ہے اور اکتوبر میں پختہ ہوتا ہے۔ پھل کی رنگت زردی آمیز سیاہ ہوتی ہے۔ دیسی امڑا کا پھل ولائتی امڑا کی طرح بویا نہیں جاتا۔ اہل ہند دیسی امڑا کے پھلوں سے اچار بناتے ہیں چھلکے کے قریب مغز کسی قدر ترش ہوتا ہے۔ لیکن اسکو

نکال ڈالا جاوے تو اسکے بعد جو مغز ہوتا ہے وہ کسی قدر شیریں اور کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کوئی قابل رغبت پھل نہیں ہوتا۔
عموماً دیسی امڑا کا درخت ستمبر میں تخم بو کر تیار کیا جاتا ہے۔

پستہ

پستہ گھی مکھن میں بھونکر نہایت نفیس اور خوش ذائقہ ہوتا ہے ہندوستان کے بازاروں میں موسم سرما میں بکثرت آتا ہے۔ اسکا اصلی وطن ہندوستان نہیں ہے۔ ڈاکٹر وہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی کاشت کلکتہ کے بوٹانیکل باغات میں کی گئی تھی۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہاں اسکا درخت پھول لایا یا نہیں۔
جہاں تک مجھے علم ہے نہ اسوقت اس کا کوئی درخت وہاں موجود اور نہ کئی برس پہلے سے ہے۔
ڈاکٹر ریڈل صاحب فرماتے ہیں کہ بصرہ سے بکثرت آتا ہے افغانی میوہ فروشوں کا بیان یہ ہے کہ کابل کی سرزمین اس میوہ کی پیداوار کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ہندوستان میں جسقدر یہ میوہ آتا ہے وہ بلخ سے آتا ہے اور کابل میں پستہ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر لینڈ سے اسٹورٹ صاحب اپنے سفرنامہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ہم نے پستہ کے بہت درخت پنجاب کے نمک کے پہاڑوں

میں دیکھے ہیں۔

کاجو

اس درخت کا وطن ملک ہندوستان اور جزائر ہند ہے اہل پرتگال نے
بھی اس درخت کی کاشت کو رواج دیکر اپنے ملک کا دیسی بنالیا ہے۔
اسکا درخت دیکھنے میں اخروٹ کے درخت سے بہت مشابہت
رکھتا ہے صرف فرق اسقدر ہوتا ہے کہ اسکے پتے بیضاوی اور کچھ خوبصورت
نہیں ہوتے گلابی رنگ کے پھول ہوتے ہیں اور ایک قسم کی خوشبو اِن میں
ہوتی ہے۔

میجر ڈروری صاحب فرماتے ہیں کہ دکن میں اسکا درخت بہت تناور
ہوتا ہے پتے بھی خوش نما ہوتے ہیں اور پھول میں خوشبو ہوتی ہے مجھ سے
لوگوں نے بیان کیا ہے کہ برہما میں بکثرت ہوتا ہے سالانہ پھلتا ہے
لیکن دوسرے سال خوب بارآور ہوتا ہے۔ ہندوستان کے مغربی ساحل پر
اور بمبئی کے قرب وجوار میں کثیرالوجود ہے۔ ڈاکٹر راکسبرگ صاحب فرماتے
ہیں کہ یہ درخت سمندر کے کنارہ جہاں کی زمین میں ریت کا جزو زیادہ ہوتا ہے
پایا جاتا ہے۔ دو تین درخت کلکتہ کے بوٹانیکل باغات میں ہیں۔ اگرچہ درخت
زیادہ بالیدہ ہوکر تناور نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن [illegible] اور [illegible] ہیں [illegible] اسکے

پھول چھوٹے ہوتے اور اپریل میں پھولتے ہیں۔ اور موسم برشگال میں پھل آتا ہے

ڈاکٹر میکفیڈین صاحب کا قول ہے کہ بریاں کرنے سے اسکا ذائقہ بادام شیریں اور پستہ سے کم نہیں ہوتا۔ اسکے پھلوں سے مربے بنائے جاتے ہیں۔ بازاروں میں کاجو بکثرت فروخت کے لئے آتا ہے۔ اسکا پھل شکل اور مقدار میں چھوٹے گردے کے برابر ہوتا ہے۔ اسکے پوست میں سختی اور دبازت اور اندر ایک قسم کا غلاف ہوتا ہے پوست اور گٹھلی کے درمیان بھورے رنگ کا مغز ہوتا ہے جس میں روغن ہوتا ہے جسکا مزہ تیز ہوتا ہے جسکی بریاں کرنے پر بھی تیزی قایم رہتی ہے۔

مسٹر ڈوین صاحب فرماتے ہیں کہ ولائتی اور ہندوستانی کاجو میں بہت فرق ہے اور گمان غالب ہے کہ دونوں ایک جنس سے نہیں ہیں۔ مسٹر بےٹس صاحب سن ٹیرم کے حالات میں فرماتے ہیں کہ :-

کاجو یہاں بہت ہوتا ہے بعض جگہ تو اسکے باغ کے باغ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریتیلی زمین میں بہت ہوتا ہے۔ کاجو بہت قسم کا ہوتا ہے۔ مزا رنگ اور ذائقہ کے لحاظ سے اقسام کی امتیاز کیجاتی ہے۔

موسم برشگال میں بیج بو کر درخت تیار کیا جاتا ہے۔

پہاڑی علاقوں میں خوب بار آور نہیں ہوتا۔ جنوب میں چار ہزار فیٹ بلند

مقامات پر ہوتا ہے۔

چرونجی

اسکا درخت قدآور تیس فیٹ بلند ہوتا ہے۔ اس کے پتے گھنے ہوتے ہیں۔ اس کا اصلی وطن کارومنڈل اور ساحل مالابار ہے اسکے پھل کے اندر چھوٹے مٹر کے برابر مغز ہوتا ہے۔ بطور بادام کے جس کا استعمال لوگ کرتے ہیں اور بریان کرکے دودھ کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ کلکتہ کے بوٹانیکل باغات میں ایک درخت ہے۔ لیکن ڈاکٹر کنگ صاحب کو شک ہے کہ یہ اصلی چرونجی کا درخت ہے یا کسی دوسری چیز کا درخت ہے۔ میسور میں بہت کثرت

نوٹ نمبر ۴۴۔ چرونجی کے درخت یہاں بھوپال کے باغات میں نہیں ہیں اور نہ لگائے ہیں۔ البتہ یہاں کے جنگل میں خودرو بکثرت ہیں اور خوب پھل لاتے ہیں اسکی فصل مارچ کے مہینے میں تیار ہوتی ہے۔ اور بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے پھل دہقانی لوگ بھوپال میں لاکر ہر گلی کوچہ و بازار میں فروخت کرتے ہیں۔ ایسکے تخم کا مغز چرونجی ہے اس کے تخم کا چھلکا بہت سخت اور موٹا ہوتا ہے۔ اگر درخت تیار کرنے مقصود ہوں تو موسم بارش میں تخم ریزی کیجاوے زیادہ تری سے پوست نرم ہوکر پودہ پیدا ہوتا ہے اور تخم بدیر جمتا ہے۔

کے ساتھ چرونجی ہوتی ہے۔ اسکے بیج تین آنے سے چھ آنے پاونڈ تک فروخت ہوتے ہیں اور دیسی بادام سے خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

آکی

اس درخت کا اصلی وطن مغربی افریقہ ہے اسکا پھل مثل چھوٹے لیموں کے ہوتا ہے اور پختہ ہونے پر نہایت خوش رنگ سُرخ ہو جاتا ہے۔ جزائر ہند میں لوگ اسکو بہ رغبت کہاتے ہیں لیکن ہندوستان میں جہاں تک مجھے علم ہے کوئی نہیں کہاتا سر جے پکسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ ملک گائی نا میں اسکے پھل کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔ اور نہایت خوش ذائقہ تصور کیا جاتا ہی۔ اسکے پھل میں ایک قسم کی چاشنی دار تلخی ہوتی ہے جو کھانے میں ناگوار نہیں معلوم ہوتی۔ ڈاکٹر میکیفیڈین صاحب کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بطور میوہ اور پھل کے اسکو لوگ استعمال نہیں کرتے بلکہ بطور ترکاری کے کہاتے ہیں۔ چنانچہ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ اسکا پھل بکثرت کنگس ٹاون کے بازاروں میں فروخت کے لئے لایا جاتا ہے۔ تخم پر لپٹا ہوا جو حصہ مغز کا ہوتا ہے وہی کہایا جاتا ہے۔ پانی میں نمک ڈالکر جوش دیا جائے اور بعدازاں مکھن میں بھونکر یا خالی بریاں کرکے یا شوربہ بناکر استعمال کیا جاتا ہے اور پکانے

کے بعد خوش ذائقہ ہوجاتا ہے۔

مسٹر لیونارڈ صاحب نے ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں اسکو بھیجکر یہ لکھا تھا کہ آکی کا درخت اگرچہ چھوٹا ہوتا ہے لیکن زیبائش باغات کے لئے خوب موزوں ہوتا ہے۔ اسکی ترکاری عمدہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات خام بھی کھایا جاتا ہی لیکن عموماً مکھن میں بھون کر اور سیاہ مرچ کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

کلکتہ کے بوٹانیکل باغات میں اسکے دو درخت خوب قدآور موجود ہیں اور ایک درخت بنک شل کے باغ واقع کلکتہ میں بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں لوگ اس درخت سے کچھ دن پہلے واقف نہ تھے۔ ڈاکٹر گبسن صاحب فرماتے ہیں کہ پیرل اور ڈاپوری کے باغات کو فخر حاصل ہے کہ وہاں آکی کے درخت جو موجود ہیں وہ سالانہ پھل لاتے ہیں۔

کلکتہ میں جون کے مہینے میں پھول لاتا ہے اور اکتوبر میں پھل پختہ ہونے لگتا ہے۔

مدراس کے سرکاری باغات میں میں نے ماہ ستمبر میں اس کے درختوں کو پھلے ہوئے دیکھا ہے۔ ہر درخت کا قد تخمیناً دس فیٹ بلند ہوگا اس زمانہ میں ان درختوں میں سرخ رنگ کے پھل کثرت سے لگے ہوئے تھے پھلوں کی سرخی اور پتوں کی سبزی عجب لطف دکھارہی تھی ہرچند کہ وہاں آکی کے درخت موجود تھے اور سب کے سب بارآور ہوتے تھے مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ

کوئی شخص انکے پھلوں کو کھانیکے مصرف میں نہیں لاتا ہے۔
اسکا درخت گٹی اور تخم بو کر تیار کیا جاتا ہے۔
پہاڑی مقامات پر اسکی کاشت نہیں ہوسکتی۔

لیچی[۴۵]

لیچی کا درخت بہت بڑا نہیں ہوتا اسکے پتّے گھنے اور خوبصورت ہوتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۴۵۔ لیچی بھوپال میں بالکل نہ تھی اور نہ یہاں کی خلقت اس سے واقف تھی۔ ۴۰ سال پہلے اسکے درخت کلکتہ سے منگا کر باغ نشاط افزا۔ حیات افزا عیش باغ و باغیچہ لال کوٹھی میں لگائے گئے مذکورہ بالا باغات میں لیچی نے ترقی کی اور بخوبی بارآور ہوئی اس کی کاشت کے لئے یہاں کے پہاڑی و میدانی مقام مفید ہیں پیوند کے ذریعہ سے اسکے درخت تیار کئے جاتے ہیں تازہ تخم بوتے ہیں۔ جب درخت تین چار فیٹ بلند ہوجاتا ہے اُسوقت پھل دینے والے درخت کی شاخ سے پیوند کرتے ہیں یہ پیوند دو تین ماہ میں تیار ہوجاتا ہے۔ تخمی لیچی کا درخت بہت بڑا ہوجاتا ہے۔ اور پھل بدیر خراب اور کم لاتا ہے اس کی فصل آم کی فصل کے ساتھ تیار ہوتی ہے۔ یہاں پر لیچی کا پھل بہت اچھا ہوتا ہے۔ تازہ پھل لذیذ ہوتے ہیں باسی پھلوں میں ایک بو

اصلی وطن ملک چین ہے۔ وسط فروری میں پھول لاتا ہے اس کے
پھول زرد رنگ کے خوش نما ہوتے ہیں اور آخر اپریل یا شروع مئی میں پھل
پختہ ہونے لگتے ہیں بڑے بیر کے برابر کا پھل ہوتا ہے۔ چھلکہ کھردرا۔ باریک
مثل غلاف کے دانہ دار ہوتا ہے۔ لیچی جب درختوں و شاخوں میں آویزاں
ہوتی ہے تو نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ اور درخت پر ایک جمال برستا
ہے لیکن رفتہ رفتہ جوں جوں زمانہ گذرتا ہے اسکا رنگ ہلکا ہونے لگتا ہے
اسکا مغز کھایا جاتا ہے جو نہایت خوش ذائقہ اور سفید مثل انڈے کے ہوتا
ہے۔ اور مغز کے اندر ایک تخم ہوتا ہے۔ مغز کے کم و بیش ہونے اور ذائقہ میں
فرق ہونے کی وجہ سے لیچی بہت قسم کی ہوتی ہے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ چین میں صرف ایک صوبہ ہے کہ جہاں لیچی عمدہ
قسم کی اور بکثرت ہوتی ہے۔ اطرافِ کلکتہ جن سورہ میں عمدہ اقسام کی لیچیاں
پیدا ہوتی ہیں کلکتہ کی لیچی عمدہ نہیں ہوتی مغز کم ہوتا ہے اور کسیقدر ترش ہوتی
ہے۔ کلکتہ کے بازاروں میں جو لیچی فروخت ہوتی ہے وہ بوٹانیکل باغات
سے آتی ہے اور کچھ عمدہ لذیذ نہیں ہوتی۔

اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں بہت سی کئی قسم کی لیچیوں کے چکھنے کا
اتفاق ہوا ہے۔ اور اس سوسائٹی سے اسکے درخت دیگر مقامات پر بھیجے

بقیہ نوٹ نمبر ۴۵۔ پیدا ہو جاتی ہے جو ناپسند ہوتی ہے۔

جاتے ہیں۔ ایم لین لیچی جسے کہتے ہیں غالباً وہ قسم سب سے عمدہ ہوتی ہے لیکن
اس قسم سے بہتر لیچیاں بعض دیگر خانگی باغات میں پیدا ہوتی ہیں۔

بمبئی میں ایک قسم کی لیچی ہوتی ہے۔ اسکا پھل مخروطی ہوتا ہے۔ ذائقہ
بھی کلکتہ والی لیچی سے جداگانہ ہوتا ہے۔ لیکن شیریں ہوتی ہے۔

ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ زیادہ کھائی جاوے تو جسم پر دھبے پڑ جاتے
ہیں۔ ہندوستان میں لوگ اسے بہت کہاتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں
کچھ نقصان نہیں کرتی۔

اہل چین اسکے پھل کو درخت پر خشک ہونے دیتے ہیں۔ اور خشک ہو کر
جب سوکھ جاتی ہے تو توڑ کر فروخت کرتے ہیں چنانچہ ولائتی میوہ فروشوں
کی دوکانوں پر خشک لیچی فروخت ہوتی ہے۔

پرندا سکے پہل پر جان دیتے ہیں۔ اپریل کے مہینے میں جب اس کے
پہل پختگی پر آتے ہیں تو درختوں پر جال پھیلا دیا جاوے تو ان کے حملوں سے
پناہ ہو جاتی ہے۔

لیچی کا درخت تمام ہندوستان میں بالیدہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے
لیکن ممالک مغربی و شمالی میں چونکہ سردی سخت ہوتی ہے۔ اسلئے وہاں زیادہ
سردی کے باعث ضائع ہو جاتا ہے مرطوب زمین اسکے لئے درکار ہوتی ہے
اور پانی زیادہ چاہتا ہے اور لوگوں کا بیان ہے کہ کلکتہ سے بالائی مقامات

میں اسکا درخت خوب بار آور ہوتا ہے۔ سہارنپور میں بھی اسکی کاشت میں کامیابی ہوئی ہے۔

کرنل سلی مین صاحب فرماتے ہیں کہ لکھنؤ میں لیچی کا درخت خوب بالیدہ نہیں ہوتا فیروزپور میں چند درخت میں نے لگائے تھے وہ بڑے بھی ہوئے اور بار آور بھی ہوئے۔ چند درخت وہاں کے باغ میں کسی قدر نشیبی جانب نصب تھے اور اگست کے مہینے میں ایک ہفتہ تک پانی میں ڈوبے رہے لیکن وہ درخت ضائع نہیں ہوئے۔ اگرچہ احتمال تھا کہ پانی میں ڈوبے رہنے سے ان کو نقصان پہنچے گا۔ لیکن برخلاف اسکے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فائدہ پہنچا۔

بنگلور میں اسکا درخت سال میں دو فصل دیتا ہے ایک مئی اور دوسری ستمبر میں۔ لیکن قد اور ذائقہ کے لحاظ سے بمقابلہ ثمر باغ "برلیار" بہت ادنی ہوتا ہے۔ اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک کا پھل بیضاوی اور دوسری کا گول ہوتا ہے۔

لیچی کے بیج رکھ کر بوئے نہیں جاتے بلکہ تازہ بیج بودئے جاتے ہیں۔ لیکن گٹی کے ذریعہ سے مئی کے مہینے میں اگر موندلیا جائے اور درخت تیار کیا جائے تو پھل کے عمدہ اور نفیس ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ گٹی باندھنے کا زمانہ مئی میں ہوتا ہے۔ فصل برشگال کے ختم ہوتے ہوتے گٹی تیار ہو جاتی

ہے۔ اور جہاں مستقل طور پر لگانا ہو وہاں موسم برسگال میں نصب کر دینا چاہیئے۔
گٹی کے درخت بہ نسبت تخمی درخت کے جلد پھل دینے لگتے ہیں۔ اس کے
درخت علاوہ گٹی کے پیوند اور بغلی پیوند کے ذریعہ سے بھی تیار ہوتے ہیں۔
شمال میں پہاڑی علاقوں پر اس کی کاشت نہیں ہو سکتی۔ لیکن جنوبی
ہندوستان میں ساڑھے تین ہزار فیٹ بلند مقامات پر اس کے درخت بار آور
ہوتے ہیں۔

آش پھل

ہندوستان کا درخت ہے۔ چین اور کوچین میں بھی ہوتا ہے کلکتہ کے
اطراف میں ماہ جون میں پھل لاتا ہے بندوق کی گولی کے برابر سرخ رنگ
کا پھل انگور کے خوشوں کی طرح پھلتا ہے۔ مغزدار حصہ اسکا مثل لیچی
کے ہوتا ہے۔ اگرچہ بدذائقہ نہیں ہوتا لیکن بہ نسبت لیچی کے بدذائقہ ہوتا ہے
اسکی کاشت مثل لیچی کے کیجاتی ہے۔

لٹکوا

اس درخت کا اصلی وطن ملک برہما اور بنگالہ کا مشرقی حصہ ہے مثل لیچی

کے اسکے گچھے بڑے بڑے ہوتے ہیں اور ذائقہ میں لکاٹ اور لیچی کے قریب قریب سمجھا جاتا ہے۔ لکاٹ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر راکسبرگ صاحب فرماتے ہیں کہ خوش مزا ہوتا ہے گول مثل گوزبری کے اور چکنا زردی مائل ہوتا ہے اہل چین اسکولٹ کو اکہتے ہیں۔

سلہٹ اور برہما میں اسکے درخت بکثرت ہیں لیکن کلکتہ کے لوگ اس سے ناواقف ہیں زمانہ سابق میں کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں اسکے درخت تھے۔ چھ یا سات فیٹ بلند تھے اور وہاں کے مالی اسکے پھل کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اب ایک ہی درخت اسکا وہاں موجود نہیں۔ سب کاٹ ڈالے گئے مقام گوہٹی ملک آسام میں اسکا پھل گول اور سرخ رنگ مثل بڑے بیر کے ہوتا ہے اور خوشوں میں پھلتا ہے۔ اسکے پھل پر ایک چھلکا کسی قدر دبیز اور چاروں طرف لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اور مغز کے اندر تین چار بیج ہوتے

نوٹ نمبر ۴۶۔ لٹ کوا کا درخت اور اسکے پھل سے میں خود بھی واقف نہ تہا۔ اسکے دو درخت عیش باغ میں پہلے کے لگائے ہوئے تھے کئی سال تک میں نے انکی بارآوری کو دیکھا اور معلوم نہ کرسکا کہ یہ کیا شے ہے اور کس کام میں آتی ہے۔ آخرش میں نے اُسکے پتے اور پھل پونہ بھیجکر تحقیق کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کا پھل ہے اور کھایا جاتا ہے۔ اسکا پھل لیچی سے چھوٹا گول پوست قدرے زردی مائل ہوتا ہے اسکا درخت بھی مثل لیچی کے تیار کیا جاتا ہے گویا قریب قریب لیچی کے ہے اس کے پھل کا پوست

ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسمیں ایک قسم کی شیرینی اور خوش ذائقگی ہوتی ہے۔
میرے خیال میں کوئی عمدہ پھل نہیں ہے بلکہ ادنیٰ درجہ کا ذلیل پھل ہوتا ہے۔
لیکن اگر کاشت بطریق معقول کیجاوے تو ممکن ہے کہ پھل میں کچھ خوش ذائقگی
آجاوے۔

موسم برسگال میں بیج بوکر درخت تیار کیا جاتا ہے پہاڑی علاقوں میں اسکی
کاشت نہیں کی جاتی۔

انگور
نوٹ ۴۷

انگور کی قسمیں ہندوستان میں بے شمار ہوتی ہیں اور بعض اُن میں
سے عمدہ پھل دیتی ہیں کہ اِن کے پھل مقدار و ذائقہ میں دنیا کے کسی ملک

بقیہ نوٹ نمبر ۴۶ ۔ کسیقدر چکنا ہوتا ہے۔

نوٹ نمبر ۴۷ ۔ انگور کی کاشت یہاں بھی قدیم زمانہ سے ہوتی ہے گو یہاں کے
مالی اس کی کاشت سے واقفیت رکھتے ہیں مگر خاص خاص اور ضروری باتیں
متعلق کاشت انگور نہیں جانتے ہیں جنپر باوجود ہدایات کاربند نہ ہوئے کیونکہ وہ
قدامت پسند اور اپنی دُھن کے پکے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ انگور کے درختوں
میں دودھ اور شکر گھولکر ڈالتے رہتے ہیں اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں جانتے

کے انگور سے ہرگز کم نہیں ہوتے ہیں۔ میرے فیروزپور کے باغ میں پانچ چھ
قسم کے انگور تھے نہایت لذیذ دانہ پیدا کرتے تھے مگر ان کے نام یاد نہیں
ہیں۔ ڈاکٹر جیمسن صاحب سہارنپور کے بوٹانیکل گارڈنس کے انگوروں کے
متعلق لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ کشمیر کے انگور نہایت نفیس ہوتے اور

بقیہ نوٹ نمبر ۷۴۔ میں نے دو سو درخت انگور کی ایک مانڈہی تیار کی اور یہ
مانڈہی علیش باغ میں متصل عمارت باولی پختہ جانب جنوب تہی انگور کے درخت
میں نے قلم اور ڈبہ کے ذریعہ سے تیار کئے تھے۔ جب وہ درخت خاطرخواہ تیار ہوئے
اور پہل لانے کے لایق ہوئے تو میں نے فروری کے مہینے میں تمام درختوں کے
اطراف کی مٹی کو نکلوا کر خالی کیا اور حسب ضرورت ایک ماہ تک درختوں کی جڑوں
کو کھلا رہنے دیا اس عمل سے درختوں میں ایک حد تک کمزوری پیدا ہوئی۔ اور
درختوں کے پتے پیلے ہو کر گرنے لگے جس سے یہ معلوم ہوا کہ درختان نے عمل کیمیائی
کے اثر کو قبول کر لیا بعدہٗ وہ مرکب کہاد جو دو ماہ پیشتر تیار کیا گیا تہا۔ دو دو سیر کے قریب
ہر درخت کے تہالے میں ویکرا و راسکے اوپر بکری کی میگنی کا بوسیدہ کہاد ڈالدیا
اس کے دو روز بعد درختوں کو بقدر ضرورت قلم کر دیا اور چوتھے روز کامل طور سے
آبپاشی بذریعہ چرس کی گئی جو مرکب استعمال کیا گیا تہا اُسکے اجزا یہ ہیں کہلی۔ مچھلی۔
قلعی۔ گوڑ۔ گوبر سڑا ہوا۔ اس مصالحہ کے استعمال سے ہر سال کافی طور سے فصل
ہوتی تہی انگور کی جڑوں کو کھولنے اور قلم کرنے کے پیشتر پانی نہ دے پانی دینے سے

اِس قابل ہیں کہ اُن کی کاشت کو ترقی دیجائے اور خاصکر انگور کی اقسام کشمش ۔ منقہ ۔ حسینی ۔ اور مشکہ ضرور اس قابل ہیں کہ اُن کی کاشت کو ترقی دیجائے۔

اورنگ آباد کا حبشی انگور بھی ہندوستان کے مشہور و معروف انگوروں میں سے ہے۔ اسکا پھل سیاہ رنگ کا بڑا اور شیریں اور مغزدار ہوتا ہے۔ اور پرتگالی انگور جو لندن میں میوہ فروشوں کی دوکانوں پر ملتے ہیں مثل اِنکے مشک کی خوش بو اِن میں ہوتی ہے۔ دولت آباد کے اطراف میں اِس قسم کے سیاہ انگوروں کی کاشت بہت ہوتی ہے اور دیگر ممالک میں بکثرت فروخت کے لئے جاتا ہے۔ اور سفید قسم کے انگوروں کے مقابلہ میں

بقیہ نوٹ نمبر ۴۷ ۔ درخت قوت حاصل کرتے ہیں اور پھل نہیں لاتے انگور کا تختہ یا مانڈی ہمیشہ چاہ اور تری کے مقام سے دور قایم کرے زیادہ تری اسکے لئے مضر ہے انگور کے درخت قلم اور ڈبہ دونوں ذریعوں سے تیار کئے جاتے ہیں۔ درختانِ انگور کو جسوقت قلم کرتے ہیں۔ تو قلم کردہ بیلوں کی قلمیں کاٹ کر لگاتے ہیں اس سے ذخیرہ تیار ہوتا ہے۔ آغازِ بارش میں انگور کی بیلوں میں ڈبہ باندھ دیتے ہیں جو دو ماہ میں تیار ہو جاتے ہیں۔ اس طریق پر عمدہ جڑدار پیڑ حاصل ہوتے ہیں۔

(۲) یہاں کے پرانے باغات میں آثار موجود ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا

چوگنی قیمت پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوجاتا ہے۔

انہیں سے کوئی قسم بھی کلکتہ میں نہیں لائی گئی ہے۔ یا اگر لائی گئی ہے تو آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے درخت ضائع ہوگئے ہیں۔ ۱۸۵۹ء میں میں خود انگلینڈ سے چار ولائتی اقسام کے انگوروں کے درخت لایا تھا لیکن وہ درخت کچھ بھی بالیدہ نہ ہوئے اور دو برس گزرنے بعد بھی انکی وہی حالت رہی جیسی کہ شروع میں تھی۔

لاہور میں۔ ایل بارکلے صاحب نے اپنے باغ میں انگلستان سے اقسام ذیل کے درخت منگا کر نصب کئے تھے۔

(۱) بلیک فران ٹگنان (۲) بلیک ہمبرگ۔

(۳) گولڈن (۴) مسقط

(۵) کانسٹنٹیا۔

(۶) ایک قسم کا فرانسیسی چھوٹا انگور ہوتا ہے (جسکا نام بھول گیا ہوں)

بقیہ نوٹ نمبر ۱۴۔ ہے کہ یہاں کے امرار کو انگور سے شوق تھا۔ اور برابر اس کی کاشت ہوتی تھی انگور کی کاشت کے لئے یہاں کا پہاڑی مقام بہ مقابلہ میدانی مقام کے زیادہ مفید ہے لیکن بے ترکیبی زیادہ کی جاتی ہے جس سے فصل انگور خاطرخواہ حاصل نہیں ہوتی قاعدہ کے مطابق پابندی کرنے سے بارآوری اچھی ہوگی۔

ان اقسام کے پھل شیریں و خوش ذائقہ ہوتے ہیں اور عرصہ تک خراب نہیں ہوتے۔ صاحب موصوف مجھ سے فرماتے تھے کہ پنجاب میں ایک قسم بے دانہ انگور ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ہنڈرسن صاحب نے لاہور میں سولہ قسم کے انگور ولایت سے منگاکر کاشت کئے ہیں اور سب بالیدہ ہوکر خوب بارآور ہوئے۔

"مسٹر جے ایل ٹڈن مین صاحب فرماتے ہیں کہ اب تک کسی انگور کی کاشت میں یہی ایسی کوشش نہیں کیگئی ہے کہ ملک غیر سے درخت لایا جاوے اور ویسا ہی لذیذ اور خوش ذائقہ پھل دیوے جیسا کہ اپنے اصلی وطن میں دیتا ہے۔ خواہ کیسی ہی زیادہ احتیاط سے کام لیا جاوے اور سرزمین و آب و ہوا کا لحاظ کرکے کماحقہ نگہداشت کی جاوے۔ لیکن ذائقہ اور مزے میں فرق آہی جاتا ہے۔ ولائتی انگور جب امریکہ میں کاشت کیا جاتا ہے تو ہرگز وہ نفاست اور خوش مزگی اسمیں نہیں آتی۔

انگوروں کے لئے کسی نہ کسی قسم کے (ٹٹیکہ) کی ضرورت لازمی ہوتی ہے۔ بلا ٹٹیکہ دے ہوئے اچھا نہیں ہوتا۔ عموماً اس ملک میں بطریق ذیل ٹٹیکہ بنایا جاتا ہے۔

شمالاً جنوباً جس قدر باغ میں وسعت ہو۔ پختہ اینٹوں کے پیل پائے بارہ بارہ فیٹ کے متوازی کھڑے کرائے جاتے ہیں۔ یہ قریب سات سات

فیٹ بلند اور نیچے سے پندرہ پندرہ انچ مربع ہوتے ہیں۔ انکی سیدہی
قطاریں باہمی فاصلہ قریب سات سات یا آٹھ آٹھ فیٹ کے ہوتا ہے۔
اِن پائیوں کے درمیان اور اسکی چہت پر بانس کی جعفریاں یا لوہے کے
تار کے ٹھاٹھ چڑہا دئے جاتے ہیں۔ مقابل کے دو دو پایوں کے درمیان
ایک ایک سیدہی میال رکھدی جاتی ہے اور اس میال کے بیچ میں دو تین
فیٹ اونچے ستون لگا دئے جاتے ہیں تاکہ جعفری یا آہنی تار کے بوجھ کو
سنبھالے رکھیں اور ہر دو ستون کے درمیان میں ایک انگور کا درخت لگادیا
جاتا ہے۔

انگور کی کیاریاں اگر اس طریقہ سے بنائی جاویں تو باغ کی زینت کا
باعث ہوتا ہے اور اگر تنگی نہ ہوئی اور کافی وسعت ہوئی تو چہل قدمی کے
لئے سایہ دار راستہ کا کام دیتا ہے۔ آفتاب کی تمازت زیادہ ہونے پر جب
کوئی جگہ۔ ٹہلنے کے لایق باغ میں نہیں رہتی تو اِن کیاریوں میں سایہ ہونے
کی وجہ سے ٹہلنے میں لطف حاصل ہوتا ہے۔ پایوں کے وسط میں سایہ کی
غرض سے موسم گرما و برسات میں پہولوں کے نازک پودہوں کے گملے وغیرہ
رکھدئے جاتے ہیں۔

انگوروں کی بیلوں کا چڑہانا کچھ مشکل نہیں ہے بلکہ آسان ہے اگر قاعدہ
کے موافق اِس کی بیلیں چڑہا دیجاویں تو اسکی صورت مثل گرڈرن (ایک

قسم کا ظرف) کے دکھائی دیتی ہے۔ کہ جسکا دستہ زمین پر ہو اور بالائی حصہ اوپر ہو درخت کی جڑ کے قریب جو کونپلیں نکلتی ہیں ان کو اس طریقہ سے ابتدا ہی میں جھکانا مناسب ہوتا ہے۔ اور جو شاخیں اس طرح نہ جھکائی جا سکتی ہوں اُن کو تراشنے کے موسم آنے پر تراش دینا چاہیئے۔ اِن درختوں میں سے بھی شاخیں مارچ کے مہینے تک نکل آویں گی۔ اور ہر ایک شاخ میں ایک یا دو خوشہ انگور کے آئیں گے۔ جو شاخیں کہ بار آور ہو چکی ہیں وہ موسم سرما تک خوب بالیدہ اور طویل ہوتی رہیں گی اِس موسم میں انکو اس طریقہ سے تراش دیا جاوے کہ صرف دو دو آنکھیں باقی رہیں اور اِسی زمانہ میں غیر پختہ شاخیں جو پنسل کے برابر دبازت میں ہوں اُنکو بھی قطع کر دیا جاوے اِس تراش خراش کے بعد انگور کا درخت مثل برہنہ گڑدرن (ایک قسم کا ظرف) کے دکھائی دیگا آیندہ مارچ تک دونوں آنکھوں سے شاخیں نکلیں گی۔ جو وقت پر انگور کے خوشہ پیدا کریں گی۔ اور پھل لینے کے بعد ان کو بھی چھانٹ

دینا چاہیئے تاکہ آیندہ اُنسے جدید شاخیں پیدا ہوں اور پھل لاویں۔ اور اسطرح اوقات مقررہ پر قطع و برید کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔

جو شاخیں کہ پھل دے چکی ہیں اور سالانہ اُنکی قطع و برید ایک ایک یا دو دو آنکھیں چھوڑ کر نہیں کیجاتی تو ہر ایک آنکھ سے جدید کونپلیں نکلتی ہیں۔ اور ہر ایک میں انگور کے خوشہ لگتے ہیں اور انگور بہت آتے ہیں لیکن سب

ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور خود درخت کمزور ہوجاتا ہے اُسکی قوت زاید
از ضرورت پھل پیدا کرنے میں خرچ ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ویران باغات
یا وہ باغات جو کس مپرسی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ جہاں کوئی انہیں وقت
پر کاٹتا چھانٹتا نہیں ہے یہ بڑھکر ایک وسیع رقبہ کو روک لیتے ہیں۔ خوش قسمتی
کی بات ہے کہ انگور کی شاخیں زیادہ سخت نہیں ہوتی ہیں۔ چاقو بہت
تیزی کے ساتھ انپر چلتا ہے اور میری رائے ہے کہ چھانٹنے میں کوتاہی نہ
کرنی چاہیئے گہرے تراشنے میں فائدہ یہ ہے کہ جو شاخیں جدید نکلتی ہیں وہ
زیادہ زور آور ہوتی ہیں اور مذکورہ بالا ترکیب سے اُسکی بیلیں چڑھائی جاسکتی
ہیں ایسکے درخت کو اسطرح تراشنا چاہیئے کہ صرف ٹھونٹھہ ہی ٹھونٹھہ رہ
جاوے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے سال شگوفہ قطعی نہیں آئیں گے یا اگر
آئے تو بہت کم مگر تیسرے سال ساری کمی پوری ہوجائے گی۔

اس ملک میں انگور کی کاشت اُسی طریقہ سے کیجاتی ہے کہ جس طرح
سے لوکاٹ کی کاشت ہوتی ہے۔ آخر اکتوبر میں جبکہ موسم برسات ختم ہوجاتا
ہے تو جڑوں سے مٹی نکال لی جاتی ہے۔ اور ایک ماہ دو ماہ تک جڑوں کو
کھلی ہوئی رکھنا چاہیئے۔ اس زمانہ میں انگور کے درخت کی پتیاں سب
گر جاویں تو شاخوں کو خوب گہرا تراش دینا چاہیئے۔ شروع فروری میں جب
جدید کونپلیں اور شاخیں نکلنا شروع ہوجاویں تو خوب طاقتور کھاد جڑ د نیں

دیدی جاوے اسکے لئے گوبر کی خوب بوسیدہ کہاد یا مچھلی اگر دستیاب ہو سکے تو بہت مفید ہے۔ انگور کے لئے مرکب کہاد جو میرے تجربہ میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے اُسکے بنانے کی ترکیب یہ ہے۔

زمین پر ایک عمیق گڑھا کھودا جاوے اور اسمیں گاے بھینسوں کا گوبر ڈلوا دیا جاوے حسب ضرورت سرسوں کی کھلی لے کر کسی مٹی کے گڑھے میں چورا کر کے ڈالدو اور اوپر سے پانی دیکر آگ پر خوب پکاؤ تاکہ یہ قوام حلوے کے مانند ہو جاوے بعد ازاں ہموزن گڑ اور تھوڑا سا چونہ ملا کر گڑھے میں ڈلوا دو اور کسی لکڑی سے گوبر جو پہلے سے گڑھے میں موجود ہے اور ان اشیا کو خوب چلا دو تاکہ یک دل ہو جاویں بعد ازاں گڑھے کو بند کر دو اور دو ماہ تک بند رہنے دو۔ مگر اس دوران میں وقتاً فوقتاً کھلوا کر کہاد کو تہ بالا کرا دیا کرو۔ اِس عمل کے بعد پھر بدستور گڑھے کو ڈھکوا دیا جاوے۔

اِس کہاد کو انگوروں کی بیلوں میں دینا چاہیئے اِس کہاد کے دینے کے بعد اوپر سے تازی مٹی ڈلوا دی جایا کرے ورنہ بدبو ناگوار گذرے گی۔ مٹی تازی ڈالی جاوے وہ پرانی مٹی جو جڑ سے نکالی گئی ہے وہ نہ ہونا چاہیئے۔

جب انگور آجاتے ہیں تو انکو جسامت میں بڑھانے کے لئے تیسرے چوتھے روز خوب پانی دینا چاہیئے جب یہ پکنے پر آتے ہیں تو پھر آبپاشی قطعی ملتوی کر دینی چاہیئے۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ برسات سے قبل خوشہ اچھی

طرح سے پک جاویں ورنہ زیادہ بارش کی وجہ سے یہ پھٹ کر بدمزہ ہوجاتے ہیں۔ ایل بارکلے صاحب نے انگور کے درخت لاہور میں اپنے شیشہ کے پودہ خانہ میں لگائے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ عرصہ تک وہ انگور کے درخت قایم رہے۔

سبجے پور کے رام نواس باغ میں کابل کے اعلیٰ درجہ کے انگوروں کی کئی قسمیں منگواکر بطریق بُش سسٹم کے کاشت کی گئی۔ اس سے مراد جھاڑیوں کا طریق ہے۔ یعنی بیلوں کا بڑھنا روک کر انہیں جھاڑیوں کی طرح بنادیا گیا۔ دلیسی اقسام کے انگور کی بھی اسی طریق پر کاشت کرنے سے تجربہ ہوا کہ انکی حالت میں بھی نمایاں ترقی نمودار ہوئی انکے دانہ موٹے اور خوش ذائقہ و نفیس ہوئے۔ اس طریق کاشت کی تفصیل یہ ہے کہ باغ میں ایک ایسا قطعہ انتخاب کیا گیا کہ جو کشادہ تھا۔ کسی دیوار یا درخت کا سایہ اس میں نہیں پڑتا تھا۔ بہت گہرا ہل چلواکر زمین کو ہموار کرالیا گیا۔ اور پھر طول وعرض میں ہل کے ذریعہ لکیریں کھینچکر شطرنج کیطرح مربع خانہ بنائے گئے ان خانوں کا ہر طرف سے باہمی فاصلہ دس دس فیٹ رکھا گیا۔ جہاں چاروں طرف لکیریں ملتی تھیں وہاں تین تین فیٹ گہرے اور اسیقدر چوڑے گڑھے کھودوا سے گئے ان گڑھوں کے اندر بوسیدہ گوبر کی کھاد بھروائی گئی۔

جس میں کسیقدر کالی مٹی اور ریا لو بھی شامل تھا۔ ان گڑھوں میں ماہ فروری

کے آخر ایک ایک پودہ لگایا گیا یہ پودے ماہ نومبر کی لگائی ہوئی قلموں کے تھے۔ جب یہ پودے پھوٹکر بڑہنے لگے تو انکو اسقدر کاٹ دیا گیا کہ ہر ایک شاخ میں صرف ایک آنکھ باقی رہ گئی۔ یہی عمل برابر دو سال تک جاری رہا۔ خوشہ ایک بھی نہیں آنے دیا گیا۔

سالانہ چھٹائی کے وقت صرف پودہوں میں تین یا چار بڑی شاخیں رہنے دیجاتی تھیں۔ باقی سب تراش دیجاتی تھیں۔ تیسرے سال خوشہ آنے دئے گئے۔ پیداوار امید سے زاید ہوئی۔ اور انگوروں کا ذائقہ نہایت قابلِ تعریف تھا ہمیشہ احتیاط رکھی جاتی تھی کہ شاخیں بیلدار نہ ہو جاویں۔ بہر حال جھاڑی کی صورت میں رہیں۔ اِس ترکیب سے کاشت کرنے میں خوشہ اتنے بڑے بڑے اور بھاری ہوتے ہیں کہ ان میں ٹیکیں دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جڑوں کے گرد بتدریج مٹی چڑہائی جاتی تھی کچھ عرصہ کے بعد پودوں کے گرد ایک پشتہ سا نظر آنے لگتا تھا اِن پشتوں کے نیچے سے مٹی نکالنے کی وجہ سے ایک قسم کی نالی سی بن جاتی تھی۔ جب پانی دیا جاتا تھا تو اِن نالیوں میں کسی قدر پانی جمع رہتا تھا جو بآہستگی چند گھنٹوں کے اندر بخوبی جذب ہو جاتا تھا۔ پہلوں کے جب پختہ ہونے کا زمانہ قریب آتا تھا تو یہ نالیاں جڑوں کو خوب تراوٹ پہنچاتی تھیں۔ اس قطعہ کی آبپاشی مثل کھیت کے کی جاتی تھی۔ اِس طریقہ کاشت میں حسب ذیل قواعد متصور رہیں۔

(۱) انگور کی ماڑیاں تیار کرانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲) بیلوں کو جعفریوں پر چڑھانے اور وقت پر شاخوں کے کاٹنے چھانٹنے کے متعلق تردد کرنا نہیں پڑتا۔

(۳) جگہ زیادہ مطلوب نہیں ہوتی۔

(۴) خوشہ وغیرہ توڑنے میں کمال سہولت رہتی ہے۔ اگر کوئی خرابی بیلوں وغیرہ میں نظر آوے یا پودھوں کو کوئی عارضہ ہوجاوے تو بآسانی پچکاریوں کے ذریعہ سے انکا دفعیہ کیا جاسکتا ہے۔

(۵) پیداوار نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔

(۶) دانے بہت موٹے خوشہ وزنی اور دانوں کا ذائقہ انتہائی عمدہ ہوتا ہے۔

عام طور پر اسکی کاشت قلموں کے ذریعہ سے کیجاتی ہے۔ ماہ نومبر کے آخر میں پختہ شاخوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹکر زمین میں گاڑ دئے جاتے ہیں صرف دو دو آنکھیں سطح زمین کے اوپر رہنے دیتے ہیں قلموں کے چاروں طرف مٹی کو خوب دبا دیا جاتا ہے تاکہ ہوا یا پانی سے قلمونکو گزند نہ پہنچے۔

اعلیٰ اقسام کے انگوروں کی قلمیں جب بآسانی دستیاب نہیں ہوسکتیں تو انکے اضافہ کی تدبیر یہ ہے کہ قلموں کے ایک ایک انچہ لمبے ٹکڑے

جنمیں ایک ایک آنکھ ضرور ہو کاٹ لئے جاتے ہیں اُن ٹکڑوں کو لنبائی میں
اوپر سے نیچے تک کاٹ دیتے ہیں نیچے کا حصہ پھینکدیتے ہیں اوپر کا حصہ
جسمیں آنکھ ہوتی ہے رہنے دیتے ہیں۔ اس ٹکڑے کو ایک چھوٹی سی
کیاری میں جسکی مٹی پہلے بہت نرم اور بُھربُھری کرلی جاتی ہے بچھا دیتے ہیں
اوپر سے باریک بالو اسطرح ڈالدیا جاتا ہے کہ آنکھیں کھُلی رہیں۔ تھوڑا تھوڑا پانی
دیتے رہتے ہیں تھوڑے ہی عرصہ میں آنکھیں پھوٹ آتی ہیں پنجاب میں
اس طریقہ پر عمل کرنے سے بڑی کامیابی ہوتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ
وہاں قلموں کو دو ٹکڑوں میں نہیں چیرتے۔

ہندوستان کی سرزمین اور آب وہوا کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے
کہ انگور میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ مختلف اوقات میں اُس سے پھل
حاصل کئے جاویں جس شخص کا یہ منشا ہوگا کہ خوش ذائقہ اور شیریں نفیس انگور
اپنے درختوں سے حاصل کرے وہ ہرگز کوشش نہ کریگا کہ قبل از وقت پختگی پر
آجاویں جبکہ موسم بہت گرم اور خشک ہوتا ہے تو انگور اپنی مراد پر آتے ہیں۔ دکن
میں مارچ۔ کلکتہ کے اطراف میں مئی۔ اور بالائی صوبہ جات میں جون کے مہینہ
میں پختگی پر آجاتے ہیں۔

سیلون میں انگور کی کاشت کے متعلق سر اِی ٹینینٹ صاحب نہایت
مفید معلومات بتلاتے ہیں جنپر عمل کیا جاوے تو نہ صرف انگور کی کاشت میں

بلکہ ہر قسم کے میوہ کے درختوں کی کاشت میں فائدہ ہو سکتا ہے۔

سیاہ انگور کو جعفریوں پر چڑہا کر مسٹر وانگ صاحب نے اچھے انگور پیدا کئے ہیں موسم سرما میں جڑوں کو کھولکر دھوپ اور ہوا لگنے کے لئے چھوڑ دیا تھا اس طرح انکے انگور سال میں دو بار بار آور ہوئے۔ اصلی فصل مارچ میں ہوئی اور دوسری فصل ستمبر میں جڑوں کی تراش خراش صرف ایکبار جولائی کے مہینے میں جبکہ شاخیں چھانٹی گئی تہیں کیگئی تھی۔

کثرتِ بارش سے انگور کو نقصان پہنچتا ہے اسلئے ہندوستان کے مغربی ساحل جہاں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے انگور کی کاشت کیلئے موزوں نہیں ہے۔

چند دیگر ولائتی اقسام کے انگور مثلاً۔ گراس کول مین۔ گراس میرک بلیک آلے کنٹ۔ لیڈی ڈاون کا تخمی انگور۔ فاسٹر کا تخمی انگور اور الگزنڈریہ کا مسقطی انگور وغیرہ زیر کاشت ہیں۔

۴۸
پیوندی بیر

اسکا درخت خاردار اور چھوٹا ہوتا ہے۔ اصلی وطن سائبیریا اور لیوانٹ ہے۔

نوٹ نمبر ۴۸۔ پیوندی بیر جہاں سکے سنگاری باغات میں ہوتے ہیں۔ باغ نشاط افزا

کلکتہ کے اطراف میں عموماً اور ہندوستان کے اکثر حصص میں ہوتا ہے۔ ستمبر کے آخر میں پھول آتا ہے۔ سبزی مائل سفید رنگ کے پھول ہوتے ہیں اور جنوری کے آخر میں پھل پختہ ہو جاتے ہیں۔

مثل سیب کے بیر کا چھلکا پتلا اور چکنا اور زردی مائل ہوتا ہے اور ایک تخم ہوتا ہے تخم اور چھلکے کے درمیان مغز ہوتا ہے۔ کھانے میں خوشگوار چیز ہے لیکن کوئی نفاست مثل ناسپاتی کے نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر ہاگ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کوونٹ گارڈن مارکٹ میں جاپونی کس کے نام سے یہ میوہ فروخت کیا جاتا ہے۔ لیکن پتہ نہیں کہ اسکا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے

بقیہ نوٹ نمبر ۸۴ کے فصیل کے باہر جانب مشرق ایک بہت بڑا تختہ پیوندی بیروں کا ہے۔ بیر بہت بڑے بڑے ہوتے تھے پیوندی بیروں سے یہاں کے لوگوں کو شوق ہے پرانے باغات کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ زمانہ قدیم سے پیوندی بیروں کو باغ میں جگہہ دیتے ہیں۔ اسکی کاشت و ترقی دینے کے طریقہ سے قریب قریب تمام مالی وچودھری واقف ہیں اول بیروں کے درختوں کا ذخیرہ بارش میں تخم بو کر تیار کرتے ہیں جب ذخیرہ کے درخت تین چار فیٹ بلند ہو جاتے ہیں تو اُن پر اچھے سے اچھے بیروں کا چشمہ چڑھاتے ہیں اس عمل سے درخت پیوندی بیر کے تیار ہوتے ہیں اور جلد پھل لاتے ہیں پیوندی بیر کا درخت بمقابلہ تخمی بیر کے کم بلند ہوتا ہے اسکی فصل جاڑہ میں تیار ہوتی ہے علاوہ اسکے گول بیر بھی یہاں بکثرت نہ ہے جو

اس کے پھل سے حلوائی "جوجوبس" بناتے ہیں غالباً اس مٹھائی کا نام اسی کے نام سے مشتق ہے لیکن یہ مٹھائی انگلستان میں بھی بنتی ہے مگر وہاں گوند اور شکر نہیں ملاتے۔

پیوندی بیر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرغی کے انڈے کے برابر اور دوسرا بھی اسی کے برابر مگر گول ہوتا ہے بیضاوی بیر کے درخت کے پتے بیضاوی اور گول کے گول پتے ہوتے ہیں۔ اسکا درخت بہت تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے۔ اور مالیوں کا دستور ہے کہ فصل ختم ہوجانے پر اسکو چھانٹ دیا کرتے ہیں اور انسان کی کلائی کے برابر دبیز شاخیں بھی کاٹ ڈالتے ہیں۔

اسکے درخت تخم بو کر نہیں پیدا کئے جاتے بلکہ پیوند کے ذریعے سے تیار کئے

بقیہ نوٹ نمبر ۴۸۔ جو بازاروں میں فروخت ہوتا ہے مگر ترش ہوتا ہے تاہم غربا بکثرت کھاتے ہیں اسکے درخت بھی بذریعہ تخم اور چشمہ تیار کئے جاتے ہیں جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ پیوندی بیر اور گول بیر کے بہت اقسام ہیں اور ہندوستان کے تمام اضلاع میں بیر ہوتا ہے گوالیار کا بیضاوی قسم کا بیر جو کسی قدر لانبا ہوتا ہے بہت شیریں اور بڑا ہوتا ہے۔ بنارس کا بیر بھی بہت اچھا ہوتا ہے رام پور سے پیوندی بیر کی قلم لاکر یہاں باغ نشاط افزا میں لگائی گئی جس کے پھل اچھے بڑے شیریں ہوئے یہاں کی میدانی زمین کاشت بیر کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ پہاڑی مقام پر بھی بیر ہوتے ہیں مگر درخت چھوٹے ہوتے ہیں۔ پھل بخوبی آتا ہے۔

جاتے ہیں جنرل جنکنسن صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا پیوند مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے لیکن بنگال میں اسکے چھلکے کا ایک حلقہ بناکر دیسی بیر کے تخمی درخت پر چڑہا دیتے ہیں۔ حلقہ میں کم از کم ایک آنکھہ کا ہونا ضروری ہے اور قبل حلقہ تراشنے کے مناسب ہے کہ شاخ کو پانی میں چند گھنٹے تک تر رکھی جاوے اور تراشنے میں اسکا خیال رکھا جاوے کہ تخمی درخت جس پر پیوند چڑہایا جاوے ٹھیک اوسی کے برابر حلقہ ہو ڈہیلا ہو نہ تنگ۔

موسم کی سختی سے پیوند شدہ پودہ کو محفوظ رکھنا چاہیئے اور دیسی بیر جسپر پیوند لگایا گیا ہو اسکی سب شاخیں چھانٹ دیجاویں۔

پہاڑی علاقوں میں اسکا درخت نہیں ہوتا۔

گول بیر

درخت چھوٹا اور خار دار ہوتا ہے ہندی الوطن ہے برسات میں پھول آتا ہے اور موسم سرما کے شروع ہوتے ہوتے پھل پختگی پر آجاتے ہیں۔ درخت کی شاخوں میں اسکا پھل بکثرت گول اور چکنا اور زردی مائل آویزاں ہوتا ہے اسکے ذائقہ میں کسی قدر ترشی ہوتی ہے اگر شکر ملاکر پکایا جاوے تو نفیس سالن کا کام دیتا ہے۔

اسکا درخت بہی معمولی سرعت کے ساتھہ بالیدہ ہوتا ہے پہل دینے کے بعد اگر اِسکے درخت کو کاٹ کر زمین کے برابر کردیا جاوے تو بہی ایک سال کے اندر پندرہ فسٹ بلند ہوجاتا ہے۔ اور پہر نہایت کثرت کے ساتھہ پہل لاتا ہے۔

تخم بوکر اِسکا درخت تیار کیا جاتا ہے اور کسی خاص احتیاط کی ضرورت اسکی کاشت میں نہیں کیجاتی۔

پہاڑی علاقوں میں اِسکی کاشت نہیں کی جاتی صرف جنوبی ہندوستان مین ہوتا ہے۔ لیکن پہل محض ادنیٰ اور خراب ہوتا ہے۔

ہووی نیا ڈلسس

اس درخت کا وطن چین۔ جاپان و شمالی ہندوستان کی پہاڑیاں ہیں اور طویل القامت ہوتا ہے۔ ڈن و ڈاکٹر لینڈلے صاحب فرماتے ہیں کہ اِس پہل کے خوشوں کے ڈنٹہل ایک انچہ سے زیادہ بڑہ جاتے ہیں۔ رس دار نیم گول اور چکنے ہوتے ہیں جنمیں شیریں سرخ رنگ کا گودا ہوتا ہے۔ ذائقہ میں مثل پختہ ناسپاتی کے ہوتا ہے۔ اور چین میں اِس پہل کی زیادہ قدر کیجاتی ہے۔

یہ درخت بہت زمانہ سے کلکتہ کے بوٹانیکل گارڈنس میں موجود ہے۔
لیکن میرے علم میں کبھی پھول و پھل نہیں لایا۔ اسکے درخت بذریعہ قلم و تخم تیار ہو سکتے ہیں۔
پہاڑی علاقہ کے باغات میں اسکی کاشت نہیں کیجاتی۔ گویہ ایک صحرائی درخت ہے۔

لنگ سٹ

اسکا اصلی وطن جاوا اور ملکا ز ہے۔ مسٹر لو صاحب جب اپنے سفرنامہ "بورنیو" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسکا پھل خوشبودار اور ملایم ہوتا ہے شاخوں میں اسکے خوشے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ورڈ صاحب فرماتے ہیں کہ اس میوہ کا درخت قدآور ہوتا ہے۔ کرکیٹ کی گیند کے برابر اسکا پھل ہوتا ہے بھورے رنگ کا چھلکا۔ آتارنے پر چھ قاشیں ظاہر ہوجاتی ہیں مزے میں کسی قدر خوش گوار ترشی ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس کو شیریں پھلوں میں شمار کرتے ہیں ملکاز میں جولائی کے مہینے میں اسکا پھل پختگی پر آتا ہے۔
ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا درخت کلکتہ کے بوٹانیکل باغ میں تھا لیکن اُنکو شبہ ہے کہ شاید کبھی پھول نہیں آتا ہے۔ مالیوں سے معلوم ہوا

کہ ڈاکٹر ویلچ صاحب کے زمانہ میں دو درخت تھے جو بکثرت پھلا کرتے تھے ڈاکٹر جی کنگ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکے درخت اچھی حالت میں ہیں لیکن پھول نہیں لاتے۔

چینا نورنگا

اسکا درخت چھوٹا اور کم خاردار ہوتا ہے۔ اصلی وطن چین ہے پھول چھوٹے مگر خوشبودار ہوتے ہیں۔ اس کے پھول کی بعض لوگ بلحاظ خوشبو اور بلحاظ دیرپائی کے تعریف کرتے ہیں۔ اسکے اندر ایک تخم ہوتا ہے جو قریب قریب تمام اندرونی حصہ کو گھیرے ہوتا ہے۔ چھلکے اور تخم کے درمیان تھوڑا سا شیرہ ہوتا ہے جسکا ذائقہ مثل سرسوں کے تیل کے ہوتا ہے۔ کسی حالت میں یہ پھل نفیس اور خوش ذائقہ تصور نہیں کیا جاتا اسکا درخت ہمیشہ پھلتا رہتا ہے۔ اصلی فصل فروری میں ہوتی ہے شوخ رنگ کے سرخ پھل شاخوں میں آویزاں ہونے سے یہ درخت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ فروری کے مہینے میں تخم بو کر یا قلموں کے ذریعہ سے اس کا درخت بڑھایا جاتا ہے۔

خس پوش بنکانیں رکھکر پہاڑی مقامات پر اسکی کاشت کیجا سکتی ہے۔

۴۹

وام پی

یہ درخت چینی وطن ہے قد میں بیس فیٹ تک بلند کثیر الاوراق سایہ دار اور خوش نما ہوتا ہے۔ ماہ اپریل میں پھول لاتا ہے اور جون میں اسکا پھل پختہ ہوتا ہے۔ اسکا پھل خوشوں میں پھلتا ہے اور قد میں چھوٹے لیموں

نوٹ نمبر ۴۹۔ وام پی جس کو آم پیچ بھی کہتے ہیں۔ اسکے درخت چھوٹے ہوتے ہیں اور پھل گول پختہ ہوتے پر زرد رنگ ہو جاتا ہے پھل کے اوپر کا پوست کسی قدر کھر کھرا ہوتا ہے اور اس پھل میں لیچی کے پھل کیطرح سے سفید مغز نکلتا ہے۔ وام پی کے پھل میں ایک ناگوار بیک ہوتی ہے۔ اسکے درخت عیش باغ میں بہت تھے اور ہر سال پھلتے تھے موسم گرما میں اسکی فصل تیار ہوتی ہے اسکے درخت یہاں میدانی مقام میں اچھی طرح سے بڑھتے ہیں یہاں کے کسی پہاڑی مقام کے باغ میں وام پی کا درخت میں نے نہیں دیکھا اسلئے میں یقین کے ساتھ نہیں نوٹ نہیں کرسکتا کہ وام پی پہاڑی مقامات کے باغات میں کامیابی حاصل کرے گا یا نہیں چونکہ وام پی کے درخت میری نگرانی میں مدت دراز تک رہے اسلئے میرا خیال ہے کہ اگر پہاڑی مقاموں میں گہرے گڑھے کھود کر سیاہ و سُرخ مٹی سے پُر کر کے درخت لگائے اور آبپاشی و نگرانی کی جاوے تو غالباً درخت تیار ہوں گے۔

کی برابر ہوتا ہے اور مثل نارنگی کے اسکا چھلکا کسی قدر کھُردرا ہوتا ہے اسکے اندر تین بیج ہوتے ہیں۔ اس میوے میں سوائے پوست اور بیجوں کے کچھ نہیں ہوتا خفیف مقدار میں جو شیرہ ہوتا ہے اس میں سونف کی بو ہوتی ہے۔ کلکتہ کے قرب وجوار میں اسکا درخت کمیاب نہیں ہے وہاں اسکے پھل کی کچھ بھی قدر نہیں کی جاتی ممکن ہے کہ ملک چین میں اسکا پھل اچھا اور خوش ذائقہ ہوتا ہو بنگال کے چند باغات میں اس میوہ کی ایک قسم پائی جاتی ہے عام طور پر اسکے درخت نہیں ہیں۔ اسکا پوست سیاہ ہوتا ہے لیکن سبز پوست والا بدرجہا بہتر اور نفیس ہوتا ہے۔

موسم برشگال میں قلم اور تخم دونوں ذریعہ سے درخت تیار کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے تمام حصص کی سرزمین میں اس پھل کے پیدا کرنیکی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

پہاڑی مقامات پر اسکی کاشت نہیں ہو سکتی۔

کبیٹ ۵۰

ایک قسم کا صحرائی ودیسی درخت ہے اسکا پھل گول اور قد میں کرکیٹ

بقیہ نوٹ نمبر ۹۴۔ وام پی کے درخت کے پتے سبز چمکدار اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اسکا درخت قلم

کی گیند کے برابر زرد سبزی مائل ہوتا ہے۔ اسکا سخت پوست توڑا جاوے
تو اندر سے بھورے رنگ کا ملایم گودا نکلتا ہے۔ لیکن کساؤ اور ترشی کے باعث
کسی طرح کھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ اکتوبر میں اسکا پھل پختگی پر آتا ہے۔
ڈاکٹر ووہٹ صاحب فرماتے ہیں کہ کبیٹ کی چٹنی نہایت نفیس
ہوتی ہے۔ بہت مشکل سے سیاہ کرنٹ کی چٹنی کی تمیز کی جاسکتی ہے
کبیٹ کی چٹنی میں نے بھی بنوائی تھی لیکن کساؤدار اور تلخ سیب کی
چٹنی کا سا مزہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ بہت لوگ اسکو ناپسند کریں گے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۴۹۔ سے جلد تیار ہوتا ہے۔
نوٹ نمبر ۵۰۔ کبیٹ جس کو کیتھا بھی کہتے ہیں۔ اس کے درخت یہاں باغات
میں بہت کم لگائے جاتے ہیں کبیٹ کے درختوں کو متفرق طور پر باغ سے باہر یا ادہر
اُدہر کھیتوں کے کناروں پر دیکھا ہے اسکا درخت بہت بلند ہوتا ہے۔ اسکا پھل سفید
بھورے رنگ کا ہوتا ہے پختہ ہوئے پر اسکی خوشبو نہایت خوشگوار معلوم ہوتی ہے اور
رنگ بھورا ہوجاتا ہے پختہ وخام پھلوں کی چٹنی تیار کرتے ہیں اس درخت میں اور اس
کے پھل میں کوئی خاص خوبی نہیں جو بیان کی جاوے۔ اسکا درخت تخم کے ذریعہ
تیار کیا جاتا ہے۔ پھلوں کے اندر تخم بکثرت ہوتے ہیں جو تخم ریزی کے لئے کام آتے
ہیں میدانی مقام میں اسکا درخت بلند ہوتا ہے پہاڑی مقام میں درخت کمزور ہوتا ہے
اور جلد ضائع ہوجاتا ہے۔

موسم برشگال میں تخم بو کر یا قلموں کے ذریعہ سے اسکے درخت بڑہائے جا سکتے ہیں۔ لیکن کیتھ کا درخت اس قابل نہیں ہوتا کہ باغات میں اسکو جگہہ دیجائے۔

پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں ہو سکتی۔

بیل [۱۵]

اسکا درخت پست قامت اور کانٹوں سے پر ہوتا ہے اسکا اصلی

نوٹ نمبر ۱۵۔ بیل کے درخت پہاڑی و میدانی باغات میں کم لگائے جاتے ہیں کثرت سے باہر کھیتوں کے اور قبرستانوں میں لگاتے ہیں اسکے پھل موسم گرما میں تیار ہوتے ہیں۔ پختہ ہونے پر عمدہ خوشبو آتی ہے ممالک متحدہ میں بیل بہت زیادہ اور عمدہ ہوتا ہے اسکے پھل کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بڑے سے بڑا چھوٹے سے چھوٹا وضع میں گول بیضاوی اور چکنا ہوتا ہے۔ بعض کا بیرونی پوست موٹا اور بعض کا کاغذی ہوتا ہے کاغذی پوست کا ہونا صفت خیال کرتے ہیں پختہ ہونے پر زرد ہو جاتا ہے اور عرصہ تک پختہ پھل رکھے رہتے ہیں۔ ہندو امرا اسکے باغات میں بیل کے درخت دیکھے ہیں۔

پوجا کے لئے روزانہ بیل کے پتّے (بیل پتر) درکار ہوتی ہے گوالیار میں مینے

وطن ہندوستان ہے۔ اور یہاں اکثر حصہ ملک میں پایا جاتا ہے۔

بلحاظ قامت اسکا پھل کئی قسم کا ہوتا ہے بڑا پھل انسان کے سر کی برابر ہوتا ہے اور معمولی پھل کرکیٹ کی گیند سے بڑا نہیں ہوتا۔ جو پھل بہت بڑے ہوتے ہیں وہ خوش ذائقہ نہیں ہوتے اور متوسط قامت کے بیلوں کے مقابلہ میں اچھے نہیں ہوتے۔

بیل کا چھلکا پتلا اور نہایت سخت ہوتا ہے توڑنے پر اندر ملایم زرد رنگ حلوے کے مانند مغز نکلتا ہے ایک قسم کا لس دار مادہ ملا ہوا ہوتا ہے خوشبو ہوتی ہے اور جن کو مرغوب ہے انکے لئے اسکا ذائقہ خوشگوار ہوتا ہے۔ ادویہ میں استعمال ہونے کی وجہ سے بیل ممتاز پھلوں میں شمار کیا جاتا ہے اور جو لوگ اسکو کہاتے ہیں اسکے عادی ہوجاتے ہیں اور جنوری و فروری کے مہینوں میں اسکی فصل بنگال میں ہوتی ہے اور بالائی ہندوستان میں ایک ماہ بعد فصل آتی ہے

موسم برشگال میں دابہ یا تخم سے درخت تیار کیا جاتا ہے جہانتک مجھے علم ہے کہ اسکے طریقہ کاشت میں ترقی کی کوشش کہیں نہیں کیگئی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۱۵۔ ایک خاص قطع اسکے درختوں کا دیکھا ہے جسکا نام بیل باغ ہے اس قطع میں بہت سے درخت لگے ہوئے ہیں جن سے بیل بہتر حاصل کی جاتی ہے اس کا درخت تخم کے ذریعہ سے تیار ہوتا ہے تخمریزی موسم بارش میں کرنی چاہیئے۔

کولا

کولا کا اصلی وطن ہندوستان ہے اور باستثنا نشیبی بنگال کے ہندوستان کے ہر حصہ میں ہوتا ہے۔ پورنیہ میں بھی سنترہ ہوتا ہے لیکن عمدگی کے ساتھ پختہ نہیں ہوتا۔

نوٹ نمبر ۵۲۔ نارنگی۔ کولا و نارنگی سنگترہ ان دونوں قسام میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ سنگترہ بمقابلہ کولا نارنگی کے زیادہ شیریں ہوتا ہے یہاں کی پہاڑی و میدانی زمین۔ ان کی کاشت کے لئے موزوں ہے میدانی زمین کے درخت پانی میں بارش کا پانی بھر جانے سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسلئے لازم ہے کہ بارش کا پانی نارنگی کے چمن سے خارج کر دیا جاوے یہاں پر ناگپور کے سنترہ کے درخت وقتاً فوقتاً منگا کر لگائے گئے ان میں پھل مثل ناگپور کے آیا ہے۔ اسی طرح یہاں کولا نارنگی بھی بہت اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ میں شیریں ہوتی ہے اور جتنا بڑا سنگترہ اور کولا ناگپور کا ہوتا ہے اتنا اور اس سے زیادہ بڑا اور خوش رنگ پھل یہاں کا بھی ہوا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہاں کے میوہ فروش قبل از وقت نارنگیوں کو توڑ کر پال میں پکا کر فروخت کرتے ہیں جو ترش اور خراب ہوتی ہیں یہ غلطی میوہ فروشوں کی ہے پھل اور اسکے درخت کی خطا نہیں۔ نارنگی کی کاشت یہاں بکثرت کی ہے اسلئے میں نے اپنے تجربہ سے غالباً ثابت کیا ہے کہ یہاں کی سرزمین نارنگی

یورپ میں کولا کی بہت قسمیں ہیں لیکن ہندوستان میں معمولی کاشت کے لئے صرف تین چار قسم۔ سے زاید قسمیں نہیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) سلہٹ پھل چھوٹا۔ پوست باریک اور مسطح شکل گول اندر و باہر خوش بو مزا شیریں خوشگوار ہلکی چاشنی کے ساتھ مرغوب۔ موسم سرما میں سلہٹ سے کلکتہ کے بازاروں میں بغرض فروخت کثرت سے آتا ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۵۲۔ کے لئے موزوں ہے چھوٹی نارنگی جسکو ہزارا نارنگی اور کم کواٹ بھی کہتے ہیں یہ نارنگی بکثرت پھل لاتی ہے۔ اسکا پھل کبوتر کے انڈے کے برابر ہوتا ہے جس وقت نارنگیاں درخت میں پکتی ہیں تو درخت مع پھل بے حد خوشنما معلوم ہوتا ہے ہزارا نارنگی کے درخت عیش باغ میں بکثرت تھے جو بغرض آرایش مناسب موقع پر لگائے گئے تھے اس چھوٹی نارنگی کے مربہ کو صاحبان یورپ لیڈیز بہت کھاتے ہیں اور اسکی بے حد تعریف کی جاتی ہے اسکے علاوہ یہ نارنگی کسی اور مصرف میں نہیں آتی ہے افزائش نارنگی کے چشمہ اور پیوند کے ذریعہ سے ہوتی ہے اسکا چشمہ اور پیوند میٹھے لیموں پر لیا جاوے تو نارنگی اچھی ہوتی ہے عام طور پر اٹرہ لیموں جسکو گل گل بھی کہتے ہیں اسکی شاخ پر لیا جاتا ہے جس سے میٹھی نارنگی ترش ہو جاتی ہے کیونکہ اٹرہ ترش ہوتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے میٹھے لیموں پر چشمہ و پیوند ہو تو بہتر ہے۔ نارنگی کا ذخیرہ میٹھے لیموں کے تخم سے تیار کرے اور جب درخت لایق چشمہ چڑہانے یا پیوند باندہنے کے ہو جاویں تو چشمہ و پیوند کا عمل کیا جاوے موسم بارش کے ختم ہونے پر درختان نارنگی کی جڑوں کو کھولکر تھوڑا سا قلعی

(۲) اس قسم کا پھل خوبصورت نہیں ہوتا چھلکا دبیز گہرے سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ چھلکا مغز سے زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ منڈارن کولا سے خوشبو اور ذائقہ میں بہت مناسبت رکھتا ہے اور قریباً چہار چند اس سے بڑا ہوتا ہے۔ بالائی صوبجات اور جنوبی ہندوستان میں اس قسم کا کولا خاص طور پر ہوتا ہی

(۳) ایک قسم کا کولا بیر کے برابر ہوتا ہے اور دیگر اقسام کے کولوں سے اسکو وہی مناسبت حاصل ہے جو جنگلی سیب کو سیب سے ہے۔ بڑے ہونے پر اسکا درخت بہت خوبصورت ہوتا ہے اور پھل اگرچہ کھانے کے لایق نہیں ہوتا لیکن مربہ و چٹنی کے مصرف کا خوب ہوتا ہے۔

(۴) ایک قسم کولا کی وہ ہوتی ہے جو شیریں لیموں کے برابر ہوتی ہے۔ اسکا مزا پھیکا ہوتا ہے اور ادنی درجہ کا یہ کولا ہوتا ہے۔

کولاسی دلی لی۔ مسٹر ڈبلوا شاک ارٹ صاحب کے باغ میں اس قسم کے

بقیہ نوٹ نمبر ۵۲۔ کا چونا اور گھوڑے کی لید کا کھاد دینے کر بند کردے اور آبپاشی کرے چونے کے اثر سے کیڑے ضایع ہو جاتے ہیں اور نارنگی کی ترشی کو چونا کم کردیتا ہے یہاں پر بھی نارنگی کی دو فصلیں ہوتی ہیں ایک موسم سرما میں تیار ہوتی ہے دوسری موسم گرما میں۔ موسم گرما کی نارنگی شیریں ہوتی ہے۔ موسم سرما کی نارنگی ترش ہوتی ہے اگر ایک دو ماہ دیر کر کے استعمال میں لائی جاوے تو وہ شیریں ہو جاتی ہے۔

کوسے کا درخت موجود ہے ان کا بیان ہے کہ خوب پھلتا ہے۔ یورپ میں
اسکا مارملیڈ بناتے ہیں اور غالباً یہی ایک قسم ولایتی کودن کی ہے جو کلکتہ
کے قرب و جوار میں بالیدہ ہو کر پھل لاتی ہے۔

جنرل جنکس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سلہٹ کا کولا کیسا پہاڑی کے
علاقہ میں بکثرت ہوتا ہے وہاں کی زمین میں چونہ اور ریت کا جز و ملا ہوتا ہے
بالائے کوہ پر کولا نہایت نفیس اور عمدہ ہونا بیان کیا جاتا ہے آسام کے اطراف
کا کولا بھی عمدہ ہوتا ہے۔ جنرل صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ناگپوری
کولا فروری اور مارچ کے مہینوں میں پھولتا ہے اور جون و جولائی تک پختگی پر
آجاتا ہے۔ آخر جولائی و اگست میں دوبارہ پھول لاتا ہے اور موسم سرما میں
اسکی فصل تیار ہو کر مارچ تک رہتی ہے۔ ناگپوری سنترہ سے عمدہ ہندوستان
میں دوسری جگہ سنترہ نہیں ہوتا یہاں کے سنترے دو قسم کے ہوتے ہیں
ایک سرخ اور دوسرے سبز رنگ کے دونوں کے چھلکے ملائم اور پتلے
ہوتے ہیں اور پھل بڑا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

مسٹر اے راس سابق سکرٹری اگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی ممالک متوسط
نے بجواب میرے استفسار کے یہ تحریر فرمایا تھا کہ ناگپور کے سنترہ مشہور و معروف
ہوتے ہیں۔ مجھے ہندوستان میں رہنے کا اتفاق بہت عرصہ تک ہوا ہے لیکن کسی
دوسری جگہ ایسے کوسے نہ دیکھنے میں آئے اور نہ کھانے میں۔ اگر درخت کی

نگہداشت معقول کی جاوے تو بیس فٹ سے پچیس فٹ تک بلند ہوتے ہیں
اور اسی قدر پھیلاؤ میں ہوتے ہیں اس کثرت کے ساتھ پھلتے ہیں کہ اگر شاخوں
میں ٹیکہ نہ دیا جاوے تو احتمال ہوتا ہے کہ بوجھ سے ٹوٹ نہ جاویں اور ان کے
گچھوں کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ کولوں کی ٹوکریاں بھری ہوئی شاخوں سے
لٹکی ہیں کوے کا درخت چشمہ اور پیوند سے طیار کیا جاتا ہے لیکن چشمہ لگانا انسب
ہے اس کا چشمہ ترش وشیریں لیموں پر کیا جاتا ہے تیسرے سال درخت میں
پھل آجاتے ہیں موسم برشگال ختم ہو جانے پر اس کی جڑوں کو اکتوبر کے مہینے
میں کھول دیتے ہیں اور تمام چھوٹی جڑوں کو چھانٹ دیتے ہیں اور قریباً دو
ہفتہ تک ہوا لگنے دیتے ہیں بعد ازاں تھالوں میں خوب بوسیدہ گوبر کی کھاد
دے کر پر کر دیتے ہیں

اس کا درخت چار پانچ برس کا ہوتا جاتا ہے تو ایک قسم کا اس میں کیڑا
پیدا ہو جاتا ہے جو اسے سخت نقصان پہنچاتا ہے جس جگہ شاخ نکلتی ہے اس مقام پر
تنہ میں سوراخ کر کے اندر سے درخت کو خالی کر دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ
دنوں کے بعد درخت ضائع ہو جاتا ہے۔ ہندوستانی مالی اس کیڑے کا دفعیہ اس
طرح کرتے ہیں کہ دھتورہ کے پتوں کو پیس کر اور پانی ملا کر سوراخوں میں جس جگہ کیڑے
ہوتے ہیں پچکاری دیتے ہیں تو یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پچکاری کے پھینکنے کے ساتھ
سوراخ کے اندر سے گھبرا کر کیڑا باہر آجاتا ہے تب باغبان کا کام یہ ہے کہ ان

کیڑوں کو دست پناہ سے پکڑ کر مار ڈالتے ہیں یا کیل سے دبا کر سوراخ کے اندر ہی مار ڈالتے ہیں۔

سنترہ دو قسم کا نہیں ہوتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ اسکی فصلیں دو ہوتی ہیں ایک قسم کا سنترہ جسے انبیا بہار کہتے ہیں اس میں آم کے ساتھ فروری میں پھول آتا ہے۔ اور نومبر میں پھل مراد پر پہنچتے ہیں۔ اور اسکی فصل جنوری تک رہتی ہے ثانیاً جولائی میں پھول آتا ہے۔ اسے برگ بہار کہتے ہیں۔ برسات میں پھل آتا ہے اور مارچ اپریل تک پختہ ہو جاتے ہیں گرمی والی فصل کے پھل نہایت شیریں ہوتے ہیں اس لئے گرمیوں میں ان کی مانگ زیادہ ہوتی ہے۔ اگرچہ ان کا چھلکا سبز ہی رہتا ہے لیکن مارچ اور فروری میں توڑ لئے جاتے ہیں اسی وجہ سے خیال کیا جاتا ہے کہ سنترہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ حالانکہ قسم اور درخت ایک ہی ہوتا ہے

راجہ رگھوجی دوم اورنگ آباد اور سیتاکونی سے ناگپوری سنترہ کے درخت لائے تھے اورنگ آباد کے سنترہ اور سیتاکولی کے سنتروں میں ایک خاص فرق صورت میں ہے اورنگ آباد کا سنترہ کسی قدر لانبا ہوتا اور سیتاکولی کا گول ہوتا ہے دونوں میں ایک اور فرق یہ ہے کہ ایک کا سنہرا چھلکا چکنا اور مغز سے لپٹا ہوا ہوتا ہے اور دوسری قسم جسے کملہ کہتے ہیں اسکا چھلکا دبیز موٹا کھردرا اور ڈھیلا اور پھل بڑا ہوتا ہے بعض اوقات بڑے پھل کا قطر پانچ انچ

تک دیکھا گیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ ناگپوری سنترہ کی خاص صفت [illegible] وہ خصلتیں پیدا کرتا ہے اور صرف ناگپوری ہی کی سرزمین نہیں بلکہ دوسری جگہ جہاں کہیں اس کے درخت نصب [illegible] جاتے ہیں وہاں اپنی خصوصیات اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض مثالیں ایسی بھی ہیں کہ ناموافقت آب و ہوا یا کسی دوسری وجہ سے اس کے ذائقہ اور شیرینی میں تنزل آ گیا ہے لیکن ایسی مثالیں شاذ ہیں۔

حال میں مجھے بمبئی جانے کا اتفاق ہوا تھا اور وہاں مجھے ایک پارسی کے باغ میں ایک قسم کے سنترہ کے حالات معلوم ہوئے [illegible] جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

صورت [illegible] بالکل شیریں لیموں [illegible] ہوتا ہے اُسی کی طرح رس دار ہوتا ہے لیکن کسی قدر ترشی ہوتی ہے اور پارسی مذکور نے بیان کیا کہ علاوہ اس کے ایک قسم ترش نارنگی کی بھی اس کے یہاں موجود ہے اور یہ قسم کوئی غیر معمولی قسم نہیں ہے عامتاً پائی جاتی ہے اور بدرجۂ غایت ترش ہوتی ہے۔ دیکھنے میں سی تھا کولی کے سنترہ سے مشابہ ہوتا ہے البتہ چکھنے پر امتیاز کیا [illegible]۔

مسٹر [illegible] کہ سنترہ [illegible]

[illegible] ہے جو سال [illegible] ہوتی ہے [illegible] اور [illegible]

اس کے درخت آسانی سے دستیاب نہیں ہوتے مسٹر راس صاحب فرماتے ہیں کہ دہلی میں مارچ میں اس قسم کے سنترہ کی فصل ختم ہو جاتی ہے چھ سات سال گزرے کہ مقام گجرانولہ پنجاب میں چھ قسم کے سنترہ کے درخت لگائے گئے تھے چنانچہ یہ درخت خوب بالیدہ ہوئے اور خوب پھل لائے ان کے اقسام یہ تھے

(۱) ٹن جرائن پھل چھوٹا لیکن خوشبودار ہوتا ہے ولایت میں انگریزی میوہ فروشوں کی دوکانوں پر اکثر رکھا ہوا مثل من ٹوارم کے پھل کے ہوتا ہے۔

(۲) سینٹ مائیکل۔

(۳) اسمال بلڈ۔

(۴) لارج بلڈ۔

(۵) لارج اول۔

(۶) لارج وائٹ۔

ابتدا کرنل کلارک صاحب نے بہت صرف کر کے ان درختوں کو منگوایا تھا لیکن ان کی نگہداشت معقول نہ ہونیکی وجہ سے سب ضائع ہو گئے اور اس سے قلم یا پیوند حاصل نہیں کئے گئے مسٹر برنڈرتھ صاحب فرماتے ہیں کہ ولایتی سنترہ جسے لارج بلڈ کہتے ہیں اسکی معقول نگہداشت نہ ہونے کی وجہ سے رفتہ رفتہ معدوم ہوتا جاتا ہے

ڈاکٹر بونا دیا صاحب نے دو تین قسم کے سنترہ کے درخت ملک مالٹا سے منگا کر لکھنؤ کے باغات میں نصب کئے تھے چنانچہ ان کے پیوند لوگوں کو مفت میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں مثل دیگر درختان مثمرہ کے اوقات مقررہ پر اس کے درخت کی قطع و برید نہیں کی جاتی۔ بلکہ اپنی ہی حالت پر چھوڑ دئے جاتے ہیں اور قریب قریب یہی کیفیت اس ملک کی ہے سنترہ کے درخت کی جس قدر قطع و برید کی جاویگی اُسی قدر اُس کا درخت زیادہ بڑا ہوگا اس لئے حسب مرضی جس شکل کا درخت بنانا ہو تو اس کی قطع و برید کی جاسکتی ہے خیال رکھنا چاہیے کہ پھول صرف نئی اور یکسالہ شاخوں میں آتا ہے یورپ میں سنترہ کے درخت کو سالانہ کھاد کا دیا جانا ان کی قوت اور بارآوری قایم رکھنے کے لئے ضروری خیال کیا جاتا ہے اور ہر قسم کا کچرا جو بطور کھاد کے استعمال ہوسکتا ہے وہ کام میں لایا جاتا ہے ماحصل یہ ہے کہ کھاد کے دینے میں کوتاہی نہ ہونی چاہیئے۔ ڈاکٹر بونا دیہ صاحب فرماتے ہیں کہ سالانہ موسم برشگال میں ایک بار پورے طور پر کھاد کی ایک تہ دیدینی چاہیئے۔

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ تمام میوہ جات جو از جنس سنترہ ہیں وہ ایسی زمین جس میں چونہ کا جزو زیادہ ہوتا ہے خوب بالیدہ ہوتے ہیں اس لئے سالانہ چھنٹائی جو جنوری میں کی جاتی ہے اس کے بعد پرانی چھت ... کے چونہ کا

کچرہ اگر درختوں میں دے دیا جائے تو بہت مفید ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس قدر زیادہ جزو چونہ کا زمین میں ہوگا اسی قدر درخت زیادہ بالیدہ ہوگا۔ مارچ اپریل کے مہینوں میں پانی دینے میں کوتاہی نہ کی جائے لوگوں کا قول ہے کہ سنترہ کی جنس کے درخت قلم اور داب دونوں ذرائع سے بڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن اس طریقہ سے بڑھانے میں درخت زیادہ بالیدہ اور تناور نہیں ہوتے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ تخمی لیموں کا درخت اس درخت سے تیار کر کے اس پر پیوند کیا جاوے۔ لیموں کے بیج قریباً دو ہفتہ میں پھوٹ آتے ہیں اور اسی سال کے اندر پیوند باندھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر بوناویا صاحب فرماتے ہیں کہ دیسی ترش نارنگی کا تخمی درخت پیوند کے لئے بہت مناسب ہوتا ہے اور تخمی درخت ایک سالہ ہونا چاہئے اور صاحب موصوف کا قول ہے کہ چشمہ باندھنے کا عمل کرنے کے لئے فروری سے مارچ تک زمانہ بہت موزوں ہوتا ہے۔ میرے خود تجربہ میں آیا ہے کہ نارنگی کے تخمی درخت پر پیوند کرنے سے پھل زیادہ شیریں اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں بہ نسبت ترش لیموں پر پیوند کرنے کے۔ فروری میں تخم تخمی درخت تیار کرنے کے لئے ہونا چاہئے۔

علاوہ جنوبی ہندوستان کے پہاڑی مقامات کے دیگر کوہی مقامات پر سنترہ نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو بہت کم ایک قسم کا سنترہ جو غالباً مالٹہ قسم سے

ہے گرگ میں ہوتا اور وہاں کے بازاروں میں اور نیز قرب وجوار میں بکثرت فروخت کے لئے جاتا ہے

چکوترہ[۵۳]

بالائی ہندوستان اور نشیبی بنگال کی آب وہوا اس پھل کے لئے بہت مناسب ہے وہاں یہ پھل نہایت خوش ذائقہ اور نفیس رس دار پیدا ہوتا ہے۔

نوٹ نمبر ۵۳۔ بمبئی کا چکوترہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ ایک بڑا ہوتا ہے دوسرا چھوٹا قدرے گول ہوتا ہے اسکے درخت بمبئی اور دیگر مقامات سے منگا کر نشاط افزا میں ایک بہت بڑا پختہ چکوترہ کا مرتب کیا گیا تھا جس میں پھل بکثرت آتے تھے کبھی ناکامیابی نہیں ہوئی۔ چکوترہ کا پھل بڑا ہوتا ہے درختوں پر بڑے بڑے زرد رنگ کے پھل سبز پتوں میں نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں اس کی فصل آخر موسم گرما میں تیار ہو جاتی ہے اس کے پھول موٹے اور گداز سفید رنگ کے نہایت خوشبودار بہت اچھے ہوتے ہیں گلدستوں میں بھی اس کے پھول لگائے جاتے ہیں یہاں کے پہاڑی و میدانی زمین نارنگی و چکوترہ کی کاشت اور افزائش کے لئے موزوں ہے اس کا درخت چشمہ اور پیوند سے تیار ہوتا ہے اس کی کاشت میں گھوڑے کی لید کا کھاد استعمال کیا جاوے تو مفید ہے۔ موسم گرما میں درختوں کے پاس کی زمین گوڈ کر ہفتہ وار پانی دے تو مفید ہے ورنہ درخت خراب ہو جائینگے اور پھل چھوٹا پڑ جاوے گا۔ ذائقہ میں تلخی ہوگی۔

کلکتہ اور اس کے اطراف میں بھی چکوترہ ہوتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں زیادہ سخت اور خشک ہوتے ہیں اور ذائقہ بھی کچھ اچھا نہیں ہوتا۔ مگر چینسورہ اور ہوگلی میں یہ میوہ نہایت شاداب اور خوش مزہ پیدا ہوتا ہے جو پھل کہ قبل از وقت توڑ ئے جاتے ہیں اور پورے طور پر درخت ہی میں پختہ ہونے نہیں پاتے وہ رس دار اور عمدہ نہیں ہوتے رس کی کمی کی وجہ سے بدذائقہ ہوتے ہیں اس لئے جس قدر دیر کے بعد اس کا پھل توڑا جاوے گا اسی قدر زیادہ خوش مزہ ہوتا ہے۔

نشیبی بنگال میں اسکی فصل اگست سے اکتوبر تک اور بالائی ہندوستان میں اکتوبر سے دسمبر تک ہوتی ہے۔

ڈاکٹر میکفیڈن صاحب اپنی کتاب "فلورا آف جمیکا" میں تحریر فرماتے ہیں کہ چکوترہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم کا نام "میلی فارمس" ہے اس کا پھل گول اور ریشہ زردی مائل گلابی کے ہوتے ہیں اور دوسری بائی ای فارمس" ہے اس کا پھل ناسپاتی کی صورت کا ہوتا ہے اور ریشے سُرخ رنگ کے کسی قدر دبیز ہوتے ہیں یہ قسم عمدہ تصور کی جاتی ہے شیریں اور خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ شادابی اور تازگی اس کے رس میں زیادہ ہوتی ہے اور بہ نسبت پہلی قسم کے کسی قدر ترشی کم ہوتی ہے۔

ہمارے یہاں دونوں قسم کے چکوترے سُرخ اور زرد عامتاً ہوتے ہیں لیکن

ہر دو اقسام کے ذائقہ اور صورت میں جو فرق ہے ڈاکٹر مکفیڈن صاحب فرماتے ہیں وہ میرے خیال میں نہیں ہوتا۔ دونوں کا مزہ یکساں ہوتا ہے کیوں کہ ایک قسم درخت پر دونوں قسم کے یعنی گول اور گاؤدم ناسپاتی نما پھل دیکھنے میں آتے ہیں اتفاقی وجہ ہے کہ ایک گول اور دوسرا کسی قدر گاؤدم ہوتا ہے۔

چھوٹے بڑے ہونے کے لحاظ سے اس پھل کے نام یہ ہیں

نمبر ۱ پاسے لو بہت بڑے قسم کے پھل والے کو پاسے لو کہتے ہیں۔

نمبر ۲ شیڈاکس متوسط درجہ کے پھل کو کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کپتان شیڈک صاحب اس قسم کے چکوترے کے درخت کو چین سے پورب میں لائے تھے۔

نمبر ۳ فاربیڈل چھوٹی قسم کے پھل کو فاربیڈل کہتے ہیں اس کے ریشے مثل لیموں کے ہوتے ہیں اور کسی قدر ترشی ہوتی ہے۔ انگلستان میں میوہ فروشوں کی دکانوں پر یہ پھل اکثر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں دیکھنے میں نہیں آتا

ایک قسم کے چکوترے کے چند درخت فارچون صاحب نے ملک چین سے سنہ ۱۸۰۱ء میں انگریزی ہارٹیکلچرل سوسائٹی میں بھیجے تھے اور یہ لکھا تھا کہ چین میں یہ بہترین قسم شمار ہوتی ہے۔

ایک قسم جس کا نام کن ٹن پامیلو ہے اس کو بھی صاحب موصوف نے چین سے ہندوستان میں بھیجا تھا ان دونوں قسموں میں سے کسی قسم کے درخت بھی بارآور نہیں ہوئے بلکہ جس حالت میں آئے تھے اسی حالت میں رہ گئے معلوم ہوتا ہے

کہ یہاں کی آب وہوا اُن کے ناموافق ہوئی اس کی کاشت کا طریقہ کچھ مشکل
نہیں ہے بلکہ آسان ہی ۳ فیٹ چوڑا اور ۳ فیٹ گہرا ایک گڑھا کھود لیا جاسکے اور
اور گوبر کی کھاد پرانا چونہ اور باغیچہ کی مٹی مساوی الوزن ملا کر گڑھے میں بھر دی جائے
اور درخت نصب کر دئے جاویں مارچ میں پھل آنے لگتا ہے۔ چنانچہ اس
زمانہ سے اور اس کے بعد دو ماہ تک خوب آب پاشی کی جاوے۔ اگر ان
طریقوں پر عمل کیا گیا تو بلاشبہ پھل نفیس اور خوش ذائقہ ہونگے۔ تقویت اور تغذیہ
کی غرض سے اس کی جڑیں جنوری میں کھول دی جاویں تو مثل دیگر اشجار ثمرہ
کے اس کو بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ میرے ایک دوست صاحب
فرماتے ہیں اور بارہا اپنے باغ میں وہ تجربہ بھی کر چکے ہیں کہ نمک کو پانی میں
ملا کر اس کی جڑوں میں دینا اس کے پھل کو نہایت شاداب اور شیریں اور کثیر العرق
بناتا ہے اس کا درخت گٹی یا داب کے ذریعہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ فروری کے
مہینے میں بیج بو کر جو درخت تیار کئے جاتے ہیں ان کے درخت اچھے ہوتے ہیں
لیکن بار آوری میں توقف ہوتا ہے۔ ترش لیموں پر فروری اور مارچ کے مہینے میں
چشمہ لگا کر چکوترہ کا درخت تیار کیا جاتا ہے۔

خوبصورتی

اس کا درخت باغ کے لئے باعث زینت ہوتا ہے گہرے سبز رنگ کے
پتے اور بڑے بڑے خوش رنگ پھل بے حد خوشنما معلوم ہوتے ہیں واقعی یہ ہے کہ
بلا چکوترہ کے درخت کے باغ بدنما معلوم ہوتا ہے۔

۱۳۴ پہاڑی علاقوں میں شیشہ کے مکانوں کے اندر اسکے درخت لگائے جا سکتے ہیں۔

کم کواٹ نارنگی

اس کا درخت پستہ قامت ہوتا ہے۔ اصلی وطن چین ہے۔ ہندوستان میں اس کی کاشت کو حال ہی میں رواج دیا گیا ہے اس کا پھل مثل چھوٹی نارنگی کے اور لیچی کے برابر ہوتا ہے اور موسم سرما میں اس کا پھل پختگی پر آتا ہے درختوں کی شاخوں پر پھیلا ہوا بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے اہل چین اس کا مربہ بنا کر استعمال کرتے ہیں۔ داب اور تخم دونوں طرح اس کا درخت تیار ہو جاتا ہے۔ مسٹر فارچون صاحب فرماتے ہیں کہ اہل چین چھوٹے پھل والی نارنگی کے تخمی درخت پر پیوند کرتے ہیں۔ اگر انھیں کی ترکیب پر عمل کیا جاوے تو یقیناً پھل نفیس اور عمدہ حاصل ہوگا۔ اس کا طریقہ کاشت وہی ہے جو نارنگی یا سنترہ کے لئے اوپر بتلایا گیا ہے۔

پہاڑی علاقوں میں اس کا درخت نہیں ہوتا۔

ترش لیموں

لیموں کئی قسم کا ہوتا ہے لیکن یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ دو تین قسم سے

نوٹ نمبر ۱۳۵۔ ترش لیموں۔ ترنا لیموں اور دیگر اقسام کے ترش لیموں کی کاشت اور افزائش کا دیگر صفحہ آئندہ)

زاید کے اقسام کو باغوں میں جگہ دی جائے اس کے درخت میں بھی کوئی خاص خوشنمائی نہیں ہوتی اور اس کے پھول بلحاظ ظاہری صورت کے ادنیٰ قسم کے ہوتے ہیں اور ان میں کچھ خوشبو نہیں ہوتی۔

ذیل میں چند اقسام لیموں کے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) پاٹی۔ پھل گول اور چھوٹا ہوتا ہے ہندوستانی لوگ اسے جملہ اقسام پر ترجیح دیتے ہیں۔

(۲) کاغذی۔ اس کا پھل مرغی کے انڈے کے برابر ہوتا ہے پختہ ہونے پر زرد رنگ کا ہوتا ہے عموماً یہ قسم بہت کاشت کی جاتی ہے۔

(۳) گورا۔ پھل چھوٹا بیضاوی ہوتا ہے اس کی بھی کاشت زیادہ کی جاتی ہے۔

بقیہ نوٹ نمبر ۵۴ - ایک ہی طریقہ ہے ان کے درخت موسم بارش میں تیار کئے جاتے ہیں ان کے لئے یہاں کی پہاڑی اور میدانی زمین مفید اور موزوں ہے لیموں ولیموں قرنا و دیگر اقسام کی فصل موسم سرما میں ہوتی ہے کاغذی لیموں کو اگر موسم گرما میں پانی دیا جائے تو برابر پھل دیتا رہتا ہے چنار گڈھ سے میرے والد میر سید احمد صاحب نے کاغذی لیموں کی ایک قسم کے درخت منگا کر عیش باغ میں لگائے تھے۔ لیموں بہت بڑا ہوتا تھا قد و قامت میں سنترہ سے بڑا ہوتا تھا اور تراش نے پر پھل کے اندر سے ایک بیج بھی برآمد نہیں ہوتا تھا۔ یہ لیموں بے بیج کا مشہور ہے اور ذائقہ میں کاغذی لیموں کے برابر ہوتا ہے۔ موسم سرما میں فصل تیار ہوتی ہے۔ ہفتہ وار پانی دینا مفید ہے۔ تیسرے سال مذکورہ بالا اقسام لیموں کے درختوں میں جس قسم کی کھاد دستیاب ہو سکے مناسب مقدار میں دینا چاہئے تاکہ زمین کی قوت میں اضافہ ہو اور درخت ترقی حاصل کر سکے۔

(۴) چینی گورا نمبر ۳ کی ایک قسم ہے اور اُس سے عمدہ شمار کی جاتی ہے بڑی نارنگی کے برابر ہوتا ہے چھلکا سبز اور ذائقہ نفیس ہوتا ہے۔

(۵) کمرالی پھل بڑا اور خوبصورت ہوتا ہے رنگ زرد اور ناریل کے برابر کا ہوتا ہے علاوہ مذکورہ بالا اقسام کے ڈاکٹر وو ہٹ صاحب تین اقسام کا ہونا اور تحریر کرتے ہیں لیکن میں واقف نہیں ہوں۔ کہ وہ کیسی ہوتی ہیں۔

(۶) رنگ پوری۔ پھل گول اور چھلکا چکنا ہوتا ہے۔

(۷) تاپا پھل بڑا گول اور چھلکا دانہ دار ہوتا ہے۔

(۸) عربی لیمون پھل بڑا اور چھلکا دبیز ہوتا ہے۔

(۹) ایک قسم کا لیموں بابو جبن کشن پال کے باغ واقع ہوگلی میں ہوتا ہے یہ لیموں بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ رنگ زرد اور بندوق کی گولی کے برابر ہوتا ہے

(۱۰) ایک اور قسم کا لیموں اسی باغ میں ہوتا ہے۔ جو چھالیہ سے کسی قدر بڑا ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ یہ دونوں اقسام مسٹر الیف پریرا صاحب اوّل اوّل چین سے لائے تھے۔

لیموں کا درخت بہ آسانی داب یا تخم کو کر تیار کیا جاتا ہے آخر الذکر ہر دو اقسام کے درخت پیوند کے ذریعہ سے تیار کئے جاتے ہیں۔

میٹھا لیموں[۵۵]

متوسط درجہ کی نارنگی کے برابر میٹھا لیموں ہوتا ہے۔ چھلکا چکنا اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ سوائے ایک قسم کی میٹھاس کے اور کوئی خاص ذائقہ قابلِ امتیاز

نوٹ نمبر ۵۵۔ میٹھا لیموں جس کو شربتی و مٹھوا بھی کہتے ہیں یہاں کے میدانی و پہاڑی مقام میں بکثرت ہوتا ہے اس کی فصل موسم سرما سے تیار ہونا شروع ہوتی ہے اور آخر موسم گرما تک رہتی ہے موسم سرما میں ذائقہ پھیکا اور رس پتلا ہوتا ہے موسم گرما میں شیریں ہو جاتا ہے اور رس بھی گاڑھا ہوتا ہے اس کے درخت موسم بارش میں ڈبہ کے ذریعہ سے تیار کئے جاتے ہیں شیریں لیموں یہاں کے کل باغات میں موجود ہیں جو حسب مذکورہ بالا موسم میں پھل لاتے ہیں موسم گرما میں پھول آتا ہے اور باغ کی روشوں پر چلنے پھرنے کے وقت اُس کی خوشبو دل و دماغ کو معطر کرتی ہے پھول اس کثرت سے آتا ہے کہ درخت پر سفید چادر پڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے کثرتِ پھول کی وجہ سے درخت خوشنما معلوم ہوتے ہیں پھول آنے پر پانی دینا چاہئے ورنہ پھول گر جاویں گے اور فصل کم ہوگی۔ تیسرے سال اس کی جڑوں کو کھولنا چاہئے اور جو کھاد دستیاب ہو سکے جڑوں میں دیکر بند کرکے پانی دے تاکہ درختوں کو قوت حاصل ہو موسم بارش میں طوطے اور ڈانس اس کے پھولوں کو جو سبز ہوتے ہیں انتہا سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں جس سے فصل قطعی غارت ہو جاتی ہے پتے کے دونے بناکر یہاں پھلوں پر چڑھا دیتے ہیں جن سے پھل نقصان ہنے سے محفوظ رہتے ہیں اور جلد زرد ہو جاتے ہیں

اس میں نہیں ہوتا اس کی فصل اگست ستمبر میں ہوجاتی ہے اور موسم گرم ہونے کی وجہ سے مفرح اور خوشگوار ہوتا ہے۔

تخم بوکر اس کا درخت تیار کیا جاتا ہے اور اگر داب کے ذریعہ سے درخت تیار کیا گیا ہے تو ثمر جلد ہوجاتا ہے اس کے تخمی درخت پر اطراف دہلی کے مالی نارنگی کا پیوند عموماً لگاتے ہیں۔

"لیموں" قرنا

ایگری ہارٹیکلچرل سوسائٹی کے باغات میں فروخت کے لئے اقسام ذیل کے لیموں کے درخت تیار رکھے جاتے ہیں۔

اسپین کا لیموں انگلستان میں یہ لیموں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور ولایتی لیموں کے بالکل مشابہ نہیں ہوتا اس کا درخت قابلِ قدر اس لئے ہوتا ہے کہ ہمیشہ پھلا کرتا ہے۔

(۲) برٹن اس قسم کے لیموں میں ایک جانب حصہ بطور چونچ کے نکلا ہوا ہوتا ہے۔

(۳) بڑا لیموں۔ ننگ پو ۱۸۵۴ء میں مسٹر فارچون صاحب نے چین سے اس کے درخت یادداشت ذیل کے ساتھ کلکتہ میں بھیجے تھے۔

"میں خاص طور آپ کی توجہ اس لیموں پر دلاتا ہوں۔ اہل چین اس کی خوشبو

کی وجہ سے اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ موسم خزاں میں اس کا پھل پختگی پر آتا ہے تو وہاں کے امراء سے بہ رغبت استعمال کرتے ہیں چینی کی پلیٹ میں اس قسم کے لیموں کو نیچے اوپر خوب برابر رکھکر ہال روم یا ڈرائنگ روم میں میزوں پر رکھتے ہیں اور ہفتوں تک رکھا رہتا ہے خشک نہیں ہوتا اور سارے گھر کو خوشبو سے معطر کئے رہتا ہے۔

مسٹر فارچون صاحب نے جن درختوں کو یہاں بھیجا تھا ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ کبھی اُن میں ثمر نہیں آیا۔

دابہ یا تخم سے اس کا درخت تیار کیا جاتا ہے

"سائی ٹرن بگپورا"

اس پھل کے بڑے ہونے اور نیز اُس کے چھلکے کے دا۔ دار ہونے کی وجہ سے ہر شخص اس سے واقف ہے۔ اس پھل کے بالائی حصہ مغز کا مار ملیٹ اور مربہ عام طور پر بنایا جاتا ہے اس کے پتے خاص قسم کے ہوتے ہیں اور دیگر ہم جنس اشجار کی طرح خاردار نہیں ہوتے۔ اس پھل کی تین چار قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ زیادہ بھی ہوں لیکن اُن سے مجھے واقفیت نہیں ہے۔

سب اقسام کے پھلوں کا زیریں حصہ مثل پرندکی چونچ کے ہوتا ہے۔

(۱) معمولی بیگ پورا بط کے انڈے کے برابر یا اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے چھلکا چکنا نہیں ہوتا بلکہ دانہ دار ہوتا ہے۔

(۲) بڑا بیگ پورا۔ یہ بہت بڑا ہوتا ہے بعض اوقات ایک ایک فٹ طویل ہوتا ہے یورپ میں اس قسم کو پان سری کہتے ہیں۔

(۳) ایک قسم بیگ پورا شل انسان کی انگلی کے کسی قدر خم دار ہوتا ہے ممالک مغربی شمالی میں کمیاب نہیں ہے لیکن کلکتہ کے قرب وجوار میں دیکھنے کا اتفاق مجھے نہیں ہوا ہے لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا چھلکا نہایت خوشبودار ہوتا ہے اور اہل چین اس کو پلیٹ میں رکھکر مکانوں کو اسکی خوشبو سے معطر کرتے ہیں۔ میرے باغ فیروزپور میں جو پھل اس کے ہوتے تھے ان میں کوئی ایسی تیز خوشبو نہیں ہوتی تھی۔

دابہ اور تخم دونوں طرح اس کا درخت تیار کیا جاتا ہے۔

ملک آسام میں ایک عجیب طریقے سے اس کا پھل پیدا کیا جاتا ہے۔ جب پھل بعض تھوڑا ہوتا ہے تو اس شاخ کو زمین کی طرف اس طرح جھکاتے ہیں کہ زمین سے شاخ مل جاتی ہے اور پھل کو مٹی کے سوراخ دار گھڑے میں رکھکر گھڑے کو زمین میں گاڑ دیتے ہیں وہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ اگر پھل کو درخت میں رہنے دیا جائے تو ہرگز بہت بڑا نہیں ہوتا لیکن اس عمل کے کرنے سے کہ کسی سوراخ دار ظرف میں رکھ کر زمین میں گاڑ دیا جاوے اور اصلی

درخت سے تقویت اور تغذیہ پہنچنے میں کوئی چیز مانع نہ ہو تو پھل اسی ظرف کے اندر بڑھتا رہتا ہے اور بعد چندے ظرف کے برابر ہو جاتا ہے جب پھل اپنی مراد پر آجاتا ہے تو لامحالہ ظرف توڑ کر نکالا جاتا ہے اور نہایت خوشبو کرتا ہے۔

کمرکھ ۵۶

کمرکھ کا درخت بڑا نہیں ہوتا اس کا اصلی وطن ملکا زہے ہندوستان میں اکثر

نوٹ نمبر ۵۶ یہاں کے کل باغات میں دو دو چار چار درخت کمرکھ کے لگائے گئے ہیں کمرکھ کی فصل آخر موسم سرما میں تیار ہوتی ہے کمرکھ کا اچار و مربہ تیار کیا جاتا ہے اس کے درخت بیس فیٹ سے زیادہ بلند ہوتے ہیں بارش کے آغاز میں کمرکھ میں چھوٹے چھوٹے گلابی پھول کے گچھے نکلتے ہیں اور پھل جلد قائم ہو جاتے ہیں تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں آخر موسم بارش میں سبز کمرکھیں درختوں میں لٹکتی ہوئی نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں درخت کو ذرا ہلا دینے سے سیکڑوں پھل زمین پر گرتے ہیں اس کا پھل نہایت نازک ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس لگنے سے چوٹ کھا جاتا ہے کمرکھ کا پھل ترش ہوتا ہے اکثر لڑکے کمرکھ کے پھل میں ایک جانب کھانے کا چونہ لگا دیتے ہیں اور دوسری جانب سے کھاتے ہیں تو چونے کے اثر سے ترشی میں کمی ہوتی ہو اکثر صاحبان یورپین و لیڈیز کو میں نے باغات میں دیکھا ہے کہ کمرکھ کے پھل کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور اُس کے مصرف کو مجھ سے دریافت کیا کرتے تھے بتانے پر اکثر توڑ کر اُسے خام کھاتے تھے اور یہ بھی کہا کہ انگلستان میں ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ اس کے درخت تخم کے ذریعہ سے یہاں تیار کئے جاتے ہیں اس کے لئے چنداں کھاد کی ضرورت نہیں۔

مقامات میں پایا جاتا ہے اس کا درخت چودہ سے بیس فٹ تک بلند ہوتا ہے
اس کے نہ صرف خوبصورت پتے باعث زینت باغ ہوتے ہیں بلکہ جب پھول آتا ہے
تو نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے پھول کا رنگ گلابی ہوتا ہے اور شاخوں میں پھول
لٹکے ہوئے عجیب دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر بروس صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے پتے اور شاخوں میں ایک قسم کا
اسماس ہوتا ہے۔

اس کا پھل نہایت درجہ میں خوبصورت ہوتا ہے قد میں لیموں کے برابر
اور صورت میں گہرا قاش دار ہوتا ہے۔ نیم پختہ ہونے پر سفید ہو جاتا ہے اور نہایت
خوشگوار خوشبو ہوتی ہے پورے طور پر پختگی آنے کے قبل اس کا مزہ سبز گوزبیری
کی طرح کا ہوتا ہے۔ اور جب خوب پک جاتا ہے تو اس میں علاوہ خوشگوار خوشبو
مثل بہی کے ہونے کے خوش ذائقہ اور نفیس ہو جاتا ہے۔ خام حالت میں اس
میں ترشی ہوتی ہے چنانچہ اس حالت میں کسی طرح کھائے جانے کے قابل
نہیں ہوتا۔ آگ پر اچھی طرح نہیں پک سکتا۔ آگ کی گرمی سے اس میں ایک
قسم کی سختی آجاتی ہے اور اس کے ریشے مثل خار کے سخت ہو جاتے ہیں اور
پھل کا سخت حصہ دور کر دیا جاوے تو اندر سے جو مغز نکلتا ہے اس کی نفیس
چٹنی بنائی جاتی ہے۔ ستمبر کے آخر میں پھل پختہ ہوتا ہے۔ دوبارہ پھر اس
میں پھول آتے ہیں اور دوسری فصل جنوری تک پھر تیار ہو جاتی ہے تخم لیکر

اس کا درخت بڑھایا جاتا ہے۔

چینی کمرکھ

اس کی ایک قسم ہے جسے چینی کمرکھ کہتے ہیں اس کا پھل قریباً اس کے نصف کے
ہوتا ہے رنگ سبز ہوتا ہے اور اُس قدر خوبصورت بھی نہیں ہوتا اس میں ملکازر کے کمرکھ
سے ترشی ضرور کم ہوتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ذائقہ بھی کچھ نہیں ہوتا۔
اس کا پیوند اسی کے تخمی پر لگا کر درخت بڑھایا جاتا ہے۔

"بلمبی"

اس کا اصلی وطن ملکازر ہے۔ درخت پستہ قامت ہوتا ہے۔ دکن میں عموماً
لیکن بنگال میں کم ہوتا ہے۔ اس کا تنہ مضبوط ہوتا ہے اور قریباً تیس فٹ تک
بلند ہوتا ہے وسط فروری میں پھول آتا ہے اور بکثرت آتا ہے اور موسم سرما تک
پھولتا اور پھلتا رہتا ہے اس کا پھل مثل گھرکن کے ہوتا ہے چھلکا پتلا چکنا زرد
رنگ کا مثل انگور کے ہوتا ہے پختہ ہونے پر مثل بالائی کے ملائم اور مزہ میں
مثل نیم پختہ گوز بیری کے ہوتا ہے ترش اس قدر ہوتا ہے کہ بلا پکائے ہوئے
کھانے کے لائق نہیں ہوتا اگر کچھ دن تک رکھا رہنے دیا جاوے تو اسٹرابیری
کی طرح کی خوشبو آجاتی ہے لیکن اُس کا ساذائقہ نام کو بھی نہیں ہوتا۔ اس کا مزہ بلند ید ہوتا ہے

آٹھ آٹھ دس دس پھل ایک ایک خوشے میں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور مثل ڈورے کے پتلی شاخوں میں لٹکے ہوتے ہیں اور ایک خاص بات یہ ہے کہ پھل نہ تو نئی شاخوں و کونپلوں میں آتے ہیں بلکہ تنوں میں پھلتے ہیں۔

ہو گلی میں بانڈیل کے اُس کیتھولک گرجا میں ایک قطار اس کے درختوں کی لگی ہوئی ہے۔ جولائی کے مہینہ میں اس کے بیج بو کر درخت تیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے انکوے بہت نازک ہوتے ہیں کلکتہ کے قرب و جوار میں اگر دو تین موسم تک ان کو کسی سایہ دار جگہ میں رکھا نہ جاوے تو احتمال ضائع ہو جانے کا ہوتا ہے۔

شمالی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت نہیں ہو سکتی

"چیری بربے ڈوز"

سر آر۔ کم برگ صاحب فرماتے ہیں کہ جزیرہ بربے ڈوز میں اس کا مربہ اور آچار بنایا جاتا ہے اس کے ذائقہ میں بہ نسبت چیری کے راسپ بیری کا مزہ زیادہ ہوتا ہے اس کے پھل کھانے کے قابل ہوتے ہیں اور بظاہر دیکھنے میں میڈیوک چیری کی طرح کے ہوتے ہیں اور اگرچہ شیریں اور رس دار ہوتے ہیں لیکن میڈیوک یورن کے برابر لذیذ نہیں ہوتے ہمارے ملک کی سمرائی چیری سے اس کا پھل بہت مشابہت رکھتا ہے۔

کلکتہ کے قرب وجوار میں اس کے درخت عموماً پائے جاتے ہیں۔ جاڑے کے موسم میں چھوٹے سُرخ رنگ کے پھول آتے ہیں جس قسم چیری کو میں نے کھایا ہے وہ بدمزہ اور بلارس کی اَور ناکارہ بھی۔

اکتوبر میں قلم لگاکر درخت تیار ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت بطور آرائشی درخت کے شیشہ کے مکان میں ہو سکتی ہے۔

فالسہ[۵]

فالسہ کا درخت کچھ خوبصورت نہیں ہوتا۔ درخت چھوٹا ہوتا ہے اِس کا

نوٹ نمبر ۵۔ فالسہ کی کاشت کے لئے یہاں کی میدانی زمین نہایت مفید ثابت ہوئی ہے یہاں میدانی باغات میں فالسہ کے چمن لگائے گئے ہیں۔ آخر موسم سرما میں فالسہ کی جڑوں کو کھولتے ہیں اور چند رہ بیس روز تک کھلا رکھ کر خشکی پہنچاتے ہیں بعدہ معمولی کھاد دے کر بند کرتے ہیں اور قلم فوراً کر دیتے ہیں۔ آبپاشی چرس کے ذریعہ سے ہفتہ وار کی جاتی ہے بعد تھوڑے دنوں کے فالسہ کے درختوں میں کوپلیں پھوٹتی ہیں اور زرد رنگ کے پھول نکلتے ہیں پھل جلد قایم ہو جاتا ہے اسکی فصل موسم گرما میں تین چار ہفتہ تک رہتی ہے۔ اور جلد ختم ہو جاتی ہے اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک کا رنگ پختہ ہوئے پر سیاہی مائل ہوتا ہے دوسرے کا گلابی۔ اس کو شکری فالسہ کہتے ہیں یہ اول الذکر کے مقابلہ میں کچھ میٹھا ہوتا ہے۔ اس کے درخت ذریعہ تخم بنائے جاتے ہیں۔ تخم ریزی موسم بارش میں کرتے ہیں اس کا درخت پہاڑی مقام پر بھی بارآور ہو سکتا ہے۔

اصلی وطن ہندوستان ہے اور تمام ملک میں پایا جاتا ہے۔
مٹر کے برابر اس کا پھل ہوتا ہے۔ اندر ایک گٹھلی بھی ہوتی ہے ترش ہونے کے باعث کھانے کے لائق نہیں ہوتا بعض کو اس کا شربت پسند ہوتا ہے گرمی کے موسم میں اس کی فصل ہوتی ہے۔ اس کی کاشت کسی خاص طریقہ سے نہیں کی جاتی اور با آسانی اس کا درخت تیار ہو جاتا ہے موسم برشگال میں تخم اور قلمیں لگا کر اس کا درخت تیار کیا جاتا ہے۔

فالسہ شکری

یہ فالسہ بھی مثل اول الذکر کے موسم گرما میں پھل لاتا ہے بعض اوقات شربت بنانے کے کام میں آتا ہے۔ پہاڑی مقامات پر دونوں میں سے ایک بھی نشو ونما حاصل نہیں کرتا۔

"ولایتی املی"

اس کا اصلی وطن "سیے پی گل" ہے اس کے بہت بڑے بڑے درخت وہاں موجود ہیں چھوٹے درختوں کے تنوں کو دیکھئے تو پھوسے پھوسے ہوتے ہیں۔ بظاہر دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درخت میں کوئی مرض پیدا ہو گیا ہے حالانکہ وہ پھوا پن قدرتی ہے اس کا پھل شتر مرغ کے انڈے کے برابر ہوتا ہے

اور چھلکا مثل دیسی املی کے چھلکے کے ہوتا ہے۔ اکثر اس کا شربت بنا کر پیتے ہیں اور غالباً صرف شربت ہی کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ کیونکہ علاوہ شربت کے اور کوئی چیز اس کی نہیں بنائی جاتی۔

کلکتہ کے سرکاری باغات میں اس کے دو تین بڑے تناور درخت موجود ہیں لیکن ان کے پھل چھوٹے اور بدذائقہ ہوتے ہیں۔ مرغ کے انڈے سے بڑے نہیں ہوتے۔ دکن میں جو مانڈو ایک پرانا اور مشہور مقام ہے وہاں ایک موضع نیلچہ ہے وہاں اس کے درخت بہت ہیں ہندوستان کے دیگر مقامات میں اس کا درخت دیکھا نہیں جاتا۔

دُریان

ایک قدآور صحرائی درخت ہے اسی فیٹ تک بلند ہوتا ہے اصلی وطن اس کا جزیرہ ملایا ہے اور برہما اور جزائر ہند میں بھی اس کا درخت خوب بالیدہ ہوتا ہے۔

اس کا پھل انسان کے سر کے برابر کا ہوتا ہے اس کے اندر ایک بیج ہوتا ہے۔ اور بیج کے چاروں طرف لپٹا ہوا مغز ہوتا ہے جو کھایا جاتا ہے۔ ذائقہ میں مثل نفیس بالائی کے ہوتا ہے۔ پھل جس کے اندر یہ مغز ہوتا ہے وہ نہایت بدبودار مثل سڑے ہوئے گوشت کے ہوتا ہے

بھونے ہوئے بیجوں کا مزہ مثل چیسٹ نٹ کے بتلایا جاتا ہے۔

بارہا اس کے درخت کلکتہ کے باغات میں لگائے گئے لیکن تین چار فیٹ

سے زیادہ بلند نہ ہوئے اور آخر کار خشک ہو کر ضائع ہو گئے معلوم ہوتا ہے کہ آب و ہوا
کی ناموافقت ان کی بالیدگی میں مانع ہوئی مسٹر اے ایل پا وڈلاک صاحب کیوری ٹر
بوٹانیکل گارڈنس اٹاکمنڈ اپنی سالانہ رپورٹ سنہ ۱۹۰۰ و ۱۹۰۱ء میں لکھتے ہیں کہ اس کے
بیج جو رائل بوٹانیکل گارڈنس کلکتہ سے ۲۶۔ اگست سنہ ۱۸۹۸ء کو منگائے گئے تھے
ان کے درخت اچھی حالت میں ہیں اور ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو پیمائش کئے جانے پر چھ
فیٹ ۱۰۔ انچ بلند پائے گئے۔

مقام نیل گیری میں نباتاتی تجربات کے لئے جو باغ قائم کیا گیا ہے وہ دو ہزار
پانچ سو فیٹ بلندی پر واقع ہے۔ منگسٹین اور لیچی کے درختوں کی بھی افزائش
باغ مذکورہ میں کی گئی اور تمام ہندوستان سے زیادہ کامیابی اس کی کاشت میں
وہاں ہوئی ہے۔

چینی چیسٹ نٹ

اس درخت کا اصلی وطن ہندوستان ہے اور ڈاکٹر راکسبرگ فرماتے ہیں کہ
اس کے بیج بھونکر کھائے جاویں تو ان کا مزہ مثل چیسٹ نٹ کے ہوتا ہے۔
ڈاکٹر صاحب موصوف کے زمانہ میں اس کے بڑے بڑے درخت کلکتہ کے
بوٹانیکل گارڈنس میں موجود تھے لیکن اب وہ بڑے درخت وہاں نہیں رہے
بجائے ان کے چھوٹے چھوٹے درخت ہیں۔

اکتوبر میں بیج بوکر اس کے درخت بڑھائے جاتے ہیں۔

پٹوا[۵۸]

یہ ایک فصلی درخت ہے اس کا اصلی وطن ویسٹ ان ڈیز ہے لیکن ہندوستان کے باغات میں اس کی کاشت عروج ہو گئی ہے۔

پٹوا کا پھل نہیں کھایا جاتا۔ لیکن اس کے پھل پر جو ایک دبیز پُر عرق برگ ہوتا ہے اُس سے نہایت لذیذ مربے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

پٹوے کی ایک قسم سرخ اور دوسری سفید ہوتی ہے دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ سفید قسم سرخ کے اعتبار سے کسی قدر کم ترش ہوتی ہے۔ آخر ماہ مئی میں اس کا تخم بویا جاتا ہے۔ ہر درخت کو ایک دوسرے سے چار فیٹ کے فاصلہ پر ہونا چاہیئے۔ اس کا درخت تین یا چار فیٹ بلند ہوتا ہے پھول کی رنگت زرد خوشنما ہوتی ہے پھول کے وسط میں گہرا سرخ رنگ کا داغ ہوتا ہے نومبر

نوٹ نمبر ۵۸۔ پٹوے کی کاشت کو پہاڑی اور میدانی مقامات پر کیا گیا ہے۔ دونوں علاقوں کی زمین اس کے لئے مفید ہے میدانی مقام کے درخت بڑے ہوجاتے ہیں پہاڑی مقام کے درخت چھوٹے رہتے ہیں ہر دو مقامات کے درخت بخوبی پھل لاتے ہیں جنکو جیلی تیار کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اس کی تخم ریزی شروع موسم سرما میں کی جاتی ہے اس کا درخت ہمیشہ عمدہ حالت میں قائم نہیں رہتا اس لئے ہر سال بونا چاہیئے۔

دسمبر میں ملک بنگالہ میں اور اس سے کچھ پہلے اضلاع مغربی و شمالی میں اس کے پھل کو پختہ ہو جانا چاہئے ورنہ موسم سرما آتے ہی اس کا درخت مر جاتا ہے۔ نشیبی ہندوستان کی مرطوب سرزمین اس کے لئے بہت موافق ہوتی ہے میں نے فیروزپور کے باغ میں دیکھا ہے کہ موسم سرما آتے ہی بڑے بڑے درخت اس کے ضائع ہو گئے ہیں کوہی علاقوں میں اس کی کاشت نہیں ہو سکتی۔

ٹامی سائے بیل

اس کا درخت قدآور ہوتا ہے اور اصلی وطن ویسٹ انڈیز ہے ڈاکٹر لینڈسے صاحب فرماتے ہیں کہ جنوبی امریکہ کے زرد آلو کا مزہ قریب قریب اسی کے ہوتا ہے۔ اس کا چھلکا آسانی کے ساتھ علیحدہ ہو جاتا ہے اور کسی قدر و بیزا اور چمڑا ہوتا ہے اس کے بالائی چھلکے کے بعد ایک دوسرا ملایم غلاف ہوتا ہے جو مغز سے لپٹا ہوا ہوتا ہے اور جسے احتیاط کے ساتھ قبل کھانے کے چھوڑ دینا ہوتا ہے اندرونی غلاف کا مزہ تلخ ہوتا ہے مغز کے اندر دو یا تین بیج ہوتے ہیں مغز کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے اور علاوہ خوشبودار ہونے کے خوش مزہ ہوتا ہے۔ اور اس کا ایک خاص جداگانہ بھی ذائقہ ہوتا ہے۔ یہ خالی بھی یعنی بلا کسی چیز کی آمیزش کے کھایا جاتا ہے اور شراب اور شکر کے ساتھ تو نہایت لطف دیتا ہے۔ تو ام ڈالکر اس کا مربہ بھی بناتے ہیں۔

ڈاکٹر میکفیڈن صاحب فرماتے ہیں کہ خوشبودار شیریں میوہ ہے اور مثل گاجر کے مزہ دار ہوتا ہے۔

عرصہ ہوا کہ کلکتہ کے بوٹانیکل باغات میں اس کی کاشت کو رواج دیا گیا تھا اور وہاں اس کے درخت موجود ہیں ڈاکٹر کنگ صاحب مہتمم باغات مذکور مجھسے فرماتے تھے کہ اس کے درخت خوب بالیدہ ہو رہے ہیں اور سالانہ پھل لاتے ہیں

منگس ٹین

اس درخت کا اصلی وطن جزائر ملے ہے وہاں اس کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔ ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ اس میوہ سے لذیذتر کوئی میوہ دنیا میں نہیں ہے۔ انگور اور اسٹرابیری دونوں کا مجموعی مزہ اس میں پایا جاتا ہے۔ حالت تازگی میں کھایا جائے تو عجیب لطف دیتا ہے کبھی کبھی یہ میوہ کلکتہ میں جہاز کے ذریعہ سے آتا ہے۔ البتہ لطف سے خالی نہیں ہوتا پھل کی مقدار اوسط درجہ کے سیب کے برابر ہوتی ہے۔ اس کی جلد کسی قدر دبیز لیکن نہایت مسطح ہوتی ہے چھلکا دور کرنے پر اندر سے نہایت ملایم سفید اور خوشگوار مغز نکلتا ہے لیکن جو لطف تازہ ٹوٹے ہوئے پھل میں ہوتا ہے وہ کئی دن کے ٹوٹے ہوئے پھلوں میں کہاں نصیب ہوسکتا ہے بنگال کی سرزمین اس کے لئے موافق نہیں ہے اور تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے

کہ بنگال کے شمال میں اس کی کاشت ناممکن العمل ہے بارہا کلکتہ کے باغات میں اس کے درخت لگائے گئے لیکن ایک مرتبہ بھی بارآور نہیں ہوئے مسٹر ار سولانو صاحب نے مجھے یقین دلایا ہے کہ ان کے باغ واقع شاہ آباد میں اس کے تین درخت تھے اور قریباً چھ چھ فیٹ بلند تھے اور اُن میں سے ایک درخت میں دو سال تک برابر پھل آئے تھے۔

گٹی کے ذریعہ سے اس کا درخت بڑھایا جاتا ہے۔

شمالی پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت نہیں ہوسکی۔ البتہ جنوب میں ڈہائی ہزار فیٹ بلند کوہی مقامات پر اس کا درخت لگایا جاسکتا ہے۔ نیلگری کے آزمائشی باغات میں نفیس پھل پھلتے ہیں۔

"گوآمنگس ٹین"

اِس کا درخت نہایت خوشنما ہوتا ہے پتے بدرجہ غایت خوش جمال اور بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ جنوبی ہندوستان اس درخت کا اصلی وطن ہے۔ شروع جون میں پھل پکنگی پر آتا ہے۔ اور چھوٹی نارنگی کی شکل اور اُسکے برابر کا ہوتا ہے۔ چھلکے کا رنگ سُرخ اور قاش دار ہوتا ہے اگر اس میں خفیف ترشی نہ ہوتی تو کوئی شک نہیں کہ خوش مزہ پھل ہوتا۔ اس کا مربہ نہایت نفیس ہوتا ہے۔

اِس کے درخت بیج بوکر تیار کئے جاتے ہیں بیج یعنی مغز بونا چاہیئے۔
شمالی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں اسکی کاشت نہیں ہو سکتی۔

توُمُل

یہ درخت بھی ہندی وطن ہے قد میں چالیس فٹ تک بلند ہوتا ہے اس کی شکل خوبصورت اور خوشنما ہوتی ہے۔ دیکھنے میں تومل کا پھل کولے کے برابر ہوتا ہے۔ پھل کی جلد مسطح اور چمکیلی زرد رنگ کی ہوتی ہے اگر اس پھل میں خفیف ترشی نہ ہوتی تو عمدہ پھلوں میں اس کا شمار ہوتا اس کی ترشی اس پھل کے تمام لطف کو ضائع کر ڈالتی ہے۔ ڈن صاحب فرماتے ہیں کہ سیب سے یہ پھل اچھا نہیں ہوتا اس کے چھلکے میں ترشی زیادہ ہوتی ہے۔ بیج پر جو مغز لپٹا ہوتا ہے اُس میں بھی کسی قدر ترشی ہوتی ہے اس کو کھالیا جاوے تو دو تین دن تک دانت خراب ہو جاتے ہیں اس ترشی کے ساتھ اس میں آلوچہ کیسا خوش گوار مزا بھی ہوتا ہے وسط ستمبر میں پھل پختگی پر آنا شروع ہوتا ہے اگر اس زمانہ میں پورے طور پر حفاظت نہ کی جائے تو بڑے چمگادڑ اس پر پرورش کرتے ہیں موسم برشگال میں بیج بوکر درخت تیار کیا جاتا ہی میں نے خیال کیا تھا کہ ممکن ہے کہ پکانے سے کچھ ترشی کم ہو جائے اور مربہ بنا دیں۔ لیکن پکانے کے بعد گوند کا جزو جو اُس میں ہوتا ہے اس کی وجہ سے زیادہ لس دار ہوتا ہے اور مربہ کھانے کے قابل نہیں ہوتا صوبہ گرگ میں اس کے درخت بکثرت

ہیں اور نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا درخت مخروطی شکل کا مثل سرو کے
درخت کے ہوتا ہے اور پھلا ہوا نہایت خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ وہاں لوگ اسے
بجائے املی کے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بلغم پیدا کرتا ہے اور دانتوں کو خراب کر دیتا ہے
علاوہ جنوبی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں کے دیگر علاقوں میں اس کی کاشت
نہیں ہوتی۔

"اونڈی"

اس کا درخت چھوٹا اور خوبصورت ہوتا ہے۔ دکن میں کثیر الوجود ہے بنگالہ
میں دو تین درخت کے سوا جو اطراف کلکتہ میں موجود ہیں اور کہیں نہیں دیکھے جاتے
ہیں اس کے پتے خوشنما اور سبز رنگ کے ہوتے ہیں اس کا پھل تخم "اسے کارن"
کے برابر ہوتا ہے۔ اور یہ پھل بجائے خود تخم ہوتا ہے یعنی اس کے تخم اور جلد کے
درمیان محض خفیف سا مغز ہوتا ہے۔ اس میں عرق گلاب کی سی بو پائی جاتی
ہے۔ واقعی یہ پھل کوئی کھانے کی چیز نہیں ہوتی مگر بعض اشخاص اس کو بہت
پسند کرتے ہیں وسط مئی میں یہ میوہ پختہ ہونے لگتا ہے۔ اور اس کا درخت تخم کے
ذریعہ سے تیار ہوتا ہے۔

"کنول گٹا"[۵۹]

مثل سنگھاڑے کے بنگال کے تالابوں اور آب بستہ میں اوگتا ہے۔ اس کا پھول بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ ہندوستان کے دیگر مقامات میں عموماً پایا جاتا ہے ایام گرما اور برشگال میں درخت آبی رنگ کے پھول لاتا ہے اور ابتدائے سرما میں اس کے پھل عجیب طریقے کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

سرای ٹنٹ صاحب فرماتے ہیں کہ چین اور ہندوستان کے بعض مقامات میں اس کے سیاہ بیج بجائے باداموں کے استعمال کئے جاتے ہیں ان میں ایک قسم کا عمدہ ذائقہ ہوتا ہے سیلوں میں مجھے کھانیکا اتفاق ہوا تھا جو بہت خوش مزہ

نوٹ نمبر ۵۹۔ کنول گٹا کی کاشت کا رواج یہاں نہیں ہے چند سال سے یہاں کے کمہاروں (بھوئیوں) نے کنول گٹہ کو نہایت ترہ میں کاشت کیا ہے کامیابی کے ساتھ ہوتا ہے اس کے پھول بہت خوشنما ہوتے ہیں اس کے پتے بڑے بڑے مثل طباق کے ہوتے ہیں جو پانی کی سطح پر بچھے رہتے ہیں اور ان کے اوپر پھول کی شاخیں نکلی ہوئی ہوتی ہیں جو نہایت بھلی معلوم ہوتی ہیں کنول گٹے سے تخم برآمد ہوتا ہے اور اس سے کھانا بنتا ہے اس کی تخم ریزی آخر موسم گرما میں کی جاتی ہے اور اس کی ترقی جڑوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے اس کا پھول کئی رنگ کا ہوتا ہے۔ سفید گلابی۔ آسمانی نہایت دلکش آرائش میز کے لئے گل دانوں میں لگاتے ہیں۔

معلوم ہوتے تھے۔ غالبًا یہ پھل وہ نہیں ہے کہ جس کی بابت ہیروڈوٹس مصنف نے لکھا ہے کہ بعد ہر کے باشندے بطور غذا کے کھاتے ہیں۔

شریفہ

اس درخت کے وطن کی نسبت محققین یورپ مختلف الرائے ہیں۔ ڈاکٹر وہیٹ صاحب کی تحقیق میں اس درخت کا امریکہ وطن ہے۔ سینٹ ہیلائر صاحب ایشیا قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر انڈرسن صاحب اس درخت ایشیا اور امریکہ دونوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بنگال میں بہت ہوتا ہے۔ اس کے سبزی مائل زرد رنگ کے پھول وسط مئی میں پھولنا شروع ہوتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۶۔ شریفے کی چار قسمیں ہوتی ہیں ایک شریفہ اور دوسری کو رام پھل کہتے ہیں باقی دو قسمیں یہاں قدیم زمانے سے نہیں ہیں بقیہ دو قسمیں بیٹے بانجو شاہ جہاں بیگم صاحبہ نے کلکتہ سے منگوا کر لگائی ہیں ایک کو ولایتی نونا دوسری کو چیری مائر کہتے ہیں ان دو اقسام کے درخت ہنوز چھوٹے ہیں۔ بار آور ہو کر حال آئندہ معلوم ہوگا۔

شریفے کے چمن یہاں باغات میں نہیں لگاتے تھوڑے سے درخت باغ میں لگاتے ہیں شریفے کے جنگل یہاں پہاڑی اور میدانی مقامات میں بکثرت موجود ہیں اطراف شہر بھوپال میں بھی درختان شریفہ بکثرت ہیں مقام اسد آباد پر راستہ قلعہ کے باہر مقام رائسین اور دیہات میں بھی شریفے کے درخت بہت ہیں اور بکثرت پھل دیتے ہیں پہاڑی مقام کا شریفہ بڑا اور شیریں ہوتا ہے اور میدانی مقام کا شریفہ بڑا فسردہ ہوتا ہے

اس کا پھل بڑے سیب کے برابر ہوتا ہے۔ جب یہ پھل خوب پختہ ہوجاتا ہے
تو پھٹ جاتا ہے اور انگلیوں سے اوٹھانا مشکل ہوتا ہے بعض اوقات اوٹھانے
میں ہاتھ سے ٹپک جاتا ہے۔ اس کا مغز نہایت خوش ذائقہ اور شیریں ہوتا ہے
ڈاکٹر میکفیڈن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ویسٹ انڈیز" میں اُنھوں نے
کسی یورپین کو نہیں دیکھا کہ اُس کو یہ پھل مرغوب ہو۔ ہندوستان میں ہندوستانی
اور انگریز سب اسے بہ رغبت کھاتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ "ویسٹ انڈیز" جو اس کا
اصلی وطن قرار دیا جاتا ہے وہاں اچھا نہیں ہوتا اور بمقابلہ وہاں کے ہندوستان
میں شریفہ بدرجہا نفیس اور عمدہ ہوتا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے کھاتے ہیں۔

آخر حصہ برشگال اور موسم سرما کے پورے موسم میں اس کی فصل رہتی ہے۔
قریب زمانہ پختگی کے لازم ہے کہ درختوں پر جال تان دیا جائے ورنہ چمچیتہ

(بقیہ نوٹ نمبر ۶) لیکن اُس میں شیرینی کم ہوتی ہے درختوں میں پھول بارش میں آتا ہے آغاز موسم
سرما میں فصل تیار ہوتی ہے اس کو زیادہ کھانے سے اکثر بخار آنے کی شکایت ہوجاتی ہے اس کے
درخت ذریعہ تخم بزمانہ بارش تیار کئے جاتے ہیں تخم ریزی موسم بارش میں کرنی چاہیئے۔

رام پھل بھی یہاں باغات میں بہت کم لگایا جاتا ہے ہر باغ میں دو دو چار چار درخت دیکھنے
میں آتے ہیں اس کا پھل زرد خوب صورت ہوتا ہے ذائقہ ترشی مائل ہوتا ہے اس کے درخت بھی تخم
کے ذریعہ سے بارش میں تیار ہوتے ہیں آخر موسم سرما میں درختوں میں پھل آتا ہے اور آغاز موسم گرما میں
فصل تیار ہوتی ہے یہاں کے لوگ اس کو زیادہ رغبت کے ساتھ نہیں کھاتے ہیں۔

پھلوں پر پرند اور گلہریاں وغیرہ بہت حملہ آور ہوتی ہیں۔ جال پھیلانے کے لئے مناسب ہے کہ اس کے درخت کو اندر سے پھانٹا جائے یا پھلوں پر تھیلاں چڑھادی جاویں تو محفوظ ہو جاتے ہیں۔

جنرل جنکنسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ بازاروں میں جو پھل فروخت کے لئے جاتے ہیں وہ عرصہ سے ٹوٹے ہوئے اور پال کے ہوتے ہیں اور قبل پختہ ہونے کے توڑ لئے جاتے ہیں۔ اس کے درخت پتھریلی زمین میں خوب بالیدہ ہوتے ہیں۔ اس کا بڑے سے بڑا درخت پٹنہ میں دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے اور وہاں کی زمین جیسی بنجر ہے وہ سب کو معلوم ہے اس کا درخت چٹانوں اور دیواروں کی جڑوں سے خودرو اُگتا ہے۔ کانپور میں بھی شریفہ اچھا ہوتا ہے

تخم کے ذریعہ سے درخت بڑھائے جاتے ہیں اور جلد بالیدہ ہوتے ہیں دو تین سال کے اندر مثمر ہونے لگتے ہیں۔ جاڑے کے موسم میں پورا دہ چونہ کا ملبہ اور گوبر کی کھاد دے دی جائے۔ تو درخت کو بہت مفید ہوتی ہے۔

پہاڑی علاقوں میں نہیں ہوتا۔

"رام پھل"

اس کا درخت چھوٹا ہوتا ہے اس کا اصلی وطن ایشیا اور امریکہ ہے۔ اور ہندوستان میں عموماً پایا جاتا ہے لیکن بمقابلہ دیگر مقامات کے پنجاب میں اچھا نہیں

نہیں ہوتا۔ اس کے درخت کو شریفہ کے درخت سے مشابہت ہوتی ہے۔
شریفہ کی طرح یہ کوڑی دار نہیں ہوتا اور جو شیرینی اور خوش ذائقگی شریفہ میں ہوتی
ہے وہ رام پھل میں نہیں ہوتی۔ رام پھل کا درخت شریفہ کے درخت سے زیادہ
قدآور ہوتا ہے۔ اس کی فصل گرمیوں میں ہوتی ہے۔ اس وقت شریفہ کا نام ونشان
بھی نہیں ہوتا بحالت پختگی پرندوں اور گلہریوں اور چمگادڑوں سے بچانے کے لئے جال
پھیلا کر یا دوسری تدابیر کرتی ہوتی ہیں۔ ورنہ اگر حفاظت نہ کی گئی تو مثل شریفہ کے اس پر بھی
پرند وغیرہ حملہ آور ہوتے ہیں۔

موسم برشگال میں اس کے انکھوے لگا کر درخت تیار کئے جاتے ہیں اسکی
پرورش کی ترکیب وہی ہے جو شریفہ کے واسطے درج ہو چکی ہے۔

"ولایتی نونا"

اس کا اصلی وطن "ویسٹ انڈیز" ہے درخت چھوٹا جھاڑی دار ہوتا ہے
پتے گہرے سبز چمکدار تیز بو کے ہوتے ہیں۔ جولائی میں پھل آتا ہے۔ اس زمانہ میں
اور بھی زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے اس کا پھل انسان کے دل کی صورت کا ہوتا ہے
مسٹر گوس صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا پھل شیریں ہوتا ہے اور خفیف
خوشگوار ترشی ہوتی ہے۔ بچہ کے سر سے بڑا بعض اوقات اس کا پھل ہوتا ہے اس کے
پھل پر ملائم خار ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں مذکورہ بالا صفات کا پھل نہیں ہوتا اور

اکثر لوگوں کو پسند نہیں ہے چنانچہ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ پھل باغوں میں اگانے کے
قابل نہیں ہوتا۔

ہندوستان میں اس کا درخت عموماً نہیں دکھائی دیتا۔ مقام گوہٹی ملک آسام
میں بکثرت اس کے درخت ہیں اور قد میں شریفہ کی برابر پھیل جاتا ہے۔

آخر جون میں پھل پختہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور جولائی و اگست تک
اس کی فصل رہتی ہے۔ پختہ ہونے پر بھی سبز رنگ باقی رہتا ہے۔ مثل رام پھل کے
اس کا پھل ہوتا ہے لیکن کسی قدر ایک جانب کو نکلا ہوا ہوتا ہے اسکے اندر تخم ہوتے
ہیں جن پر مغز لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اور مغز میں ایک لیس دار مادہ ملا ہوا ہوتا ہے
اس کے پھل میں شیرینی نہیں ہوتی بلکہ ایک قسم کی تلخی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ
اسے پسند نہیں کرتے۔ بعض لوگ خوش ذائقہ کرنے کے لئے گلاس میں شکر ملا کر شراب
کے ساتھ پیتے ہیں اس کے مختلف درختوں کے پھل بھی ذائقہ میں مختلف ہوتے
ہیں بعض کے پھل شیریں بھی ہوتے ہیں۔

جولائی و اگست میں تخم بو کر اس کے درخت تیار کئے جاتے ہیں۔
اور اس کی کاشت کا طریقہ وہی ہے جو شریفہ کی کاشت کے لئے اوپر بیان کیا گیا ہے
شمالی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں اس کی کاشت نہیں ہو سکتی۔

"چیری مائر"

یہ درخت شریفہ اور رام پھل کے اقسام سے ہے۔ بلکہ اس کے پھل کو دونوں کا مجموعہ تصور کرنا چاہیئے۔ رنگ ہلکا سبز ہوتا ہے مثل شریفہ کے اس پر کوڑیاں اور مثل رام پھل کے کسی قدر ترشی ہوتی ہے۔

اس کا وطن پیرو (امریکہ) ہے مسٹر گاس صاحب فرماتے ہیں کہ جزیرہ جمیکا کے بعض کوہی حصوں میں یہ درخت حسب مراد بارآور ہوتا ہے۔ مسٹر مارکہم صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں بہت اقسام کے شریفے ہوتے ہیں مگر "چیری مائر" جو ان میں بہترین قسم ہے ابھی تک ہندوستان میں کاشت نہیں کیا گیا ہے۔ جس شخص نے اس کے پھل کو کبھی چکھا نہیں ہے اسے معلوم کرنا باقی ہے کہ میوہ کسے کہتے ہیں۔

ڈاکٹر سیمن صاحب فرماتے ہیں کہ منگس ٹین۔ انناس اور چیری مائر دنیا کے لذیذ ترین میووں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ میں نے ان پھلوں کو ان مقامات میں کھایا ہے کہ جہاں وہ عمدہ اور نفیس ہوتے ہیں۔ یعنی انناس گیا کل منگس ٹین جزائر ہند میں اور چیری مائر انڈیز میں یہ مقامات ان پھلوں کے لئے مشہور ہیں۔ یہاں سے کسی دوسری جگہ پھل نہیں ہوتے اور اگر میں منجانب پیرس کے وکیل ہوتا۔ تو بجائے چیری مائر کے سیب کو جگہ دیتا۔

اِس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک خاص ذائقہ اس میں ہوتا ہے جس کی وجہ
سے دوسرے پھلوں پر اِس کو فوقیت حاصل ہے۔ اور مسٹر ہنکی صاحب نے غلط
نہیں کہا کہ قدرت یعنی نیچر کے بہترین نمونوں میں ایک چیز یہی ہے
ڈاکٹر لینڈلے صاحب فرماتے ہیں کہ فیتلی صاحب کا قول ہے کہ یورپ کی
ایک ناسپاتی اور ایک بیر کے برابری پیرو کی تمام چیری مائر نہیں کر سکتی۔
اس کے درخت انگریزی ہارٹیکلچرل اور بوٹانیکل گارڈنس کلکتہ میں موجود
ہیں اور کئی سال گذرے کہ ان کی کاشت اور پرورش میں بہت کوشش کی گئی۔
لیکن مثمر نہ ہوئے اور ناکامی ہوئی بنگال میں جو درخت اس کے ہیں ان میں پھول تک
نہیں آیا۔ ڈاکٹر جیمسن صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے درخت کو باغات سہارنپور
میں رواج دیا گیا تھا لیکن ایک بھی درخت پھل نہ لایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان
میں کسی جگہ اس کی کاشت میں امید کامیابی کی نہیں ہو سکتی البتہ ممکن ہے کہ دامن کوہ
ہمالیہ نیلگری میں کامیابی ہو کیونکہ وہاں حال ہی میں مسٹر مارکہم صاحب نے بیج
منگا کر اس کے درخت تیار کرائے ہیں سخت زمین جس میں چونہ کا جزو ہو اس کے لئے
موزوں ہوتی ہے۔
ایک درخت جو پورا نہیں ہے موجود ہے جس کی بلندی چار فیٹ سے زاید نہیں
مقام سنڈ ڈروگ کے آزمائشی باغات میں چند اقسام کے شریفہ کے درخت لگائے
گئے ہیں۔ ان کی حالت اچھی ہے اور پھلتے بھی ہیں۔ چیری مائر کے درخت

کی کاشت اگر جنوبی ہندوستان میں کی جائے تو امید ہے کہ مثل شریفہ کے اسکی کاشت میں بھی کامیابی ہو۔

موسم برشگال میں تیج بوکر اس کے درخت طیار کئے جاتے ہیں۔

شمالی ہندوستان کے کوہی علاقوں میں جو دو ہزار فیٹ سے زیادہ بلند ہیں اس کی کاشت نہیں کی جاسکتی۔

"چلتا[۱۶۱]"

اس کا درخت بلند اور خوش قامت اور سایہ دار ہوتا ہے اس کے پتّے عریض خوشرنگ سبز خوشنما اور گھنے ہوتے ہیں اس کا اصلی وطن ہندوستان ہے ماہ جولائی میں یہ درخت پھولتا ہے جو مقدار میں بڑا سفید رنگ کا خوشبودار ہوتا ہے نصف ستمبر تک اس کا پھل استعمال کے قابل ہوجاتا ہے مثل سبز سیب کے

نوٹ نمبر ۱۶۱۔ چلتے کے درخت اور اس کے پھل سے یہاں کے لوگ ناواقف ہیں چھ سال پیشتر چلتے کے درخت باہر سے منگاکر باغیچہ احمد آباد و حیات انفہ میں لگائے گئے ہیں جو ابھی سات یا آٹھ فیٹ بلند ہوئے ہیں ہنوز پھل نہیں آیا یہاں کا پہاڑی مقام اس کے لئے بمقابلہ میدانی مقام کے مفید معلوم ہوتا ہے اس کے پھل گول سبزی مائل ہوتے ہیں آچار یا مربے بناتے ہیں اس کے پھلوں کو میں نے دہلی میں فروخت ہوتے دیکھا تھا چلتے کا درخت اور اُس کے پتے خوشنما ہوتے ہیں اس کے درخت کو تخم کے ذریعہ سے تیار کرتے ہیں۔

شاخوں میں لٹکا ہوا بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ پھل چھوٹے بیل کے برابر پوست بالا سے پوست بشکل پیاز ہوتا ہے جب۔ ب پوست علیحدہ کیے جاتے ہیں تو کھانے کے قابل چیز اندر سے نکلتی ہے خام پھل کے ذائقہ میں کسی قدر ترشی ہوتی ہے اور جب اس میں شکر ڈالکر آگ پر پکاتے ہیں تو اس کا مزہ ویسا ہی ہوجاتا ہے جیسا کہ سیب ترش کو ترکیب بالا پکانے میں ہوتا ہے البتہ فرق اس قدر ہوتا ہے کہ سیب کے خلاف اس کا مغز ریشہ دار ہوتا ہے اکثر لوگ اس کی چٹنی بنا کر کھاتے ہیں۔

اس کا درخت جولائی میں تخم بو کر تیار کیا جاتا ہے۔

شمالی ہندوستان کے پہاڑی مقامات میں اس کی کاشت نہیں کی جاسکتی۔

بالخیر